کلام الامام امام الکلام

الحمد للہ کہ یہ کتاب از تصنیفات جناب امام فن مناظرہ اہل کتاب سید ناصر الدین محمد ابو المنصور

حصہ دوم

تنقیح

۱۲۹۹

تفسیر القرآن جلد دوم مصنفہ سید احمد خان صاحب بہادر سی۔ ایس۔ ای۔ کا جواب

بمطبع نصرت المطابع دہلی میں چھپا

کلام الامام امام الکلام

الحمد للہ کہ از تصنیفات جناب امام فن مناظرۂ ملکتا سید ناصر الدین محمد ابو المنصور کتاب الموسوم

حصہ دوم تنقیح البیان

در جواب حصہ ثانی تحریری تفسیر القرآن جو سورہ آل عمران تک کی تفسیر

مصنفہ سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی ہے

مطبع نصرت المطابع دہلی مین طبع ہوئی

(صفحہ ۳) قولہ قرآن مجید تمام لوگون کے ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے
اوسکا مقصود یہہ ہے کہ جسطرح ذی علم دانشمند اوس سے ہدایت پاوین اسیطرح
جاہل و نادان عوام بھیڑون اور بکریون اور اونٹون کے چرانے والے بھی ویسی
ہدایت پاوین عوام اکثر حقایق امور کے سمجھنے کے قابل نہین ہوتے بلکہ بلحاظ حالات
زمانہ اور بلحاظ اوسقدر ترقی علم و معلومات کے جو اوس زمانہ مین ہوئی ہوتی ہے
اکثر ذی علم بھی حقایق اشیا رحقیقۃ الامر کے سمجھنے سے عاری ہوتے ہین صاحب مذہب
کو یا یون کہو کہ روحانی ہادی یا پیغمبر کو ان امور سے چندان بحث نہین ہوتی اسلیئے
وہ روحانی اصلاح و تربیت کو مد نظر رکھکر اون مطالب کو ایسے الفاظ مین بیان
کرتا ہے جنپر آیات متشابہات کا اطلاق ہوتا ہے اگر اوسکی ایک پہلو پر خیال کرو
تو اوس سے وہ مطلب پایا جاتا ہے جو عوام کے خیالات یا اوس زمانہ کے اہل علم
کی معلومات کے مناسب ہوتا ہے لیکن اوسمین ایک دوسرا پہلو بھی مخفی ہوتا ہے اور
جب علم کی اور معلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے جب سمجھہ مین آتا ہے الخ **جواب**
یہہ ساری قابلیت آپ کی محض لایعنی اور فضول ہے متشابہات سے یہہ مقصود
نہین ہے کہ ہر زمانہ کے لوگ اپنی سمجھہ کے موافق اوس سے مطالب پیدا کرین اور
وہ سب صحیح ہون یہانتک کہ دجال کے زمانہ مین بھی جو اون آیتون کے تاویل کیجاۓ
الہام یا فتنہ کے خلاف مقصود نہو یہہ آپ کے محض دھوکہ بازی ہے آپ نے لفظ متشابہات
کے بعد ہی تو چند الفاظ تک کی تفسیر لکہی ہوتی کہ فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ
منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ یعنے جن لوگون کے دلون مین
کجی ہے تو وہ اوسمین متشابہ کی پیچھے پڑتے ہین گمراہی مین پڑنے کیلیئے اور اوسکے
مراد کے تلاش کرنیکی لیئے اور نہین جانتا حقیقت اوسکی مگر اللہ الخ مفسرین نے
لکہا ہے کہ متشابہات سے مراد حروف مقطعات ہین اور یہود و نصاریٰ ازروے
حساب جمل مدت دولت اسلام پر اونسے استدلال کرتے تھے اور وہ ٹھیک نہین
بیٹھتا تھا کیونکہ حروف مقطعات باہم متفاوت ہین جیسے الم اور المص اور المر اور
یہہ دستور علما اہل کتاب کا ابتک ہے جیسا کہ ترجمہ قرآن و حاشیہ علما نصاری
مطبوعہ مشن پریس الہ آباد ۱۸۴۴ء صفحہ ۳۶۲ و ۳۶۳ مین دیکھہ لو پس حکم ہوا کہ یہہ تمہاری

کج فہمی اور بیعقلی ہے اور اونکی تاویل سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا اور الفاظ والراسخون
فی العلم اس جملہ مین شامل نہین ہین بلکہ وہ یقولون آمنا مین شامل ہین پس آپ جو
فرماتے ہین کہ اوسمین یعنے متشابہات مین ایک دوسرا پہلو بہی ہوتا ہے اور جب علم
کی اور معلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے جب سمجہہ مین آتا ہے الخ یہہ صریح غلط ہے اور
مایعلم تاویلہ الا اللہ کے سراسر خلاف مگر آپ کا مطلب یہہ ہے کہ متشابہات سے وہ
آیتین مراد ہین جنسے آپ ہر جگہہ ابطال معجزات اور ابطال رسالت وغیرہ کرتے آئے
ہین اور بیان بہی آگے چلکر صفحہ ۲۲ وغیرہ مین حضرت عیسیٰؑ کی معجزانہ تولد کو آپ باطل
کیا چاہتے ہین (نہین آتیونکو آپ متشابہات مین شامل کرتے ہین تا سب لوگ جانین
کہ علم اور معلومات کی ترقی کے سبب اس تیرہوین صدی مین آپ نے اس راز
کو معلوم کرلیا ہے اور اس سے پیشتر تیرہ سو برسون تک ایک جہان اس سے
ناواقف تہا پس یہہ محض واہمہ دور از کار ہے اگر آپ کو ذرا بہی فہم مطالب قرآنی ہوتا تو
جانتے کہ علم اور معلومات کی ترقی کے زمانہ مین اگر متشابہات کا مطلب لوگ سمجہہ گئے
تو اب وہ متشابہات کہان رہے وہ بہی آیات محکمات ہوگئی یا نہین بیش ازین نسبت
کہ تیرہ سو برسون تک وہ متشابہات تہی مگر تیرہوین صدی کے آخر مین وہ بہی محکمات
ہوگی اور ما یعلم تاویلہ الا اللہ کا دعویٰ اس عہد رسالت نیچری مین باطل ہوگیا پس
کیا قرآن کے متشابہات آپ کی تفسیر کی متشابہات کی مانند ہین کہ جنکی قلعی میری النظر
کے سامنے آتی ہے کہل گئے اور ساری نبادتٌ آپ کی بیکار ہوگئی آپ صفحہ ۳ مین
فرماتے ہین کہ جب قرآن مجید انسانون کے زبان مین نازل ہوا ہے اور اوس سے
عوام و خواص سب کے ہدایت مقصود ہے تو اوسمین آیات متشابہات کا ہونا ناممکن ہے
الخ مگر خواص و عوام کے جدا جدا طور پر ہدایت مقصود نہین ہے کہ عوام کو حضرت
عیسیٰؑ کا بے باپ پیدا ہونا معلوم کرایا جاوے اور خواص کو حضرت عیسیٰؑ کا مان باپ
دونون سے پیدا ہونا محقق ہو یا عوام کو انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا یقین ہو اور
خواص کو اسکے بالعکس علیٰ ہذا القیاس پس قرآن کی تعلیمات ایسے نہین ہین کہ
عوام کیواسطے کچہہ اور ہون اور خواص کیواسطے کچہہ اور بلکہ ایکہی طور پر سب کی ہدایت
مقصود ہے خدا کی نظر مین خواص و عوام سب یکسان ہین اور عوام بہی جو قرآن کی

ہدایات پر عمل کرنیوالے ہون اونکے نزدیک خواص ہین پس یہہ قول آپکا کہ آیات متشابہات کا ہونا ناممکن ہے الخ چونکہ آپ ہر الہامی کتاب کو انسانی تصنیف جانتے ہین جیسا کہ آپ کے ہر فقرے سے ثابت ہے اسلئے آپ آیات متشابہات کا ہونا ناممکن سمجھتے ہین مگر خدا کے نزدیک کوئی بات ناممکن نہین ہے یہی فرشتے نے حضرت مریم سے کہا تہا (دیکہو لوقا ۱ باب ۳۷) اسکے بعد آپ فرماتے ہین کہ قرآن مجید مین بہت سے ایسے باتین بیان کی گئی ہین جنکو انسان کے حواس خمسہ ظاہری و باطنی نے محسوس نہین کیا ہے پس امکان نہین ہے کہ وہ مطلب آیات محکمات مین بیان ہو سکے اور اسلئے ضرور ہے کہ وہ تمثیل کے پیرایہ مین آیات متشابہات کے ذریعہ سے بیان کیا جائے الخ پس جبکہ انسان کی حواس خمسہ ظاہری و باطنی نے محسوس نہین کیا ہے تو متشابہات یا تمثیل کے پیرایہ مین بیان کرنیسے وہ مطلب کب محسوس ہو سکتا ہے کیونکہ باطنی حواس ہی تو یہان بیکار ہین پہر یہہ قول آپکا کب صحیح ہو سکتا ہے کہ جب علم اور معلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے جب سمجہہ مین آتا ہے الخ لیکن متشابہات سے مراد تمثیل کا پیرایہ نہین ہے اگر متشابہات سے مراد تمثیل کا پیرایہ ہو تو متشابہات مین محکمات سے زیادہ وضاحت پائی جائے کیونکہ تمثیل کی پیرایہ مین بیان کرنیسے ہر مطلب زیادہ تر آسانی سے سمجہہ مین آتا ہے اور تمثیل مین بیان کرنیوالے کا مقصود یہی ہوتا ہے تاکہ محکمات سے زیادہ مطلب کو وضاحت ہو پہر صفحہ ۳ مین جو آپ فرماتے ہین کہ قرآن کا مقصود یہہ ہے کہ جسطرح ذی علم دانشمند اوس سے ہدایت پاوین اسیطرح جاہل و نادان عوام بہیڑون اور بکریون اور اونٹون کے چرانیوالے بہی ویسیہی ہدایت پاوین الخ پس جبکہ بہیڑون اور اونٹون کے چرانے والون نے جو اصحاب رسول اللہ صلعم تہے ویسیہی ہدایت پائی جیسکہ ذی علم دانشمندون نے تو یہہ قول آپکا کب صحیح نکلا کہ جب علم اور معلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے جب سمجہہ مین آتا ہے کیونکہ بہیڑون اور اونٹون کے چرانیوالونکو تو اوسیوقت ہدایت ہوگئی تہی جو پہلے صدی مین تہے نہ یہہ کہ تیرہون صدی مین جب بقول آپ کے علم اور معلومات کی ترقی ہوئی ہے علاوہ اسکے آپ خود فرماتے ہین کہ قرآن مجید انسانون کی زبان مین نازل ہوا ہے پس اصحاب رسول اللہ صلعم کیا وہی انسان نہین ہین جنکی

زبان مین قرآن نازل ہوا اور قرآن کے مطالب سمجہنے مین اس تیرہوین صدی
کے علم ومعلومات مین ترقی کرنیوالے کب اونکے برابر ہوسکتے ہین پس یہہ قول آپکا
کب صحیح نکلا کہ جب علم ومعلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے جب سمجہہ مین آتا ہے پہر
آپ فرماتے ہین کہ عوام اکثر حقایق امور کے سمجہنے کے قابل نہین ہوتی بلکہ بلحاظ
حالات زمانہ اور بلحاظ اوسقدر ترقی علم ومعلومات کے جو اوس زمانہ مین
ہوتی ہے اکثر ذی علم بہی حقایق اشیا یا حقیقۃ الامر کے سمجہنے سے عاری ہوتے
ہین صاحب مذہب کو یا یون کہو کہ روحانی ہادی یا پیغمبر کو ان امور سے چندان
بحث نہین ہوتی اسلئے وہ روحانی اصلاح وتربیت کو مدنظر رکہہ کر اون مطالب کو
ایسے الفاظ مین بیان کرتا ہے جنپر آیات متشابہات کا اطلاق ہوتا ہے الخ پس جبکہ
عوام بلکہ ذی علم بہی حقیقۃ الامر کے سمجہنے سے عاری ہوتے ہین تو پیغمبر کو ان امور سے
چندان بحث نہونے کی وجہہ کیا ہے اور جب پیغمبر کو ان حقایق امور سے چندان
بحث نہین ہوتی تو روحانی اصلاح وتربیت کیونکر اوسکی مدنظر رہے یعنے جب
عوام وخواص دونون ان امور کے سمجہنے مین قاصر ہین اور پیغمبر کو ان امور سے
چندان بحث نہین ہوتی یعنے وہ اوس امر مین ساکت ہی تو اب پیغمبر کو عوام وخواص
کے سوا اور کسکا انتظار ہے جنکی آگے ان امور مین وہ بحث کریگا اور متشابہات سے
اصلاح وتربیت روحانی کیونکر ہوتی ہے کیا محکمات اسکے واسطے کافی نہین ہین
یہہ عجیب صفت متشابہات کی آپنے بیان فرمائی — علاوہ اسکے بقول آپکے
جب پیغمبر کو اصلاح وتربیت روحانی مدنظر ہوتی ہے تو وہ اون مطالب کو آیات
متشابہات مین بیان کرتا ہے جس سے پیغمبر کا منشا یہہ ظاہر ہوا کہ سب لوگ نہ ان آیتون
کا مطلب سمجہینگے اور نہ اونکی اصلاح وتربیت روحانی ہوگی کیونکہ اگر یہہ منشا پیغمبر کا نہوتا
تو متشابہات سے روحانی اصلاح وتربیت کا اہتمام کیا ضرور تہا پہر یہہ بہی آپکے
قول سے ثابت ہوا کہ ابتدا زمانہ مین متشابہات سے ہی روحانی اصلاح وتربیت
نہوئی تہی کیونکہ آپہی کے اقرار سے جب علم ومعلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے تب
متشابہات کا مطلب سمجہہ مین آتا ہے اسیوجہہ سے آپ سورہ بقر کی تفسیر مطبوعہ سنہ ۱۲۹۷ء
صفحہ ۲۳۴ مین فرماچکے ہین کہ قرآن مجید مین جو احکام لڑائی کے نیک نیتی اور

انصاف پر مبنی تہی اور انکو مسلمانون نے جو خلیفون یا بادشاہون کے نام سے مشہور ہوئی دینداری کے بہانہ سے اپنی خواہش نفسانی کے پورا کرنے اور ملک گیری کے لیئے نہایت بد اخلاقی اور ناانصافی سے برتا اور وحشی درندون سے بدتر کام کیئے اور علماء اسلام نے اونکی تائید کی لیئے ایسے مسئلے بیان کیئے جو اسلام کی روحانی کے برخلاف ہوتے رہتے

اور تہذیب الاخلاق مطبوعہ من ابتدا سے جمادی الاول لغایت ماہ رمضان سنہ ۱۲۹۶ھ کے صفحہ ۵۶ مین آپ فرماتے ہین کہ اگر آنحضرت صلعم کو زمانہ جہالت دیتا تو یہہ بہی زرہتا یعنے کالا پتہر اور سیاہ لباس کا گہر کیونکہ جو اصول قرار دیئے تہے وہ لاتعین کیطرف راجع تہے انتہے پس یہہ اصلاح و تربیت روحانی اسلیئے نہوئی کہ اوس زمانہ مین علم اور معلومات کی ترقی نہوئی تھی متشابہات کا مطلب نسمجہے تہے پہر متشابہات کی صفت آپنے یہہ تحریر فرمائی ہے کہ اگر اوسکی ایک پہلو پر خیال کرو تو اوس سے وہ مطلب پایا جاتا ہے جو عوام کے خیالات یا اوس زمانہ کی اہل علم کی معلومات کی مناسب ہوتا ہے اور اوسمین ایک دوسرا پہلو بہی مخفی ہوتا ہے اور جب علم اور معلومات کے ترقی ہوتی ہے جب سمجہہ مین آتا ہے الخ لیکن متشابہات مین یہہ مخفی پہلو کوئی ایسا نہین ہوتا ہے جس سے نیچری عقاید یا تکذیب الہام و رسالت وغیرہ کی کوئی دلیل پیدا ہو قطع نظر اسکے آپ فرماتے ہین کہ اگر اوسکے ایک پہلو پر خیال کرو تو اوس سے وہ مطلب پایا جاتا ہے جو عوام کے خیالات یا اوس زمانہ کے اہل علم کی معلومات کے مناسب ہوتا ہے لیکن اوسمین ایک دوسرا پہلو بہی مخفی ہوتا ہے جو ترقی علم و معلومات کی زمانہ مین ظاہر ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ یہہ دوسرا پہلو ابتداء زمانہ مین اہل اسلام سے مخفی تہا اور مطالب قرآن کا فہم کامل نہ کسی صحابی کو تہا اور نہ کسی امام کو مگر اب ترقی علم و معلومات کے زمانہ مین ظاہر ہوا ہے اور وہ بہی خانصاحب بہادر پر لیکن اگر اوسکے ایک پہلو سے جسکا مطلب عوام کے خیالات یا اوس زمانہ کے اہل علم کی معلومات کے مناسب تہا آپ نے عمداً اغماض کیا ہے اور دوسرا پہلو اس ترقی علم و معلومات کے زمانہ مین آپ کی سمجہہ مین نہین آیا ہے جیسا کہ ابہی ثابت کر چکا ہون کہ ما یعلم تاویلہ الا اللہ تو اوسکے دونون پہلو کے سمجہنے سے آپ صریح قاصر رہے ہین اور عوام کے خیالات کے برابر بہی آپ کی فہم رسائی نہین کی

(**صفحہ ۴**) **قولہ** پس ایک ایسی کتاب مین جیسا کہ قران مجید ہے آیات متشابہات کا ہونا امر لازمی اور ضروری ہے بلکہ اونکا ہونا ہی دلیل اسکے صداقت اور منزل من اللہ ہونیکے ہے اور قرآن مجید کا یہی بہت بڑا معجزہ ہے الخ **ج** مطلب یہہ کہ قرآن مجید کی سارے مطالب جب سب آپ کے مرضی کیموافق ہوجائین تب اوسکا منزل من اللہ ہونا ثابت ہو اور وہ یہی اوسی اصطلاح مین جو نیچری طبع زاد ہے یعنے اوس خدا کی طرف سے نازل کیا ہوا جو نیچری تحقیق مین مقولہ عوام ہے نہ یہہ کہ فی الحقیقت کوئی خدا ہے چنانچہ پیغمبر پر خدا کی طرف سے وحی کا نازل ہونا آپ اسطرح ثابت کرتے ہین کہ خود اوسکی دل سے فوارہ کی مانند وحی اوٹھتی ہے اور خود اوسی پر نازل ہوتی ہے اوسیکا عکس اوسکے دل پر پڑتا ہے جسکو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اوسکو کوئی نہین بلواتا بلکہ وہ خود بولتا ہے الخ (دیکھو تفسیر سورہ بقر صفحہ ۲۹) پس جبکہ پیغمبرون کی تعلیم سے ہمنے جانا کہ خدا ہے اور پیغمبرون نے خدا کو اس سے پہچانا کہ وہی اونپر وحی نازل کرتا ہے اور جب وہ الہام اور وحی والا درحقیقت کوئی دوسرا ثابت نہوا بلکہ خود اوسیکے دل سے فوارہ کی مانند وحی اوٹھتی ہے اور خود اوسی پر نازل ہوتی ہے اوسیکا عکس اوسکے دل پر پڑتا ہے جسکو وہ خود الہام کہتا ہے نہ یہہ کہ اور سب محققین یہی لو اب خدا کی ہونیکا تمام عالم مین اور ثبوت کیا؟ اور ثابت ہوا کہ نیچری اصطلاح مین قرآن منزل من اللہ ویسا نہین ہے جیسا کہ عقیدہ اسلام ہے بلکہ محض اس نظر سے کہ مسلمانون کو اس تفسیر کو دیکھکر وحشت اور نفرت نہو خانصاحب بہادر نے اسلامی محاورہ کی کہین کہین رعایت کردی ہے اور چونکہ مسلمان قرآن کو بدعوی فاتوا بسورۃ من مثلہ معجزہ دائمی جانتے ہین اور اس سے خانصاحب بہادر کو انکار ہے (دیکھو تفسیر سورہ بقر صفحہ ۳۲ و ۳۳) اسلئے متشابہات کی صفت مین یہہ ارشاد ہوا کہ قرآن مجید کا یہی بہت بڑا معجزہ ہے نہ وہ جیسا کہ اہل اسلام سمجھتے ہین چنانچہ نیچری اصطلاح مین یہہ لفظ معجزہ ہی اور ہی معنے اور مراد سے مستعمل ہوتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے معجزانہ عبور بحر قلزم کی تکذیب مین جو مدوجزر کو آپ نے قایم کیا ہے وہان آپ فرماتے ہین کہ پس جو معجزہ تہا وہ یہی تہا کہ ایسی مشکل وقت مین سمندر کے پایاب ہونے سے خدا تعالے نے موسےؑ کو اور تمام بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجے سے بچا دیا الخ یعنے جیسے تم ای اہل اسلام معجزہ جانتے ہو وہ یہی تہا کہ اوسوقت

سمندر میں جوار بہاٹا ہونیکے سبب حضرت موسےٰ بچگئے۔

(صفحہ ایضاً) قولہ اسیکے ساتہہ بعض امور ایسے بہی ہوتے ہین جو اصل اصول اور وار مدار اوس روحانی تربیت کے ہین جنکے بغیر روحانی تربیت کا ہونا جو مقصود اصلی ہے ناممکن ہے وہ امور بالضرور اسطرح پر بیان ہونی چاہئین جنکا ایکہی مطلب ہو اور نہایت صفائی سے سمجہہ مین آسکی اور دوسری مطلب کو اوسمین آنیکے گنجایش نہو اور یہی مطالب وہ ہین جنپر آیات محکمات کا اطلاق ہوا ہے الخ

ج ابہی تو متشابہات کے یہہ تعریف تہی کہ روحانی ہادی روحانی اصلاح و تربیت کو مدنظر رکہہ کر اون مطالب کو ایسے الفاظ مین بیان کرتا ہے جنپر آیات متشابہات کا اطلاق ہوتا ہے اور یہی دلیل قرآن کی صداقت اور منزل من اللہ ہونیکی ہے اور قرآن مجید کا یہی بہت بڑا معجزہ ہے اور یہان ارشاد ہوتا ہے کہ آیات محکمات اصل اصول اور وار مدار اوس روحانی تربیت کی ہین پس تعجب کہ محکمات جو اصل اصول روحانی تربیت کے ہین وہ تو قرآن کی صداقت اور منزل من اللہ اور بہت بڑا معجزہ ہونیکی دلیل نہوئی اور متشابہات اسکے دلیل ہوگئی یہہ بیربط عبارت آپکے مضامین عالی کو چشم زخم پہونچاتی ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ سب سے بڑا اصول مسلمانی مذہب کا توحید ہے اور اوسکے بعد اعمال حسنہ وہ اس خوبی و عمدگی اور صفائی سے قرآن مجید کی آیات محکمات مین بیان ہوئی ہین جنمین کسیطرح دوسرا احتمال ہو ہی نہین سکتا سورہ انعام مین فرمایا ہے کہ اوسکے سوا کوئی معبود ہی نہین ہر چیز کا وہی خالق ہے اوسیکی عبادت کرو دوسرے جگہہ فرمایا کہ اسے محمد کہدے کہ اوسکے سوا کچہہ نہین ہے کہ وہی خدا ہے واحد ہے ایک اور جگہہ فرمایا کہ خدا کی ساتہہ کسی دوسرے کو خدا مت بناؤ سورہ بقر مین کس صفائی سے تبلایا کہ جو شخص خدا پر ایمان لایا بیشک اوسنے مضبوط ذریعہ پکڑ لیا جسکے لئے ٹوٹنا ہی ہے نہین سورہ نسا مین فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اوسکا شریک مت کرو مان باپ کے ساتہہ رشتہ دارون کے ساتہہ یتیمون کے ساتہہ غریبون کے ساتہہ ہمسایہ مین جو رشتہ مند رہتے ہون اونکے ساتہہ ہمسایہ مین جو اور لوگ ہون اونکے ساتہہ جو غیر لوگ ساتہی ہون اونکے ساتہہ مسافر غریب الوطن کیساتہہ

احسان کرو اور ایک جگہہ سورہ بقر مین فرمایا کہ غلامون کی آزادی کرانے مین مال خرچ
کرو سورہ نساء مین کتنا صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ خدا صرف شرک کو نہین
بخشنے کا اور اسکے سوا جتنے گناہ ہین اگر چاہیگا اونکو بخش دیگا ایک اور جگہہ کس خوبی سے
کلیہ قاعدہ بتایا ہے کہ جسنے تابعداری سے اپنا منہہ خدا کے سامنے کیا اور وہ نیکی کرنیوالا ہے تو اوسکا ثواب
اوسکے پروردگار کے پاس ہے اور نکو کچہہ خوف نہین اور نہ وہ غمگین ہونگے بس یہہ تمام آیات اور
اونکی مانند اور بہت سی آیتین آیات محکمات ہین الخ ج خالصاحب بہادر نے اصول مذہب اسلام کو
ان دو باتون پر منقسم کیا ہے جیساکہ خود صراحت کر دی یعنے توحید اور اعمال حسنہ
اور اونہین دونون باتون کے بہر تفصیل کر دی آپ نے پادری عماد الدین کی کتاب
نغمہ طنبوری ملاحظہ کی ہے اوسمین شیعہ مذہب کے مجتہد لکھنو سے یہی مباحثہ کیا گیا تھا
کہ اپنی پیغمبر کا شفیع ہونا قرآن سے ثابت کرو پس اوس کتاب مین فقط خدا کی واحد
پر ایمان لانے اور اعمال حسنہ سے نجات ہونیکی بحث ہے خالصاحب بہادر کے ذہن
نشین ہوگیا ورنہ محمد الرسول اللہ (سورہ فتح) کیا آیات محکمات مین نہین ہے
اور کیا یہہ آیت بہی محکمات مین سے نہین ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی
یحببکم اللہ (آل عمران ع ۱۱) جسکی تفسیر سے آپ بالکل چشم پوشی کر گئے دیکھو
(دیکہو صفحہ ۱۴ مین آیت ۲۹) اور کیا توحید پر ایمان بے اتباع پیغمبر ہی ہو سکتا
ہے کیونکہ اگر وہ پیغمبر جسنے خدا کی واحد ہونیکی خبر دی دعوے رسالت مین صادق
نہ سمجہا جائے تو خدا کے واحد ہونیکا اور کیا ثبوت ہے مگر آپ نے اسلیئے ان
آیتونکو محکمات مین شامل نکیا کہ رسالت و پیغمبری آپ کی نظر مین کسیکی لیئے مخصوص
نہین ہے چنانچہ تفسیر سورہ بقر کے صفحہ ۲۸ مین آپ فرماتے ہین کہ لوہار بہی اپنے
فن کا امام یا پیغمبر ہوسکتا ہے انتہے اور اسلیئے ہی آپ اس سے چشم پوشی کر گئے کہ
آپ کو خود دعوے پیغمبری ہے بلکہ سب پیغمبرون سے افضل ہونیکا آپ کو دعوی ہے
اور آپ کی رسالت کا ذکر کلام الہی مین نہین ہے اگر اور انبیاء علیہم السلام کیطرح
آپ کا بہی ذکر قرآن مجید مین ہوتا تو آپ اوسیکو سب سے پیشتر آیات محکمات مین
مخصوص کرتے اور چونکہ آپ کی رسالت کا ذکر قرآن مجید مین نہین ہے اسلیئے
ضرور ہوا کہ آپ اور سب انبیاء علیہم السلام کی رسالت کو بہی لوگونکی نظر مین بیقدر

کرین اور دلائل قویہ قطعیہ سے اپنی رسالت کو سب انبیا و علیہ السلام کی رسالت سے افضل ثابت کرین تا کہ اس طریق سے سب لوگ آپ کے پیغمبری کا یقین کرین ہمین ہدایات قرانی کے حاجت مند نہین کیونکہ بدیہیات کے لئے کسی دلیل و سند کی حاجت نہین ہوتی ہے چنانچہ تہذیب الاخلاق مطبوعہ من ابتدای ماہ جمادی الاول لغایت ماہ رمضان ۱۲۹۶ ہجری صفحہ ۵۵ مین آپ فرماتے ہین کہ یہہ بہی انسان کا ایک طبعی امر ہے کہ صرف خیالی چیز سے نہ اوسکو محبت ہوتی ہے نہ اوسکے طرف توجہہ ہوتی ہے نہ دل رجوع ہوتا ہے گو کہ کچہہ دیر آنکہہ بند کرکے اوس خیالی شے کا تصور باندہے مگر جب آنکہہ کہلے تو معلوم ہوا کہ کچہہ نہتا پوری توجہہ جب ہی ہوتی ہے جبکہ اوس خیالی شے کا کوئی نشان اصلی یا فرضی اوسکے سامنے موجود ہو اور وہ اوسکو آنکہہ سے دیکہہ سکتا ہو ہات سے چہو سکتا ہو یہہ امر درحقیقت بت پرستی کی جڑ ہے مگر یہہ خیال انسان کیلئے ایسا امر طبعی ہے کہ وہ لوگ بہی جو اوس لا معلوم اور بیچون و بیچگون قوت کے پوجنے والے تہے جنہون نے اوسکو علۃ العلل جمیع کائنات کا خیال کرکے پوجنا شروع کیا اور جسکا نام یہوہ اور الله رکہا تہا وہ بہی کسی مادی شی کا نشان قایم کرنیسے بچ نہ سکے نہ حضرت ابراہیم اوس سے بچے جنکا نصب کیا ہوا پتہر اتبک مسلمانون کے مذہب مین یمین الرحمن کہلاتا ہے اور نہ حضرت اسحاق و یعقوب بچے جو بن گہڑا پتہر کہڑا کرکے اوسپر تیل ڈالتے تہے نہ حضرت موسی اور داؤد اور سلیمان بچ سکے جنہون نے بارہ پتہر بارہ قومون کے کہڑے کرکے خدا کی عبادت کیلئے اوسپر تیل ڈالا اور خیمہ عبادت اور تابوت سکینہ اور بیت المقدس بنایا آنحضرت صلعم نے بہی اگرچہ کہول کہول کر بتا دیا کہ یہہ جو کچہہ ہے اوسی بے نشان کا نشان ہے مگر کوئی خاص سمت اور خاص گہر اوس بے نشان کیلئے نہین ہے تاہم اوس رسم کو موقوف نہین کیا جسکے سبب ہم مسلمانون مین بیت الحرام قایم ہے الخ یعنے آنحضرت صلعم خود بہی اوسی بت پرستی مین مبتلا رہے اور آجتک سب مسلمانونکو بہی اوسی بت پرستی مین مبتلا رکہا کیونکہ اوس رسم کو موقوف نہین کیا جسکے سبب مسلمانونمین بیت الحرام قایم ہے پہر صفحہ ۵۶ اوسی تہذیب الاخلاق مین آپ فرماتے ہین کہ بت پرست اپنی مورتونکو خدا کے نشانی نہین کہتے بلکہ دیوتاؤن اور دیبیون کی نشانیان بتاتے

ساری تفسیر کی جواب کیلئے کافی ہے کیونکہ ساری تفسیر لکھنے سے اونکا مقصود یہہ ہین ہی
کہ اونکے دلائل ابطال معجزات وغیرہ کو ہی صحیح جانے بلکہ وہ اپنے نزدیک بہر حال اون
احکام اور معجزات وغیرہ کو قرآن مین محض لغو وہ طوفان اور غیر صحیح جانتے ہین پس مقصود
خانصاحب بہادر بہر حال ہر طرح کے معجزات اور خلاف عقل باتون الہام و وحی
وغیرہ کو باطل کرنا ہے مگر قرآن کی تفسیر لکھنے ہین وہ مصلحت یہہ سمجھے ہین کہ قرآن ہی
سے بذریعہ تاویلات مردم فریب اور بہتانات سراسر مکر و ریب اگر ان سب باتون کی
تکذیب ہو جاوے تو یہہ طرز مسلمانون مین اثر پیدا کرنے اور اونہین دہوکا دینے کا
عمدہ ہوگا یہہ مضمون خانصاحب بہادر نے تہذیب الاخلاق مین اپنی کسی دوست کیطرف
سے چہاپا ہے تاکہ اپنے منشاء دل کو سب پر ظاہر کر دین اور اس ابطال رطب
و یابس قرآن کیوجہہ یہہ ہے کہ خانصاحب بہادر کو چونکہ دعوی پیغمبری ہے بلکہ اپنی ذات
مین عدم شائبہ بت پرستی کیوجہہ سے وہ خود کو انبیاء علیہم السلام سے افضل جانتے ہین
اسلئے اوسے تہذیب الاخلاق کے صفحہ ۷۵ مین وہ صاف فرماتے ہین کہ بس یہہ
خیال کہ فقط فلسطین و عرب مین پیغمبر آئے جہوٹہا اور بیہودہ ہے ہندوستان کے
پیغمبر پر ایمان لانیسے نجات ملیگی انتہی اور محمد رسول اللہ یا اس قسم کے اور آیتین
اسیلئے محکمات مین آپ نے شامل نہین کی ہین اور اس سے ثابت ہوا کہ آپ
کے نزدیک وہ متشابہات مین سے ہین جو علم اور معلومات کی ترقی کے زمانہ مین
اب سمجہہ مین آئین کہ سب انبیاء علیہم السلام سے قطع نظر کر کے ہندوستانکے پیغمبر پر
ایمان لانا چاہئیے پس نیچر کے خاص منفعت تو یہہ تہی جو تہذیب الاخلاق سے نقل کی گئی
اب نیچر کے لغوی معنے بہی معلوم کر لینا ضرور ہے اسکول ڈکشنری مطبوعہ کلکتہ اسکول بک
سوسائیٹی ۱۸۶۴ع صفحہ ۹۸ کالم ۲ مین جسے بچے تک پڑہ سکتے ہین نیچرل کے معنی طریق
نازک حرامی اب نازک سمجہہ جاو کہ کس قسم کی اہل کشمیر ہوتے ہین اور رائل اسکول
ڈکشنری مطبوعہ لکہنو امریکین میتہوڈسٹ مشن پریس صفحہ ۱۴۸ کالم ۲ مین نیچرل کے
معنے ضعیف البنیاد اور اکرو ڈکشنری مطبوعہ لندن ۱۸۶۰ع صفحہ ۳۴۳ وو بسٹرس
ڈکشنری مین نیچرل کے معنے فول ایڈیٹ اب فول کے معنے رائل اسکول ڈکشنری کے
مین یہہ ہین احمق نادان مسخرہ اور ایڈیٹ کے معنے احمق بیوقوف الو پس جبکہ نیچری فرقہ کی اصل حقیقت یہہ ہو تو اون فرقے

ایسی تفسیر کا لکھا جانا کوئی تعجب کی بات نسمجھیگا

(صفحہ ۵) قولہ ذات باری کی تعبیر بجز اسکے کہ موجود واحد لاند ولاشریک ہے و لیس کمثلہ شئی نہ آیات محکمات سے ہوسکتی ہے اور نہ آیات متشابہات سے اسلئے قرآن مجید مین جابجا اوسکے صفات کو بیان کیا ہے مگر جہان جہان صفات باری بیان ہوئے ہین وہ سب از قبیل آیات متشابہات کے ہین الخ ج اب زیادہ تر واضح ہوا کہ قرآن مین جہان ذکر حضرت رسول اللہ صلعم کا آیا ہے وہ آپ کے نزدیک از قبیل متشابہات ہے کیونکہ جب صفات جناب باری کو آپ متشابہات سمجھے تو پیغمبر کی صفات پر محکمات کا اطلاق کب ہوسکتا ہے اسکی یہی وجہہ ظاہر ہے کہ آپ کے عقیدہ مین کوئی فی الحقیقت خدا نہین ہے جسطرح کہ پیغمبر کی نسبت یہی آپکا گمان ہے کیونکہ جب صفات باریتعالی از قبیل متشابہات ہوئی اور متشابہات کا مطلب جب علم اور معلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے تب سمجھہ مین آتا ہے (دیکھو اسی تفسیر کا صفحہ ۳) پس از روئے قرآن مجید جیسا خدا کو مسلمان آجتک سمجھتے آئے ہین وہ اس ترقی علم و معلومات کے زمانہ مین قابل اعتبار نرہا

(صفحہ ایضاً) قولہ حی لایموت کی الفاظ سے ہمکو اوسے زندگی اور موت کا خیال آتا ہے جو ہم انسانون اور حیوانون مین دیکھتے ہین حالانکہ ذات باری اوس حیات و ممات سے جسکو ہم جانتے ہین بری ہے سمیع و بصیر و علیم ہونے کے صفات کو بجز اوس قوت اور حس کے جو ہمکو بذریعہ کانون اور آنکھون اور بعد وجود معلومات کے اونکی ادراک سے حاصل ہوتی ہے اور کچھہ نہین جانتے حالانکہ ذات باری اس قسم کے صفات سے بری ہے رحم اور غضب و قہر سے ہم اونہین صفات کو سمجھتے ہین جو ہمارے دلکو کسیکی حالت زار دیکھہ کر لاحق ہوتی ہین اور ہمارا دل اوس سے متاثر ہوکر مضطر اور رقیق ہوجاتا ہے الخ ج مطلب یہہ کہ لفظ اللہ و خدا کو بھی اسی قبیل سے سمجھنا چاہیئے کہ یہہ نام فقط انسانی محاورہ مین رکھہ لئے گئے ہین ورنہ دراصل کچھہ نہین ہے کیونکہ صفحہ ۲ مین آپ محکمات اور متشابہات کی صفت یہی فرماچکے ہین کہ محکم اوس بات کو کہتے ہین جو ایسے صاف ہو جس سے ایکہی مطلب سمجھہ مین آوے اور دوسرے مطلب کو نہ آنے دے اور متشابہ اوس بات کو کہتے ہین جسکے کئی مطلب

سمجھہ مین آتی ہون الخ پس الٰہ کے معنے بت کے ہی لغت مین مندرج ہین اسوجہہ سے
یہہ ہی از قبیل متشابہات ثابت ہوا اور اسیوجہہ سے آپ تہذیب الاخلاق مین فرما
چکے ہین کہ ان لوگون نے اوسکا نام ہبل وغیرہ اور اللہ رکھا تہا الخ چنانچہ پیشتر عرض کر چکا
ہون لیکن یہہ ساری تمہید آپ کی محض بیمعنے ہے خدا کی صفات جس جگہہ اور جس
محل پر ہون کبہی از قبیل متشابہات نہین ہوتی اور جبکہ صفات باریتعالی اجسپر عرفان
حقیقی کا مدار ہے متشابہات سمجھے جائین جنکا سمجھنا بقول آپ کے ترقی علم و معلومات کے
زمانہ پر منحصر ہوتا ہے تو اس سے ثابت ہوگا کہ ابتدای اسلام سے سیکڑون برسون
تک نہ پیغمبر نے خدا کو پہچانا تہا اور نہ کسی اُمتی نے نہ اوسکی تنقیح ہوئی کہ وحی کہان سے
آتی ہے اور نہ اسکے کہ وحی بہیجنے والا کون ہے پس تمام انتظام دین اسلام یہین سے
درہم و برہم ہوگیا اور قوی شک پیدا ہوا کہ یہہ الہام خدا کیطرف سے تہا یا شیطان
کیطرف سے کیونکہ جسنے بذریعہ وحی والہام اپنے مرضیات کو پیغمبر پر ظاہر کیا وہ
اونہین صفات کے سوا جنہین آپ تسلیم نہین کرتے اور کسی صفت سے پہچانا نہ گیا پس
اگر ہم انہین صفات کو صحیح اور واقعی صفات باریتعالی نجانین تو اور کیا ذریعہ عرفان
اسکے تنقیح کیواسطے ہو سکتا ہے بیشک زین نیست کہ اوسکا عرفان اونہین صفات مذکورہ
بالا مین محدود نہین ہے بلکہ وہ اس سے کہین برتر اور بالا ہے لیکن ہماری تحصیل عرفان
کیلئے اوسنے اس سے زیادہ اپنے صفات معلوم کرانیکی ضرورت نہین سمجھی پس ہماری
لئے یہی کافی ہے کہ ہم اوسے سمیع و بصیر و علیم وغیرہ جانین اور یہہ ہمنے کب کہا کہ وہ سمیع و
بصیر ہے انہین کانون اور آنکھون سے جیسے کہ ہمارے کان اور آنکھین ہین اسوجہہ سے
یہہ متشابہات نہین بلکہ عین محکمات ہین کیونکہ اگر صفات باریتعالے متشابہات ہون
تو وہ سب احکام ہی جو بیان محکمات مین آپ نے لکہے ہین لامحالہ متشابہات سمجھے جاوینگے
پس قرآن مین کچہہ محکمات نرہے سب متشابہات ہو گئی اور احکام صوم و صلوۃ و حج و زکوۃ
وغیرہ سے اور ہی مراد ہین قایم ہو جائینگی اور دین اسلام بعینہ نیچری مذہب نجاسے آپ اتنا
ہی نسمجہے کہ اگر سمیع و بصیر اوسکے خاص صفت نسمجہین تو خالق و رازق ہی اوسکے سوا کسی
دوسرے کو سمجھنے پڑینگے کیونکہ یہہ ہی اوسکے اسماء صفات مین سے ہین اور جبکہ
اوسنے خود اپنے کلام مین اپنی یہی صفات ہمین تعلیم فرمائی ہین تو ہم کیون اوسے

ایسا ہی سمجھین کہ وہ سمیع ہے اور بصیر مگر آپ اسلئے ان اسمار کو تسلیم نہین کرتے تا سب لوگ جانین کہ یہہ نام خدا کی انبیار علیہم السلام نے اپنی عقل سے بنائی ہین نہ یہہ کہ الہام سے اور یہہ قیاس مقتضے اسکا ہوا کہ الہامی کتابون کو بھی اسی طرح انسانون کے بنا ہی ہوئی سمجھین کیونکہ جب اسمار الہی انسانون کی طبع زاد ثابت ہون تو وہ کتابین جنمین سے یہہ اسمار معلوم کی گئی خواہی نخواہی انسانی تصنیف ثابت ہونگے۔

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** حشر اجساد نعیم جنت عذاب دوزخ کا جن آیتون مین بیان ہوا ہے وہ سب آیتین متشابہات مین سے ہین الخ **ج** اسکا بھی وہی جواب ہے جو گزر چکا۔

(**صفحہ ۶**) **قولہ** نعیم جنت و عذاب دوزخ کے لذائذ و الام جو قرآن مجید مین بیان ہوئی ہین اونکے کیفیت بجز اسکے جو ہم اپنی جسمانی حالت مین پاسکتے ہین اور کچھہ سمجھہ نہین سکتے اور اسمین کچھہ شبہہ نہین کہ وہ حالت اس جسمانی حالت سے مغایر ہوگی پس وہ تمام آیات متشابہات ہین جنکے کے مطلب سمجھہ مین آتی ہین اور اصلی مقصود متعین نہین ہوسکتا الخ **ج** جب اصلی مقصود متعین نہین ہوسکتا تو یہہ کیونکر سمجھہ مین آگیا کہ وہ حالت اس حالت جسمانی کے مغایر ہوگی

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** یا اونمین ایسے مطالب ہین جو انسان کی حس سے خارج ہین اور بطور تمثیل کے بذریعہ آیات متشابہات بیان ہوئی ہین جن لوگون کے دلونمین کجی ہے وہ خرابی ڈالنے کے لئے اونکے پیچھے پڑے رہتے ہین اور اونکی غلط تاویل کرتے ہین الخ **ج** جب وہ مطالب انسان کی حس سے خارج ہین تو ایسی بیان سے فایدہ کیا ہوا کیونکہ یہہ تو معلوم ہوا کہ ان تمثیلات کا اصل مطلب کچھہ اور ہے جو معلوم نہین ہے پس تمثیلات کا ظاہر مطلب بے اصل ہوا اور باطنی مطلب لامعلوم اب ان تمثیلات سے نتیجہ کیا نکلا اس سے چارہ نہین ہے کہ ان سب باتونکو جنھین آپ متشابہات جانتے ہین محکمات یقین کرین کیونکہ اگر اونکے ظاہری معنی کو چھوڑ کر باطنی معنے کی تلاش مین پڑین جنکا معلوم ہونا ناممکن ہے تو پھر وہ ظاہری معنی کسلئے ہین اور جبکہ آپ جانتی ہی کہ جن لوگون کی دلون مین کجی ہے وہ خرابی ڈالنے کے لئے انکی پیچھے پڑے رہتے ہین تو پھر آپنے اتنا طول کلام کیون کیا اور پیشتر ہی اتنا سمجھکر خاموش

کیون نہو رہے
(صفحہ ۱۲) قولہ ۔ ۲ لا تتخذ المومنون اس آیت کی نسبت مسلمان عالمون
نے بہت بحث کی ہے اور متعدد محل نکالے ہین مگر تمام آیت پر غور کرنیسے ظاہر ہے
کہ اسمین کافرون کیا تہہ محبت یا دوستی فی الدین ممنوع ہے یعنے کافرون سے
اسوجہہ سے دوستی ومحبت کرنے کہ اونکا دین اچہا ہے منع بلکہ کفر ہے اور اسکے سوا اور
قسم کی دوستی ومحبت ممنوع نہین ہے یہہ تخصیص خود اس آیت سے ظاہر ہے کیونکہ اس
مین فرمایا ہے ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شئ جس سے اوس دوستی کرنیوالے کا
کفر لازم آتا ہے اور یہہ ہو نہین سکتا جبتک کہ وہ محبت منجر بکفر نہو اور وہ منجر بکفر نہین ہوسکتی
جبتک کہ تحسین فی الدین نہو الخ ج یعنے سوا تحسین فی الدین کی اور قسم کے دوستی
ومحبت ممنوع نہین ہے لیکن اور قسم کی محبت ودوستی بہی ممنوع ہوتی ہے جیسے غیر دین
والی کی محبت ودوستی مین اپنی قوم کو بیوجہہ ضرر پہونچانا یا غیر دین والون کی خاطر
اور دوستی مین اگرچہ وہ دنیوی طور پر ہو اپنی دین کی بیخ کنی کرنا علاوہ اسکے وہ
دوستی بہی جو محض اپنے دنیوی نفع کے لئے ہو کسیطرح قرآنی تعلیمات سے ثابت نہین ہے،
بلکہ اسطرح دوستی کرے جس سے دین اسلام کی خوبی اور نیک نیتی اور تمام قومون کی
نیک خواہی اور بندگان خدا پر شفقت ظاہر ہو نہ یہہ کہ محض خودغرضی اور مطلب برآری
پر نظر ہو کہ یہہ صریح بدنامی تعلیمات اسلام ہے مثلاً کوئی شخص ہزارون روپیہ گورنمنٹ
انگریزی سے پاتا ہو اور ہر طرح اوسکی عزت وتوقیر سلطنت انگریزی مین بڑہائی گئی
ہو ایسی حالت مین اوسکی محبت اور دوستی انگریزون کیساتہہ منتج نیک صفتی تعلیمات اسلام
نہوئی بلکہ محض اپنے ہی قیام وبقائے عزت وفوائد کی تدبیر ظاہر ہوئی اور احتمال ہوا کہ بعد
فقدان اسباب منفعت وہ اسیقدر اپنے محسن کا مخالف ہوگا جتناکہ اب موافق اور معاون
ہے پس یہہ قالو جی پن ہرگز از روئے اسلام جایز اور درست نہین ہے ان اللہ لا یحب
الخائنین یعنے اللہ کو خوش نہین آتی دغاباز (انفال ۶۷)
(صفحہ ۱۳) قولہ اصل یہہ ہے کہ جب مسلمان کافرآن مکہ کے پنجے مین پہنس جاتے
تہے تو وہ اونکو ایذا دیتے تہے اور اسلام سے پہیر کر پہر اپنے ساتہہ شامل کرنا چاہتے تہے
اس مصیبت کے سبب یہہ حکم نازل ہوا ہے جسمین یہہ ہدایت ہے کہ کافرون سے دوستی

ومحبت فی الدین مت کرو لیکن اگر اونکے شر سے بچنے کے لئے بچاؤ کر لو تو کچھ گناہ نہین ہے کیونکہ دل کے بات اور ظاہر کی بات سب خدا جانتاہے یہہ آیت مثل سورہ نحل کے آیت کی ہے جہان کافرون کے عذاب کی لنسبت خدا نے فرمایاہے کہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان الخ **ج** آپ نے فرمایا کہ کافرون سے دوستی ومحبت فی الدین مت کرو لیکن اگر اونکے شر سے بچنے کے لئے بچاؤ کر لو تو کچھ گناہ نہین ہے الخ اگرچہ آیت مین جسکی تفسیر آپ لکھتے ہین کافرون کے شر سے بچاؤ کرنیکا کہین ذکر نہین ہے لیکن آپ کے اس اجتہاد کا اتقیاد بہی مجھی بہرحال ناگزیر ہے اور اسلئے اس التماس سے چارہ نہوا کہ کیا آپ کے فلسفی خیالات سمجھہ سے ہین کہ کافرون کے شر سے بچنے کے لئے بچاؤ کرلینا آپ مصلحت سمجھتے ہین حالانکہ بظاہر مین کوئی شر کافرون کیطرف سے نہین دیکھتا ہون پہر اس بچاؤ کرنے کی کیا ضرورت تہی علاوہ اسکے آپ فرماتے ہین کہ کافرون سے دوستی ومحبت فی الدین مت کرو لیکن اگر اونکے شر سے بچنے کے لئے بچاؤ کرلو تو کچھ گناہ نہین ہے الخ پس یہہ لیکن کا لفظ کیا اسکے سوا کچھ اور ظاہر کرتاہے کہ کافرون کے شر سے بچنے کیلئے فی الدین اونسے محبت کرکے بچاؤ کر لو تو کچھ گناہ نہین ہے کیونکہ آپ کا حاصل مطلب تو یہی ہے کہ کافرون سے دوستی ومحبت فی الدین جائز نہین ہے لیکن اونکی شر سے بچنے کیلئے اونسے دوستی ومحبت فی الدین جائز ہے۔

(صفحہ ۱۴) قولہ اوسی تفسیر (کبیر) مین الا ان تتقوا منہم تقاۃ کی ذیل مین ایک قصہ لکھاہے کہ آنحضرت صلعم کی دو صحابیون کو مسیلمہ کذاب نے پکڑ لیا مسیلمہ کہتا تہا کہ قوم قریش کیلئے تو محمد صلعم پیغمبر ہین اور بنی حنیفہ کیلئے مین پیغمبر ہون اوسنے ایک صحابی سے پوچھا کہ محمد پیغمبر ہین اونہون نے جواب دیا کہ ہان ہان ہان پہر اوسنے پوچھا کہ مین بہی پیغمبر ہون اونہون نے کہا کہ ہان جب دوسرے صحابی سے پوچھا کہ محمد پیغمبر ہین اونہون نے کہا کہ ہان اور جب یہہ پوچھا کہ مین بہی پیغمبر ہون تو اونہون نے کہا کہ مین بہرا ہون اوسپر مسیلمہ نے اونکو مرواڈالا جب آنحضرت صلعم کو یہہ خبر پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ یہہ تو اپنے یقین پر مارا گیا اور اوسنے رخصت پر عمل کیا الخ **ج** یہان کئی باتین غور کرنیکے قابل ہین کہ ان دونون صحابیون مین سے پہلا جسنے کہا کہ ہان ہان ہان اور دوسرا جسنے کہا کہ مین بہرا ہون ان دونون نے حضرت رسول اللہ صلعم کے

مقابل مین مسیلمہ کو دعوے رسالت مین جہوٹہا ثابت کیا جبکہ پہلے صحابی سے نے تین دفعہ
ہان کہنے کے بعد اوسکے واسطے ایک دفعہ ہان کہا کیونکہ تواتر کے مقابل مین خبر احاد
پایہ اعتبار سے ساقط ہوتی ہے اور دوسرے صحابی سے نے جو ایک دفعہ حضرت رسول
اللہ صلعم کیواسطے ہان کہا اوسکے مقابل مسیلمہ کیواسطے اوسکی زبان پر کوئی ہان نہی اور
غیر حالت معارضہ مین ایک دفعہ ہان کہدینا اعتبار کے سلئے کافی ہوتاہے پس ان
دونون مین سے جو اپنے یقین پر مارا گیا اور جسنے رخصت پر عمل کیا کوئی بہی مسیلمہ کی نبوت
پر اقرار کرنیوالا نتہا مگر واسے برحال بانی فرقہ نیچر کے جو تہذیب الاخلاق مطبوعہ من ابتداے
ماہ جمادی الاول لغایت ماہ رمضان ۱۲۹۶ھ مین فرماتے ہین کہ یہہ خیال کہ صرف فلسطین
اور جزیرہ عرب ہی مین پیغمبر آئے تہے ایسا بیہودہ خیال ہے جیسے نیچر اور بانی اسلام اور
قرآن سب جہوٹہا اور غلط بتاتے ہین ہندوستان کے پیغمبر پر بہی ایمان لانا چاہئیے تہے
چنانچہ اس کتاب مین در جواب صفحہ ہ تفسیر لکہہ چکا ہون اور راس لفظ بانی اسلام پر غور کرنا
چاہیے کہ فلسطین اور جزیرہ عرب کے پیغمبرون کیواسطے جو لفظ پیغمبر آپ نے لکہا ہے
اسے تو بیہودہ خیال اور جہوٹہا اور غلط آپ فرماتے ہین اور حضرت رسول اللہ صلعم کی نسبت
لفظ بانی اسلام پر اکتفا کیا گیا تاکہ یہان مخصوص پیغمبری کی بحث مین آنحضرت صلعم کو پیغمبر
نہ کہنے پڑے مگر ہندوستان کے پیغمبر کی نسبت لفظ پیغمبر صفائی کیساتہہ ارشاد ہوا اسکے
سوا فلسطین اوس سرزمین کا نام اوسوقت تک تہا جبتک کہ ایک قوم مغضوب علیہ وہان
آباد تہی اور بعد اوسکے وعدہ کا ملک یا سرزمین اسرائیل یا ملک یہودیہ یا پاک زمین
یعنے ارض مقدس اوسکا نام ہوا اگر آپ سے نے فلسطین اس محل پر اسلئے فرمایا کہ فلسطی
بت پرستون کی مانند آپ کی نظر مین انبیاء علیہم السلام ہی تہے دوسرے یہہ کہ اگرچہ
اون دونون صحابیون مین سے ایک سے نے مسیلمہ کیواسطے ایک بار ہان کہا مگر حضرت
رسول اللہ صلعم کی رسالت برحق کا دونون نے برملا اقرار کیا مگر خانصاحب بہادر کی
تہذیب الاخلاق مین حضرت رسول اللہ صلعم اور سب انبیاء علیہم السلام کو بت پرست
اور بت پرستون سے بہی بدتر بزعم خود ثابت کرتے ہین چنانچہ یہہ بہی صفحہ ہ کے جواب
مین پیشتر لکہہ چکا ہون تیسرے یہہ کہ اون دونون کو اپنی سلامتی کیواسطے مسیلمہ کی منظور
نظر ہوجانا اوسوقت مقتضائے مصلحت تہا تب ہی اونہون سے نے اپنے پیغمبر سے کسطرح انکا

نہین کیا مگر خانصاحب بہادر کو اندلونن کے منظور نظر ہو جانیکی ضرورت ہوئی جو قرآن کی ایسی تفسیر بلا خیر لکہنے بیٹھے اور حاصل مطلب اس تمام طول کلام کا یہہ ہے کہ مسیلمہ نے آپہی کی اس عبارت کے بموجب کہین حضرت رسول اللہ صلعم کی رسالت کا انکار نہین کیا اگرچہ اوس نے اپنی رسالت کا بہی دعوی کیا پس حضرت رسول اللہ صلعم کی رسالت تو اوسکے اقرار سے ہی ثابت رہی اور آنحضرت صلعم کے ارشاد کے بموجب مسیلمہ کی رسالت ثابت نہوئی مگر آپنے اگرچہ مسیلمہ کیطرح اپنی رسالت کا دعوی کیا مگر آنحضرت کی رسالت کا اقرار نکیا جبکہ تمام شرائع اسلام مثل توجہہ سمت قبلہ اور حج اور صوم اور حجر اسود اور کعبہ وغیرہ اور نزول وحی اور ملائکہ وغیرہ کا صریح ابطال فرمایا جیسا کہ صفحہ ۲ تفسیر کی جواب مین لکہہ چکا ہون اور تنقیح البیان کی جلد اول مین اسکا مفصل بیان ہے پس مسیلمہ کذاب کے حال سے آپکا حال بہت ترقی کیا ہوا ثابت ہوا

(صفحہ ۱۵) قولہ پس ان تمام روایتون کا نتیجہ یہہ ہے کہ کفار سے محبت اور دوستی من حیث الدین ممنوع ہے اسکے سوا کسی قسم کی دوستی اور معاشرت و محبت و وفاداری اور امداد اور کسیطرح کی راہ و رسم مذہب اسلام کی رو سے ممنوع نہین ہے الخ **ج** اسکا جواب صفحہ ۱۳ کے جواب مین دیکہو

(صفحہ ۱۶) قولہ آل عمران مفسرین نے اس بات پر بحث کی ہے کہ یہہ عمران آیا حضرت موسے و ہارون کے باپ یا حضرت مریم کے باپ اور اس امر کی قرار دینے مین اختلاف کیا ہی مگر جب تمام آیت پر غور کیا جاوے جسمین یہہ بہی ذکر ہے کہ اونکے ذریت مین سے بعضی بعض کی ذریت ہین تو کچہ شبہہ نہین رہتا کہ اس مقام پر عمران سے موسے و ہارون کی باپ مراد ہین اذ قالت امرۃ عمران یہہ نام حضرت مریم کے باپ کا ہے عیسائی مذہب کی کتابون سے ٹہیک طور پر نہین معلوم ہوتا کہ حضرت مریم کے باپ کا کیا نام تہا بعضے گمان کرتے ہین کہ ہیلے یا عیلی اونکے باپ کا نام تہا اگر وہ صحیح بہی ہو تو ممکن ہے کہ ایک شخص کے دو نام ہون الخ **ج** ہیلی نام یوسف کے باپ کا ہے (لوقا ۳ باب ۲۳) اور متی ۱ باب ۱۶ مین لکہا ہے کہ یعقوب کا بیٹا یوسف تہا پس ایک شخص کے دو نام وہ ہی اوسوقت کہ جب اون دونون نسب ناموکو زبردستی سے مطابق کرین یہی ہوئی یعنے یعقوب و ہیلی باوجود اسکے عمران کا پتا نہ لگا اور یہہ بہی کہ یہہ

دونون یوسف کے باپ قرار پائے نہ یہہ کہ حضرت مریم کے باپ بس آپ کو لازم
تہا کہ اسی پر اکتفا کرتے کہ حضرت بی بی مریم علیہا السلام نسل عمران سے تہین یا
بنت عمران جنکا نسب نامہ کہین نہونیکے سبب اسکی تنقیح نہین ہوسکتے سوا اسکے
کہ حضرت بی بی مریمؑ حضرت بی بی الیسابتؑ کے رشتہ دار تہین (لوقا ا باب ۳۶)
اور حضرت بی بی الیسابتؑ حضرت ہارونؑ کی بیٹیون یعنے اونکی نسل سے تہین کہ
محاورہ قدیم مین نسل کو ابن یا بنت کہنا عام دستور تہا (لوقا ا باب ۵) جیسے حضرت
عیسےؑ کو ابن داؤد ابن ابراہیم متی ا باب مین لکہا ہے اور حضرت ہارون ابن عمران
تہے (خروج ا باب ۲۰) پس حضرت بی بی مریمؑ بہی بنت عمران تہین کیونکہ ہر لیوی
یعنے وہ فرقہ جسمین عمران تہے اپنے ہی خاندان مین شادی کرتا تہا (خروج ۲ باب ۱)
تاکہ خاندان امامت جداگانہ بچا یا جائے اور یہہ کہ حضرت بی بی مریمؑ کے باپ کا نام
ہی عمران تہا اسکی تکذیب بہی کوئی کر نہین سکتا ہے اسوجہہ سے کہ جب کسی نسبنامہ
سے حضرت بی بی مریمؑ کے باپ کا نام غیر عمران ثابت نہین ہے تو اس سے انکار
پر بہی کوئی دلیل قایم نہین ہوسکتی بجز اسکے کہ اوسے محقق کے قول کو تسلیم کرین جسنے
اونہین بنت عمران کہا

(صفحہ ۱۸) قولہ اس امر کی نسبت کہ جب حضرت ذکریا حضرت مریم کی پاس جاتی تہے
تو اونکے پاس کہانیکی کوئی چیز دیکہتے تہے مفسرین نے عجیب عجیب روایتین نقل کی
ہین حالانکہ اس بات کی کہتے ہین کہ اللہ کے پاس سے آیا ہے یا اللہ نے بہیجا ہے
کوئی ایسی عجیب بات نہین ہے یہہ تو ایک روزمرہ کی محاورہ کی بات ہے ابو علی جبائی نے
گو کہ وہ معتزلی ہو اپنی تفسیر مین ٹہیک بات لکہی ہے جسکو تفسیر کبیر مین نقل کیا ہے کہ
اس آیت کے معنے یہہ ہین کہ خدا تعالی ایمان والون کے بات سے جو زاہد و عابد
عورتون کی خبرگیری کرتے تہے حضرت مریم کو رزق بہیجاتا تہا جب حضرت ذکریا حضرت
مریم پاس کوئی کہانیکی چیز دیکہتے تہے تو پوچہتے تہے کہ کہان سے آئی ہے اس تفسیر
پر جو ابو علی جبائی رحمۃ اللہ علیہ نے کی حضرت مریم کا یہہ جواب کہ ہو من عند اللہ
یرزق من یشاء بغیر حساب بالکل صحیح و درست اور روزمرہ کے محاورہ کے
مطابق ہوتا ہے الخ **ج** کیا خدا کے کلام مین فضول روزمرہ کی باتین ہی جنکا

کچھہ نتیجہ نہو درج ہوا کرتی ہین حضرت بی بی مریم کے معمولی خوراک جو ہیکل کے مصارف سے ملتی تہی اوسے دیکھہ کر حضرت زکریا کو تعجب کا کیا محل تہا اور اوسے پوچھنے کی کیا ضرورت ہتی کیونکہ وہ اوسے ہیکل کے امام اور وہان کے دستور کو خوب جانتے تہے کہ یہان کے عزلت نشینون کو حسب دستور قدیم خوراک ہمیشہ دیجاتی ہے اور جبکہ باوجود جاننے اور سب وہان کی عابدون کی پرورش ہمیشہ اپنے آنکھہ سے دیکھنے کی اونہون نے حضرت بی بی مریم سے پوچہا تہا تو یہہ بیکار گفتگو خدا کی کلام مین ذکر کرنیکی لایق کیا تہی اس سے ظاہر ہے کہ وہ خوراک حضرت بی بی مریم کے پاس کچھہ معمولی غذا کے علاوہ تہی جسے دیکھہ کر حضرت زکریا کو تعجب ہوا اور پوچھنا لازم جانا جسکا جواب یہہ ملا کہ ہون عند اللہ یعنے یہہ ہیکل کے مصارف سے نہین بلکہ غیب سے ہے علاوہ اسکے ہیکل سے مقررہ خوراک کو تو حضرت زکریا خوب پہچانتے تہے کہ وہان کے لنگر مین یہہ کہانا پکایا جاتا اور عزلت نشین عابدونکو تقسیم ہوتا ہے بلکہ حضرت زکریا خود بہی بوجہہ امامت ہیکل اوسے خوراک مین سے بلاناغہ تناول فرماتے تہے پہر کون دانشمند اسکا یقین کر سکتا ہے کہ اوسے معمولی کہانیکو حضرت زکریا حضرت بی بی مریم کے پاس دیکھہ کر پوچھتے تہے کہ یہہ کہان سے آیا بہلا یہہ بہی کوئی عقل کی بات ہے ایسا تو کوئی دیوانہ ہی نہین کر سکتا ہے معلوم نہین کہ ابو مسلم جبائی وغیرہ نے اور آپ نے یہہ اپنی عقل کیموافق مضمون پیدا کیا تہا یا حضرت زکریا کی عقل بہی آپ ایسی سمجہے جیسے کہ آپ کی عقل ہے

(صفحہ ۱۹) قولہ یہودی حضرت یحیٰ کو پیغمبر نہین مانتے الخ **ج** اسپر بہی کوئی کتابی دلیل نہین ہے بلکہ کتاب سے تو ثابت ہے کہ یہودی حضرت یحیٰ علیہ السلام کو نبی جانتے تہے دیکہو متی ۱۴ باب ۵ ہیرودیس نے چاہا کہ اوسے یعنے حضرت یحیٰ کو مار ڈالے پر عوام سے ڈرا کیونکہ وہ اوسے نبی جانتے تہے انتہیٰ اور متی ۲۱ باب ۲۶ مین ہے کہ سب یوحنا کو نبی جانتے تہے انتہیٰ اور اسیطرح لوقا ۲۰ باب ۶ مین بہی ہے یہان عوام اور سب سے مراد یہودی ہین پس اگر اسی تسلیم نکرین تو کیا انجیل مین جہوٹہہ لکہا ہے آپ تو تفسیر سورہ بقر کے صفحہ ۸ مین اقرار کر چکے ہین کہ مین اس بات کا قائل نہین ہون کہ یہودیون اور عیسائیون نے اپنی کتب مقدسہ مین تحریف لفظی کی ہے اور نہ علما ر متقدمین و محققین اس بات کی قائل تہی انتہیٰ اب یا اپنے جہوٹہہ کے قائل ہو جئے

یا انجیل نویسون کی جہونٹہ کی

(صفحہ ایضاً) قولہ علماء اسلام کی عادت ہے کہ یہودیون اور عیسائیون کی ایسی باتونکو جو اونکے خیال کے مخالف ہون بلا عذر تسلیم کر لیتے ہین اس آیت مین کلمہ کا لفظ آیا ہے اور حضرت مسیح کی نسبت بہی کلمہ کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے پس مفسرین نے لکہہ دیا کہ مصدقاً بکلمۃ من اللہ سے یہہ مراد ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی بشارت دینگی یا حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرینگی حالانکہ حضرت عیسیٰ خود اوس زمانہ مین موجود تہے الخ

ج خالفاحب بہادر نے مصدقاً بکلمۃ من اللہ کا ترجمہ اسطرح کیا ہے کہ ملنے والا اللہ کے کلمہ یعنے اللہ کی کتاب کا الخ اسوجہہ سے آپ اسلامی مفسرونکو ملامت کرتے ہین کہ کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰ نہین ہین حالانکہ قران ہی مین یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح ابن مریم موجود ہے یعنے بشارت دیتاہے تجکو ساتہہ ایک بات کے اپنی طرف سے نام اوسکا عیسیٰ مسیح بیٹا مریم کا انتہے اب فرمائیے کہ کلمہ کا اطلاق کتاب کیطرف ہے یا حضرت عیسیٰ کیطرف اور کیا انجیل مین نہین ہے کہ کلام مجسم ہوا (یوحنا اباب ۱۴) پہر علماء اسلام نے خطا کیا کی جو لکہہ دیا کہ مصدقاً بکلمۃ من اللہ سے یہہ مراد ہے کہ وہ یعنے حضرت یحیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تصدیق کرینگے کیونکہ آپ بہی تو صفحہ ۲۰ مین فرماتے ہین کہ ممکن ہے کہ حضرت یحیٰ نے کہا ہو کہ میرے بعد جو ہونیوالا ہے یعنے حضرت عیسیٰ جنکو غالباً وہ اپنا جانشین تصور کرتے ہونگے مجہہ سے برتر ہے الخ یہہ غالباً اپنا جانشین تو آپکا طبع زاد ہے جسکا کچہہ ثبوت نہین ہے اور یہہ جو آپ نے صفحہ ۲۲ مین فرمایا کہ تمام قرآن کا محاورہ یہی ہے کہ انبیا کی نسبت کتب سابقہ کی تصدیق کا اشارہ کیا جاتاہے نہ کسی شخص معین کی تصدیق کا تفسیر کبیر مین کلمۃ من اللہ کی نسبت ابی عبیدہ کا قول نقل کیاہے کہ اوس سے مراد کتاب من اللہ ہے اور اس بات پر استدلال کیاہے کہ اہل عرب بولتے ہین انشد فلان کلمۃ اور اس سے مراد طول طویل قصیدہ کے پڑہنے کے ہوتی ہے الخ پس اہل عرب کے نزدیک ایسا ہوگا مگر قرآن مجید اہل عرب نے نہین تصنیف کیاہے جمہور مفسرین نے کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰ کو سمجہاہے اور اونمین سے کوئی بہی محاورہ عرب سے ناواقف نہتا اور اتنا تو مین بہی جانتا ہون کہ مبشر کا لفظ خبر آیندہ کیواسطے ہوتاہے اور مصدق کا

لفظ خبر ماضی وحال کیواسطے اور حضرت عیسیٰ اوسوقت موجود نہی اسلئے مصدق کا لفظ فرمایا گیا اور یہہ قول آپکا کہ تصدیق کا اشارہ کسی شخص معین کی نسبت نہین کیا جاتا دلیل اسکی ہے کہ حضرت عیسیٰ اون اشخاص مین نہین ہین جنکی طرف آپکا گمان ہے کیونکہ اونکی اصلیت اور انسانون سے جدا گانہ ہے محض فقط خدا کے حکم سے وجود مین آسئے اور کتاب ہی خدا کا حکم ہے پس آپہی کی قول سے حضرت عیسیٰ کا خطاب کلمہ دلالت کرگیا اسپر کہ خدا کی کتاب کیطرح حضرت عیسیٰ بہی فقط حکم الہی سے ظاہر ہوئے یعنے جسطرح خدا کا حکم متن کتاب سے اسیطرح حضرت عیسیٰ بطن حضرت بی بی مریم سے آشکار ہوئے

(**صفحہ ۲۱**) **قولہ** تفسیر کبیر مین ابو مسلم کا قول لکہا ہے کہ لاتکلم الناس کا مطلب یہہ ہے کہ تو مامور ہوا ہے کہ تین دن تک بات نکرے اسیلئے ہمنے اسکا ترجمہ معنی نہی کیا ہے الخ

ج وہ آیت یہہ ہے قال رب اجعل لی اٰیۃ قال آیتک الا تکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزا یعنے بولا اے رب مجہکو دی کچہہ نشانی کہا نشانی تیری یہہ ہے کہ نہ بول سکے لوگون سے تین دن مگر اشارت سے (ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب) شاہ عبد القادر صاحب نے اسکے حاشیہ مین لکہا ہے کہ حضرت ذکریا کو تین دن یہی حالت رہی کہ آدمی سے کلام نکر سکتے انتہے اور تفسیر حسینے مین ہے کہ سخن نگوئی یعنے قادر نباشی بر سخن گفتن با مردمان سہ شبانہ روز انتہے اور انجیل مین ہے فرشتے نے کہا دیکہہ تو گونگا ہو جائیگا اور جبدن تک وہ نہو بول نہ سکیگا انتہے اور اسکا مفصل بیان تنقیح البیان مطبوعہ ۱۲۹۷ ہجری کے صفحہ ۱۳۰ مین جہان نیچری تفسیر سورہ بقر کے صفحہ ۱۳۹ کا جواب ہے دیکہنا چاہیئے

(**صفحہ ۲۲**) **قولہ** حضرت عیسیٰ کے نسبت جو امور قرآن مجید مین مذکور ہین بلا شبہہ نہایت غور کے لایق ہین اونمین سے چند اس سورہ مین بیان ہوئی ہین اور سورہ مائدہ مین مجموعاً مذکور ہین اور اس سلئے ہم سورہ مائدہ کے تفسیر مین اون سب سے بحث کرینگے اس مقام پر صرف ولادت حضرت عیسیٰ پر غور کرتے ہین الخ

(**صفحہ ۲۳**) **قولہ** عیسائی اور مسلمان دونون خیال کرتے ہین کہ حضرت عیسیٰ صرف خدا کے حکم سے عام انسانی پیدایش کے برخلاف بغیر باپ کے پیدا ہوئے تہے اگر ایسا ہی ہونا فرض کیا جاسئے تو اول اس بات پر غور کرنی ہوگی کہ بن باپ کے پیدا کرینمین حکمت الہی کیا ہوسکتی ہے ایسے واقعات جو خلاف عادت یا مافوق الفطرت تسلیم کی جاتے ہین اونسے یا تو قدرت کاملہ پروردگار کا اظہار مقصود ہونا چاہیئے یا اونکا وقوع بطور معجزہ مانا جاوے جبکہ خدا تعالے

اقسام حیوانات کو بغیر توالد و تناسل کے عادتاً پیدا کرتا رہتا ہے اور خود انسان کو بھی بلکہ
تمام حیوانات کو ابتداً اُس نے اسیطرح پیدا کیا ہے یا یون کہو کہ حضرت آدم کو بے ماں و بے باپ
کے پیدا کیا تھا تو حضرت عیسیٰ کو صرف بے باپ کے پیدا کرنے میں اوس سے زیادہ قدرت کاملہ کا
اظہار نتھا اگر یہہ خیال کیا جاوے کہ صرف ماں سے پیدا کرنا دوسرے طرح پر اظہار قدرت کاملہ
تھا تو یہہ بھی صحیح نہین ہوتا اسلئے کہ اظہار قدرت کاملہ کی لئے ایک امر بین اور ایسا ظاہر ہونا چاہیے
کہ جسمین کسی کو شبہہ نہ ہے بن باپ کے مولود کا ہونا ایک ایسا امر مخفی ہے جسکے نسبت یہہ
نہین کہا جا سکتا کہ اظہار قدرت کاملہ کیلئے کیا گیا ہے بطریق اعجاز حضرت عیسیٰ کے بن باپ
پیدا ہونے پر معجزہ کا بھی اطلاق نہین ہو سکتا معجزہ بمقابلہ منکران نبوت صادر ہوتا ہے قبل
ولادت حضرت مسیح بلکہ قبل ادعائے نبوت یا الوہیت کوئی شخص منکر نہین ہو سکتا تھا پھر
معجزہ کیونکر کہا جا سکتا ہے معہذا اگر وہ معجزہ ہوتا تو حضرت مریم کا معجزہ ہوتا نہ حضرت مسیح کا
علاوہ اسکے جبکہ اونکی ولادت ٹہیک اسیطرح پر واقع ہوئی تھی جسطرح کہ عموماً بچون کے ہوتے
ہی کہ نو مہینے تک حمل مین رہے اور بروقت ولادت حضرت مریم پر وہ تمام حالات طاری
ہوئے جو عموماً عورتون پر بچہ پیدا ہونے مین طاری ہوتی ہین تو کسیطرح اعجازاً اونکی پیدا
ہونیکا کسیکو احتمال بھی نہین ہو سکتا تھا الخ **ج** آپ فرماتے ہین کہ بن باپ کے پیدا
کرنیمین حکمت الہی کیا ہو سکتی ہے پس حقتعالے پہلے خوب مناظرہ کرکے آپ کے اعتراضونکو
رفع کر لیتا تب حضرت عیسیٰ کے پیدا کرنیمین حکمت الہی لیے عیب و نقص رہتی پہلے یہہ تو آپ
نے غور کیا ہوتا کہ آپ کی پیدا کرنیمین بجز بربادی دین و مذہب و فضیحت ملک و ملت
حکمت الہی کیا ہو سکتی ہے لیکن اسکا سبب بہی مجہہ سے پوچھہ لیجئے کہ آپ کی طفیل مین
مجھے اجر خدمت اسلام کا مستحق کرنا ہی حکمت الہی تھی اور جو بات بطور خرق عادت کے
ظاہر ہو خواہ غیب سے بے وسیلہ پیغمبر یا بوسیلہ پیغمبر محض ظہور قدرت کاملہ پروردگار مقصود
ہوتا ہے لیکن آپ جو فرماتے ہین کہ خدا تعالے اقسام حیوانات کو بغیر توالد و تناسل کے عادتاً
پیدا کرتا رہتا ہے یعنے اس سے کچھہ فضیلت حضرت عیسیٰ کی نتھی یہہ ایسی بات ہے کہ خالق صاحب
بہادر کو باوجود دعوی اشرف الحیوانی جو ماں باپ دونون سے پیدا کیا ہے پس لومڑی بلکہ
شغال کو بہی وہ ماں باپ دونون سے عادتاً پیدا کرتا رہتا ہے اسمین اشرف الحیوان ہونیکی آپ
مین خصوصیت کیا ہے لیکن باوجود لومڑی و شغال کے ماں باپ دونون سے پیدا ہونیکی مجہ

آپ اشرف الحیوان کہلاتے ہیں اسیطرح با وجود پیدا ہونے اقسام حیوانات بغیر توالد
تناسل کے حضرت عیسیٰ کا بے باپ پیدا ہونا ظہور قدرت الہی اور موجب فضیلت حضرت
مریم و حضرت عیسیٰ تھا اور آپ جو فرماتے ہیں کہ اگر معجزہ ہوتا تو حضرت مریم کا معجزہ ہوتا نہ حضرت
مسیح کا پس اگر آپ اسے فقط حضرت مریم کا معجزہ کہیں تب بہی اس معجزہ کا ابطال کیونکر
ہوگیا اور کسنے آپکو مجبور کیا تہا کہ آپ اسے حضرت مریم کا معجزہ نسمہیں اور تب ہی حضرت عیسیٰ
معجزہ مجسم قرار پائینگے پہر آپ فرماتے ہیں کہ اظہار قدرت کاملہ کے لئے ایک امر تین اور ایسا
ظاہر ہونا چاہیئے کہ جسمیں کسیکو شبہہ نہ ہے بن باپ مولود کا ہونا ایک ایسا امر مخفی ہے جسکی
نسبت یہہ نہیں کہا جا سکتا کہ اظہار قدرت کیلیئے کیا گیا ہے الخ یہہ آپ کی بدگمانی حضرت
بی بی مریم کیطرف جنکی عصمت پر خدا نے اور پیغمبر نے گواہی دی صریح بے ایمانی اور دہریہ پن
کا نشان ہے تفسیر سورہ بقر مطبوعہ ۱۸۸۰ع ہجری و ۱۸۸۲ع صفحہ ۱۲۸ کے آخر میں ہی آپ
انبیا علیہم السلام کی معجزات کو دہوکا بازی ثابت کر چکے ہیں چنانچہ بعینہ عبارت آپ کی یہ
ہے کہ معجزہ امر مطلوب پر یعنے اثبات نبوت یا خدا کے طرف سے ہونے پر دلالت
نہیں کرتا اور نہ وہ بصفت بیّنات موصوف ہو سکتا ہے اسلیئے کہ اوسمیں اگر وہ ہو ہی تو
بہی کوئی ایسی وضاحت جس سے اوسکا حق اور واقعی ہونا اور خدا کیطرف سے ہونا پایا جاوے
کبھی نہیں ہوتی انتہٰے پس جبکہ حضرت بی بی مریم کیطرف آپکا یہہ دہریہ پن ہے تو ادر معجزات
کا خدا کیطرف سے ہونا یعنے محض شیطانی یا دہوکہ بازی کہنا آپ کے خلاف شعار نہیں ہے یعنے
آپ کی گندہ مذہب کے ناپاک اصل اصول یہی ہے کہ ہر مذہب کے معجزات اور خلاف
عقل باتیں نکال ڈالی جائیں پہر یہہ مذہب ہے جیساکہ بیشتر آپ کے تہذیب الاخلاق
سے نقل کر چکا ہوں اور جب یہہ ثابت ہوا تو حاجت نہی کہ آپ کی ساری ملحدانہ دلائل بنیادی
کا جواب لکہا جاسئے کیونکہ آپکا مقصود ہر معجزانہ واقعہ اور جملہ خصوصیات اسلام کو خواہ اونکی
تکذیب و تردید کیلیئے کوئی لوٹی ہوئی دلیل ہو یا نہو باطل کرنا ہے لیکن تاکہ لوگ آپ کے
جال میں پہنسکر ایمان نہ کہو بیٹہیں مجہے آپ کی ساری خرافات کا جواب لکہنا ضرور ہے حضرت
عیسیٰ کے بے باپ پیدا ہونیکو امر مخفی سمجہنا آپ کی عقل کی خوبی ہے امر مخفی باپ سے پیدا ہوئے
اولاد کا ہوتا ہے یا بے باپ سے پیدا ہوئی اولاد کا جسکا تجرد نادر اور توجہ طبایع خلق اللہ
بضرورت تفتیش حقیقۃ الامر کمال شہرت و اعلان کا باعث ہوجاتا ہے اور ماں باپ دونوں

سے پیدا ہوئی اولاد کی تفتیش حقیقت کیطرف کبھی کوئی متوجہ نہیں ہوتا ہے اسکے سوا حضرت
عیسیٰؑ کا ہمیشہ خود کو ابن آدم یعنے بنی آدم کہنا چنانچہ ساٹھہ جگہہ یہہ قول حضرت عیسیٰؑ کا انجیل مین
ہی موجود ہے اس سے زیادہ اعلان حضرت عیسیٰؑ کی بے باپ ہونیکا اور کیا ہوگا کیا کبھی
کسی ماں باپ سے پیدا ہوئی اولاد نے بہی خود کو ابن آدم کہاہے اور ہر شخص کو اوسکے باپ
کے نام کیساتہہ پکارا گیا عبرانی خاص محاورہ اور دستور تہا پہر کیا وجہہ تہی کہ حضرت عیسیٰؑ کبہی ابن
یوسف نہ پکارے گئے بلکہ ابن داودؑ یا ابن ابراہیمؑ بوجہہ عظمت ان دونون نامونکے پکارے
جاتے تہے (متی ۲۲ باب ۴۲ و ۴۵ و باب ۲۲) پس جبکہ نہ خود حضرت عیسیٰؑ نے تمام عمر
کبہی ایک دفعہ بہی اپکو ابن یوسف کہا اور نہ کسی دوسرے نے اونہیں اسطرح پکارا تو اس سے
زیادہ اونکے بے باپ پیدا ہونیکا شہرہ آپ اور کیا چاہتے ہین اسکے سوا قرآن مین مذکور ہے
کہ یہودیون نے اوس مولود کو دیکہہ کر حضرت بی بی مریمؑ سے معارضہ کیا تہا دیکہو سورہ مریم پہر
اس امر کا مخفی ہونا آپ نے کہان سے معلوم کر لیا اگرچہ بوجہہ غریبی و مسکینی حضرت بی بی مریمؑ
کے اسکی شہرت نہونا بعید از قیاس تہا کیونکہ مسکینونکے مراتب جلد شہرت پذیر نہین ہوتے
ہین تب بہی اسکی شہرت مین کوئی دقیقہ باقی نرہا پہر آپ فرماتے ہین کہ معجزہ بمقابلہ منکران نبوت
صادر ہوتاہے قبل ولادت حضرت مسیح بلکہ قبل ادعای نبوت یا الوہیت کوئی شخص منکر نہین
ہوسکتا تہا پہر معجزہ کیونکر کہا جا سکتا ہے لیکن یہہ بہی آپکا محض واہمہ ہے صفحہ ۴ مین آپ
متشابہات کی صفت مین لکہہ چکے ہین کہ قرآن مجید کا بہی بہت بڑا معجزہ ہے انتہے پس ہنوز
منکر قرآن کوئی ظاہر نہوا تہا پہر قرآن مجید کی اس معجزہ کی کیون ضرورت ہوئی اور یہہ قاعدہ کہ معجزہ
بمقابلہ منکران نبوت صادر ہوتاہے آپ نے اپنی عقل کیموافق منضبط کیاہے یا آپکی علم کے
بموجب کیا خدا کو اسکی حاجت ہے کہ جب منکر پیدا ہون تب معجزہ کی ضرورت سے آگاہ ہو بلکہ
اپنے ازلی علم سے حقتعالیٰ پیشتر ہی سے جانتاہے کہ آیندہ کیا ظہور مین آیگا حضرت موسیٰؑ
کو عصا اور ید بیضا اوسوقت عطا ہوا تہا کہ ہنوز فرعون کے سامہنے تک نگئے تہے اور حضرت
عیسیٰؑ نے اوسوقت یہہ خبر دی تہی کہ یاتی من بعدی اسمہ احمد جب حضرت رسول اللہ صلعم پیدا
بہی نہوئی تہے کیا یہہ معجزہ قولی نہین ہے اور ہنوز آپ نے یہہ تفسیر القرآن یعنے نیچری تفسیر
سورہ بقر بہی نہ لکہی تہی کہ خدا نے مجہہ جیسے بعلم و عقل کو اوسکا رد کرنیکے لئے تیار کر رکہا تہا کیا یہہ
بہی معجزہ نہین ہے اور یہہ نیچری تفسیر سورہ آل عمران آپ نے شایع بہی نہین کی بلکہ بعد تہ ...

چہپائی جاتی ہی تب ہی اوسکا یہہ جواب لکہا جارہا ہے اور یہہ قول آپکا کہ اونکی ولادت
ٹہیک اسیطرح پر واقع ہوئی تہی جسطرح کہ عموماً بچون کی ہوتی ہے الخ یہہ عجیب استدلال دور از
حال روح اللہی آپنے کیا کہ نہ وید ہے نہ شنید ہے جسکا نہ کچہہ ثبوت ہے نہ تحقیق ہے اور جب
یہہ ثابت کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کی ولادت عامہ خلایق سے خداگانہ طور پر ہوئی ہے
تب آپ فرمائینگے کہ حضرت عیسیٰؑ کی آنکہہ ناک کان ایسی کیون ہوئے جسطرح کہ عموماً بچون کے
ہوتے ہین یہہ سفلی باتین کسی فلسفی کو بجا ہے

(صفحہ ۴۲) **قولہ** علیسائی حضرت مسیح کے بن باپ کے پیدا ہونیکو ایک در
حکمت الہی پر منسوب کرسکتے ہین کہ وہ گنہگار انسان کی آمیزش سے پاک اور بیگناہ ہون تاکہ
گنہگار انسانون کیطرف سے فدیہ کئی جائین مگر جب ماں کی شرکت سے وہ بری نتہے لو
انسانی آمیزش سے پاک نہین ہوسکتے تہے لاطینی کلیسیائی کونسل ٹرنٹ مین تسلیم کیا کہ حضرت
مریم ہی بے باپ کے پیدا ہوئی تہین اگر یہہ ہی مانا جاوے تو وہ ہی مان کی شرکت سے
بری نتہین انجام کار علیسائی کہہ سکتے ہین کہ خدا نے حضرت مریمؑ کو انسانی خاصیت یعنے
گنہگار ہونیکی قابلیت سے اسلئے پاک کردیا تہا کہ اونسے فدیہ ہونیکی لایق مولود پیدا ہو
تو خدا اسیطرح حضرت عیسیٰؑ کے باپ کو ہی پاک کرسکتا تہا اور بن باپ کے پیدا کرنیمین
کوئی خاص حکمت نہین ہوسکتی تہی الخ **ج** اسکا جواب پادریونکے ذمہ ہے مگر کونسل
ٹرنٹ سولہوین صدی مین ہوئی تہی اوسمین ولادت حضرت بی بی مریم کی تنقیح آپ کی
تحقیق کا کافی ثبوت ہے ایسی ہی غلط سلط روایتون سے آپ نے سامان دہو کہ دہی عوام
بہم پہونچایا ہے اور یہہ جو آپ نے فرمایا کہ بن باپ کے پیدا کرنیمین کوئی خاص حکمت نہین
ہوسکتی تہی لیکن ماں باپ دونون سے پیدا کرنیمین کوئی خاص حکمت آپ کو معلوم ہوگی
وہی یہہ تو آپ جانتے نہین ہین کہ موالید ثلاثہ مین سے دو جنسون یعنے نباتات اور جمادات
کو ہمیشہ ایکہی اصل سے خدا پیدا کرتا ہے اور دو کا شمول کبہی اس توالد و تناسل مین نہین
ہوتا مگر جب پیوند لگائین تو اس قاعدہ کے خلاف دو کا شمول ہی ایک نسل مین ناممکن
نہین ہوتا ہے اسیطرح موالید ثلاثہ کی تیسرے جنس یعنے انسان کا توالد و تناسل ہمیشہ دو کے
شمول سے ہوتا ہے لیکن اس قاعدہ کے خلاف ہی بمقتضای مرضی الہی ناممکن نہین ہے

(صفحہ ایضاً) **قولہ** ابتدا مین عیسائیونکو یہہ خیال نہین تہا کہ حضرت عیسیٰؑ

بن باپ کے پیدا ہوئے ہین یا بن باپ کے پیدا ہونگے الخ **ج** اگر ایسا خیال نکلنیوالی کہ حضرت عیسیٰؑ بن باپ پیدا ہونگے عیسائی ہو گئی تو کیا حضرت عیسیٰؑ سے پیشتر ہی عیسائی موجود تھے کیا خوب آپ کی تحقیق ہے اور اگر تمہارا اسی مراد پہلی یا دوسری ہے کہ عیسائی ہونگے تو انجیل ہی جرح

(صفحہ ایضاً) قولہ مسیح کی نسبت یقین کیا جاتا تہا کہ وہ داؤد کی نسل سے ہونگے — اور متی کی انجیل باب ۱ ورس ۱۶ سے پایا جاتا ہے کہ یوسف حضرت مریم کا شوہر داؤد کی نسل سے تہا مسلمان بہی قرآن کی رو سے جیسکہ سورہ انعام مین لکہا ہے حضرت عیسیٰؑ کو حضرت ابراہیم کی ذریت یعنے اولاد مین سمجھتے ہین پس اگر حضرت عیسیٰؑ بن باپ کے پیدا ہوئے ہون تو وہ نسل داؤد یا اولاد ابراہیم سے کیونکر قرار پا سکتے ہین الخ **ج** مسلمان از روئی قرآن جو حضرت عیسیٰؑ کو حضرت ابراہیمؑ کی ذریت مین سمجھتے ہین اوس سے حضرت عیسیٰؑ کا مان باپ دونون سے پیدا ہونا کیونکر ثابت ہوا یہہ عجیب دلیل آپکو سوجہی حضرت بی بی مریمؑ خواہ یہوداہ کے فرقے سے یعنے آل داؤد مین تہین تب ہی وہ نسل ابراہیم سے تہین خواہ لیوی کے فرقے یعنے آل ہارون سے تہین تب ہی وہ نسل ابراہیمؑ سے تہین کیا اسرائیلی کوئی سبط غیر نسل ابراہیمؑ ہی تہا اور نسل داؤد مین حضرت عیسیٰؑ کا ہونا جو از روئے کامل یقین نصاریٰ آپ لکہتے ہین اسکا جواب نصاریٰ ہی سے پوچہیے قرآن کی تفسیر مین یہہ تمام دنیا کا جہگڑا لکہنے کی کیا ضرورت تہی لیکن چونکہ اسوجہہ سے ہی آپ حضرت عیسیٰؑ کا بے باپ پیدا ہونا یقین نہین کرتے نصاریٰ کیطرف سے ہی جواب دینا مجہے ناگزیر ہو گیا کہ الہامی محاورہ مین کل فرقہ ہائی بنی اسرائیل ہمیشہ اونمین سے کسی ایک فرقہ کے نام سے ہی پکارے جاتے تہے جیسے یہودی ایک فرقہ اونمین سے تہا اور مراد اس سے کل فرقے سمجہے جاتے تہے اسیطرح افرائیمی سب فرقی کہلاتی تہے حالانکہ یہہ اونمین کا ایک فرقہ تہا (یرمیاہ ۳۱ باب ۹ و ۱۰) اسیطرح قرآن مین نسل داؤد سے مراد تمام اسرائیلی فرقے ہین جیسے سورہ سبا رکوع ۲ مین ہے اعملوا آل داؤد شکراً وقلیلاً من عبادی الشکور یہان آل داؤد سے تمام فرقہ ہائے بنی اسرائیل مراد ہین پس حضرت بی بی مریمؑ خواہ کسی اسرائیلی فرقے مین ہون آل داؤد سے بیگانہ تہین اور اس سے یہہ بات کہین نہین پیدا ہوتی کہ حضرت عیسیٰؑ مان باپ دونون سے پیدا ہوئے تہے کہان حضرت بی بی مریم کا نسب اور کہان حضرت عیسیٰؑ کا مان باپ دونون سے

پیدا ہونا اس بحث کا بیان محل اور موقع کیا تہا اگرچہ کتب ردنصاریٰ مین مینے اسی در
طور پر لکہاہے مگر وہ بطور مناظرہ ہے اور دلائل الزامی کو وہان مدنظر رکہاہے

(صفحہ ۲۵) قولہ اگر یہہ کہا جاوے کہ مان کے سبب سے اونکو داؤد کی نسل سے
قرار دیا گیاہے تو یہہ بات دو وجہہ سے غلط ہے اول اسلئے کہ یہودی شریعت مین
عورت کیطرف سے نسب قایم نہین ہوسکتا دوسرے یہہ کہ حضرت مریم کا داؤد کی نسل
سے ہونا ثابت نہین الخ **ج** اگر آپ ابتک یہی سمجہے تہے کہ حضرت مریم کا داؤد کی نسل سے
ہونا ثابت نہین تو اب معلوم کر لیجئے کہ وہ محض آپ کی ناواقفی محاورہ الہامی سے تہی جیسا
کہ مین پیشتر لکہہ چکا ہون اور وجہہ اول مین جو آپ نے لکہاہے کہ یہودی شریعت مین عورت
کیطرف سے نسب قایم نہین ہوسکتا اگر نصاریٰ اسکا یہہ جواب دین کہ اسیوجہہ سے تو
باوجود بے باپ پیدا ہونیکے حضرت عیسیٰ کا نسب نامہ یوسف سے قایم کیا گیا تو فرمائیے کہ
پہر آپ کو کتنا قایل ہونی پڑے اور چونکہ قرآن کی تفسیر مین آپ نے یہہ لوذہ طوفان باندہا ہے
مجہے اسکا یہہ جواب دینا لازم ہوا کہ بقول آپ کے یہودی شریعت مین عورت کیطرف سے
نسب قایم نہین ہوسکتا یہی دلیل ہے اسپر کہ حضرت عیسیٰ بے باپ پیدا ہوئے تہے ورنہ
انکا نسب بہی عورت کیطرف سے قایم نکیا جاتا اور اسیوجہہ سے قرآن مین عیسی ابن مریم
فرمایا گیا حالانکہ محاورہ اسکے خلاف ہے یعنے ہرنام اوسکے باپ کے نام کیساتہہ مرقوم ہے
اور یہہ بہی غور کرنا چاہیئے کہ تمام قرآن مین کسی عورت کا نام کہین نہین ہے سوا حضرت مریم
کے نام کے اور یہہ بہی قرآن مین نہ مذکور ہوتا اگر حضرت عیسیٰ باپ سے پیدا ہوتے پس
خلاف عام محاورہ قرآنی کہ ہرنام اوسکے باپ کے نام کیساتہہ ہوتاہے اور خلاف طریقہ
اجتناب اسمار اناث جو حضرت عیسیٰ کا نام حضرت بی بی مریم کے نام کیساتہہ قرآن مین مذکور
ہوا اس سے زیادہ ثبوت حضرت عیسیٰ کے بے باپ پیدا ہونیکا اور کیا چاہئے اور تنقیح البیان کے
صفحہ ۱۲۳ مین بہی اسکا ذکر ملاحظہ کیجئے

(صفحہ ایضاً) قولہ کیتہو سیکلوپیڈیا مین لکہاہے کہ یوسیبیس جو قدیمی مذہبی مورخ
ہے گو حضرت عیسیٰ کے نام پر اوسنے طول طویل بحث کی ہے مگر اوسکے بیان سے اور
سینٹ متی اور لوک کی انجیلون سے مریم کی پیدایش اور نسب پر کوئی نئی روشنی نہین پڑتی
اپنی جو مریم کی مان بیان کی گئی ہین اونکی نسبت جسقدر قصے ہین وہ محض افسانی ہین اور

اونکا کچہہ ثبوت وشہادت نہین ہے انجیل لوک باب ۱ ورس ۶ و ۷ و ۳ سے پایا جاتا ہے
کہ حضرت مریم حضرت زکریا کی بیوی الیشبع کے رشتہ دار تہین اور الیشبع ہارون کی بیٹی تہین
مگر نہ یہہ معلوم ہے کہ مریم و الیشبع مین کیا رشتہ تہا اور نہ یہہ معلوم ہے کہ ہارون کیکے اولاد
مین تہے قرآن مجید مین حضرت مریم کے باپ کا نام عمران لکہا ہے اسپر استدلال کرنیسے
بہی داؤد کی نسل سے حضرت مریم کا ہونا ثابت نہین ہو سکتا ہے الخ **ج** حضرت مریم
کا داؤد کی نسل مین ہونا تو بخوبی ثابت ہوچکا ہے اور شاہ عبدالقادر صاحب نے لکہا ہے
کہ حضرت ذکریا کی بی بی حضرت مریم کی خالہ تہین آل عمران رکوع ۴ کے حاشیہ مین
دیکہہ لو اور حضرت مریم کی مان کا نام حنّہ مفسرین اسلام نے لکہا ہے اذ قالت امرأت
عمران کی تفسیر حسینی وغیرہ مین دیکہہ لو انہین کا نام اپنی آپ نے بہی لکہا ہے جس سے
ثابت ہوا کہ صحیح وہی ہے یعنے حنہ یا حنا کہ یہہ عبرانی عورتون کی نام اکثر ہوتی تہے اور ہارون
و موسیٰ بہی لیوی اور پسران عمران تہی خروج ۶ باب مین انکا نسب نامہ موجود ہے پس اگر
آپ کو یہہ باتین معلوم نہ تہین تو کسی سی پوچہہ لیتے اپنی ہی معلومات پر تکیہ کرنیسے اسقدر توہمات
آپ کو لاحق ہوئی

(صفحہ ایضاً) قولہ عیسائی مفسر جبکہ حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کی پیدا ہوئے تسلیم کرکر
نسل داؤد سے ثابت کرنیمین عاجز ہوئے تو اونہون نے کہا کہ سینٹ لوک کے انجیل مین جو
نسب نامہ یوسف کا لکہا ہے درحقیقت وہ مریم کا نسب نامہ ہے تاکہ مریم کا داؤد کی نسل سے
ہونا ثابت کرین دو انجیلون مین حضرت عیسیٰ کی نسب نامے ہین متی کی انجیل مین حضرت عیسیٰ
کے باپ کا نام یوسف اور انکی باپ کا نام یعقوب لکہا ہے اور لوک کی انجیل مین یوسف کے
باپ کا نام ہیلی لکہا ہے پہلا نسب نامہ بذریعہ سلیمان کے داؤد تک پہونچتا ہے اور دوسرا نسب نامہ
بذریعہ ناتان کے یہہ دولون نسب نامے بلاشبہہ مختلف ہین مگر عیسائی مفسر کہتے ہین جیسیکہ
تفسیر ہنری اسکاٹ مین مندرج ہے کہ یوسف نے ہیلی کی دختر سے یعنی حضرت مریم سے شادی
کی تہی اور شاید اوسنے یوسف کو متبنیٰ بیٹا ہی کیا تہا اور یوسف ہیلی کا بیٹا کہلاتا تہا اور یہودیون
مین رواج تہا کہ نسب نامون مین صرف مردون کا نام لکہتے تہے نہ عورتون کا اسلیے سینٹ
لوک نے اوس نسب نامہ مین جو درحقیقت مریم کا ہے بجائے مریم کے یوسف کا نام لکہدیا ہے
اس بیان پر بعض عیسائی علمار نے یہہ اعتراض کیا ہے کہ یہہ نسب نامہ داؤد تک بذریعہ

نانا ان کے پہونچتا ہے اور حضرت مسیح کا بذریعہ سلیمان کے داؤد کی نسل مین ہونا چاہئے اسکا جواب یہہ دیا گیا ہے کہ یہہ کہین نہین لکہا ہے کہ حضرت عیسیٰ سلیمان کی اولاد مین ہونیوالے تہے بلکہ صرف یہہ بیان ہوا ہے کہ وہ داود کے بیٹے اور یشی کی نسل سے ہونگے اور سلیمان بطور ایک عمدہ نمونہ حضرت مسیح کے بیان ہوئے ہین الخ **ج** یہہ بہی قصہ نصرانی علما کو سنانا چاہئے

(صفحہ ۲۶) قولہ اگر یہہ بات فرض ہی کیجائے کہ اس پچہلے نسب نامہ مین بجائے حضرت مریم کے یوسف کا نام لکہا گیا ہے اور یہہ ہی فرض کر لیا جاوے کہ یوسف ہیلی کے متبنیٰ اور داماد تہے اور یہہ ہی فرض کیا جاوے کہ حضرت عیسیٰ کا سلیمان کے ذریعہ سے داؤد کی اولاد مین ہونا کچہہ ضرور نہتا تو ہی اسبات کا جواب نہین ہو سکتا کہ یہودی شریعت مین ماں کیطرف سے نسب نہ معتبر کیا جاتا تہا اور نہ بیان کیا جاتا تہا یہانتک کہ عورتوں کا نام ہی نسب نامون مین داخل نہوتا تہا پس حضرت عیسیٰ مسیح کی نسبت جو پیشین گوئی تہی کہ وہ داؤد کی نسل مین سے ہونگے کیطرح ماں کیطرف منسوب نہین ہو سکتی بلکہ موجب اس پیشین گوئی کے ضرور ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح ایسی باپ کی اولاد ہون جو داؤد کی نسل سے ہوا لخ **ج** حضرت عیسیٰ مسیح ایسے ماں کی اولاد تہے جسکا داؤد کی نسل سے ہونا ثابت ہوچکا ہے باقی آپ کی اور طول کلام کا جواب عیسائی علماء پر واجب ہے اور بیسیون عورتون کے نام نسب نامون مین موجود ہین متی کی شروع مین دیکہہ لو اور توریت مین کے ہر نسب نامہ کو ہی دیکہہ لو مگر سلسلہ مین کسی عورت کا نام کسی یہودی یا غیر یہودی نسب نامہ مین اسوجہہ سے نہین ہوتا ہے کہ ماں اور باپ دونون کے ہوتے فقط ماں کا نام کوئی نہین لکہتا ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ پادری رچارڈ واٹسن نی تفسیر انجیل لوک مین لکہا ہے کہ یہہ عام یقین تہا کہ حضرت عیسیٰ یوسف کی بیٹے ہین اور اونکا معجزہ کی طور سے پیدا ہونا مشہور نہین کیا گیا تہا بلکہ یوسف اور مریم کے دلون ہی مین مخفی تہا یہہ معلوم نہین ہوتا کہ یہہ بات کب پہلی پہل ظاہر کی گئی چونکہ انجیل کے حالات مین اسپر کچہہ اشارہ نہین پایا جاتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ بات حواریون کو ہی ظاہر نہین کی گئی تہی اسلئے وہ اور یہود اور ہی اونکو یوسف اور مریم کا بیٹا سمجہتے تہے اور یہہ امر منجملہ اون امور کے تہا جنکو مریم نے

خدا کی ہدایت سے حضرت عیسیٰؑ کی مردون سے جی اوٹھنے کے بعد تک اہنی دلین چھپا رکھا اگر پیشتر سے یہہ بات مشہور ہوجاتے تو حضرت عیسیٰ کی تبلیغ رسالت کے بعد لوگ اکثر حضرت مریم کو تنگ کیا کرتے اور اہانت کی باتین اونسی پوچھا کرتے ۔ اور جبکہ اسقدر اختلاف رائے عیسیٰ کی نسبت اونکی دشمنون مین ہوتا تو مریم کو خطرہ پہونچنے کا اندیشہ تہا کم سے کم یہہ ہوتا کہ وہ بہت دقت اور تکلیف مین مبتلا ہوجاتین ان امور کے لحاظ سے ظن قوی ہوتا ہے کہ یہہ بات حضرت عیسیٰ کی زندگی ہر کسیکو معلوم نہین ہوئی تہی مگر سینٹ لوک کے اس فقرے سے کہ جیسا کہ وہ یوسف کا بیٹا خیال کیا جاتا تہا یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد عروج مسیح یہہ امر منجملہ ان بالون کے تہا جو پہلے پہل معلوم ہوگئی تہین اور بغیر کسی شبہہ کے وہ مان لیا گیا تہا اور اسیوجہہ سے یہہ بات انجیل متی اور انجیل لوک مین داخل ہوئی ہے الخ

ج اس سے آپ یہہ ثابت کیا چاہتے ہین کہ ابتدا مین سب لوگ بلکہ حواری بہی حضرت عیسیٰؑ کو مان باپ دونون سے پیدا ہوا جانتے تہے اور حضرت عیسیٰ کی پیدایش اسطرح آپ ثابت کیا چاہتے ہین کہ وہ نعوذ باللہ بطریق ناجائز پیدا ہوئی تہے اسیلئے آپ فرماتے ہین کہ اگر یہہ بات ظاہر ہوجاتی تو لوگ حضرت مریم کو تنگ کیا کرتے اور اہانت کی باتین اونسے پوچھا کرتے الخ پس آپ کی نظر مین صحیح وہی ہے جو قرن اول کی معلومات تہی یعنے حضرت عیسیٰ کا مان باپ دونون سے پیدا ہونا اور وہ بہی اسطرح کہ اگر یہہ بات مشہور ہوجاتی تو حضرت عیسیٰ کی تبلیغ رسالت کے بعد لوگ اکثر حضرت مریم کو تنگ کیا کرتے اور اہانت کی باتین اونسے پوچھا کرتے مگر یہہ ساری مینا کاری آپ کی بیوقوفون کیلئے سبز باغ ہے انجیل لوقا کے اوس فقرہ کا کہ جیسا کہ وہ یوسف کا بیٹا خیال کیا جاتا تہا یہہ مطلب نہین کہ ازروے تحقیق سب لوگ ایسا ہی جانتے تہے بلکہ خیال کیا جاتا تہا یعنے بظاہر ایسا دیکھنے والونکو معلوم ہوتا تہا بوجہہ یوسف کے پاس پرورش اور تربیت پانیکے کیونکہ تیس برس کی طولانی مدت تک حضرت عیسیٰؑ کا گمنام رہنا خصوصاً یوسف و مریم کی نہایت غریبی و مسکینی کیحالت مین اور یہودی دار السلطنت سے بہت دور اور نفرتی دیہات مین رہنا جو غیر قومونکا کہلاتا یعنے یہودی اوس گانوکو اپنے ملک کی شرافت سے خارج جانتے تہے (یوحنا ، باب ۲ ۵ متی ۴ باب ۱۵) اور آخر کو یہودیون کی غایت درجہ حسد کے سبب کیونکہ یسوع نے خود گواہی دی کہ نبی اپنے وطن مین عزت نہین پاتا

(یوحنا ۸ باب ۴۴) حضرت عیسیٰ کا وہ چرچا جو ابتدا سے زمانہ ولادت مین تہا ویسا رہا تہا نہ یہہ کہ حضرت عیسیٰ کا مان باپ دونون سے پیدا ہونا محقق ہوگیا اور یہہ قول آپکا کہ یہہ بات حواریون کوبہی ظاہر نہین کی گئی تہی محض مکر کی بات ہے اگر حواری نہین جانتے تہے تو انجیلون مین ورکینے حضرت عیسیٰ کی ولادت بے پدر کا ذکر لکہا ہے اور حضرت عیسی نے بہی بار بار سب کو اس سے آگاہ کیا تہا کہ مین اور سب انسانون کیطرح نہین ہون یسوع ہیکل مین تعلیم دیتے ہوئے یون پکارا کہ تم مجہے پہچانتے اور جانتے ہو کہ مین کہان سے آیا ہون اور مین آپ سے نہین آیا ہون مگر میرا بہیجنے والا سچا ہے جس سے تم واقف نہین ہو مین اوسے جانتا ہون اسلئے کہ مین اوسکی طرف سے ہون اور اوسنے مجہے بہیجا ہے (یوحنا ۷ باب ۲۸ و ۲۹) مین اوس بزرگی کو جو انسان کیطرف سے ہوتی منظور نہین کرتا۔ مین اپنے باپ کے نام سے آیا ہون (یوحنا ۵ باب ۴۱ و ۴۳) پہر حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ زندگی کی روٹی مین ہون (یوحنا ۶ باب ۴۸) اور لکہا ہے کہ انسان صرف روٹی سے نہین بلکہ خدا کے کلام سے جیتا ہے (متی ۴ باب ۴) پس کلمۃ اللہ نے جو خود کو زندگی کی روٹی فرمایا اسی کلام کیطرف اشارہ ہے اور اسیکا ذکر یوحنا ۱ باب ۱۴ مین ہے کہ کلام مجسم ہوا اور حضرت عیسیٰ نے بہی اپنے کلمۃ اللہ ہونے پر گواہی دی کہ تم اوسکا کلام اپنے دلونمین نہین رکہتے کیونکہ مجہہ پر ایمان نہین لاتے (یوحنا ۵ باب ۳۸) اور گلتیون کے ۴ باب ۴ مین ہے کہ خدا نے اپنے بیٹے کو بہیجا جو عورت سے پیدا ہوکر شریعت کا تابع ہوا اور اول طمطاوس ۳ باب ۱۶ مین ہے وہ کہ جسم مین ظاہر ہوا انتہے یعنے کلام مجسم ہوا پس حواری کیون نہین یہہ باتین جانتے تہے لیکن کیا ساری تعلیمات کو چہوڑکر اسیکو اپنا تکیہ کلام کر لیتے تب آپکو معلوم ہوتا کہ حواری بہی جانتے تہے

(صفحہ ۲۷) قولہ اس بات کو خود حواری حضرت عیسیٰ کے اور تمام عیسائی تسلیم کرتے ہین کہ حضرت مریم کا خطبہ یوسف سے ہوا تہا یہودیون کی ہان خطبہ کا یہہ دستور تہا جیسے کہ کیتہو سیکلو پیڈیا مین لکہا ہے کہ شوہر و زوجہ مین اقرار ہو جاتا تہا کہ فلان میعاد کے بعد تک شادی کرینگے۔ یہہ معاہدے حقیقت مین عقد نکاح ہی تہی الخ **ج** یہہ کوئی بہی عقد نکاح تہا کیا منگنی اور نکاح مین کچہہ فرق ہی نہین ہے اور کہین بے مہر بہی نکاح ہو جاتا ہے یہودیون مین نکاح اوسیوقت ہوتا تہا جب مہر باندہا جائے (خروج ۲۲ باب ۱۶) اور خطبہ بہی

نکاح کے وقت پڑھا جاتا تھا نہ یہ کہ منگنی کے وقت اور انجیل مین صاف لکھا ہے کہ جب اسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی اونکے اکٹھے آنیسے پیشتر وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی (متی باب ۱۸) اب آپ کو چاہئے کہ اکٹھے آنیسے پیشتر کے معنے کسی سے دریافت کیجیے کیونکہ یہہ ایکہی لفظ آپ کی ساری خرافات باطل کرنیکے لئے کافی ہے اور کیتو سائیکلو پیڈیا سے آپ نے نکاح کا شائبہ ہی ثابت نہین کرپایا پہر اپنی قابلیت دکھلانیکے لئے خواہی نخواہی ایسی عبارتین نقل کرنیسے کیا فایدہ ہے سوا اسکے کہ لوگ دہوکے مین آکر آپکو بڑا محقق جانین

(صفحہ ایضاً) قولہ یہودیون کے ہان اس رسم کے ادا ہونیکے بعد مرد وعورت باہم شوہر و زوجہ ہو جاتی تہی اور بجز اسکے کہ زوجہ اپنے شوہر کے گھر رہنے کو اوس مدت کے بعد بہیجدی جاوے اور کوئی ایسی رسم جسپر جواز تزوج منحصر ہو عمل مین نہین آتی تہی یہانتک کہ اگر بعد اس رسم کے اور قبل رخصت کرنیکے اون دونون سے اولاد پیدا ہو تو وہ ناجایز اولاد تصور نہین ہوتی تہی بلکہ بیگناہ شرعی اولاد جایز تصور ہوتی تہی شاید خلاف رسم بات ہونیسے معیوب گنی جاتی ہوگی اور دونون کو ایک شرم اور خجالت کا باعث ہوتی ہوگی الخ **ج** یہہ اپنی کشمیریون کی رسم آپ نے بیان کی یا خاندان نبوت کی نعوذ باللہ کہین فقط منگنی کے بعد ہی زن وشوی فراہم ہو سکتے ہین اور ایسی حالت مین وہ اولاد حرامی ہوگی یا حلالی آپ کو نہ یہودیون کی شرایع سے کچہہ واقفیت ہے اور نہ مسلمانون کے شریف اور متشرع خاندانون سے یہودیون مین دستور تہا اور اب ہی اونمین یہی دستور ہے کہ اگر منگنی کے بعد کچہہ فریقین مین ناراضی ہو تو بے تامل دوسری جگہہ تجویز کر لیتے ہین مگر نکاح کے بعد بے اطلاع قاضیون کے نہین چہوڑ سکتے تہے پس اگر منگنی کے بعد اولاد پیدا ہونا بے عیب شرعی ہوتا تو نکاح کیلئے پہر کیا بات باقی رہتی تہی اور جبکہ منگنی کے بعد اولاد شرعی ہوگئی تو شرم وخجالت کا اوسمین کیا محل ہے بقول شخصے شرع مین شرم کیا ہے لیکن کاش کہ خانصاحب بہادر کو ایسے ناپاک اور بیہودہ باتین بکنے ہوئے تہوڑی ہی شرم وخجالت ہوتی تو یوسف و مریم کی شرم وخجالت کا لفظ زبان پر لاتے بڑا وبال آپ نے اپنی گردن پر لیا ہے اور جبکہ میری آگے آپ اپنے دہریہ پن کے ایک بات بہی ثابت نہین کر سکتے تو قیامت کے دن حضرت بی بی مریم کے اوسنے معارضہ کی کیا

مغفرت کر سکوگے

(صفحہ ۲۸) قولہ امر مذکورہ کا ثبوت کیتھو سیکلو پیڈیا سے ہی ظاہر ہوتا ہے
اوسمین لکھا ہے کہ جب یہہ معاہدہ شادی کا یہودیون مین ہوجاتا تھا تو زن و مرد ایک
دوسرے کو دیکھنے کے مجاز ہوتے تھے جبکہ اونکو پہلی اجازت نہین ہوتی تھی اوسی کتاب
مین لکھا ہے کہ ایک نسبت شدہ باکرہ کی بطن سے خدا نے اپنے بیٹے کے پیدا ہونے
مین یہہ حکمتین رکھی تھین اول یہہ کہ اوس پر غیر مشروع اولاد ہونیکا طعنہ عاید نہو دوم یہہ کہ اونکے
والدین موافق یہودی شریعت کے سزا کی مستوجب نہون سوم یہہ کہ یوسف کے نسب نامہ سے
جنکے رشتہ دار مریم تہین مریم کا نسب نامہ ظاہر ہوجاوے چہارم یہہ کہ حضرت مسیح کا ایام طفولیت
مین کوئی مربی اور سرپرست ہو ان تمام بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیون مین اسطرح
نسبت کے بعد اولاد کا پیدا ہونا شرعاً ناجایز نتہا یہی وجہہ ہے کہ یہودیون نے نعوذ باللہ حضرت
مریم پر جو بہتان باندہا تہا وہ یوسف کیساتہہ نہین باندہا تہا بلکہ پنتہرا ثالی کیساتہہ منسوب کیا تہا
کیونکہ یوسف اونکے شرعی شوہر ہو چکے تہے الخ **ج** یہہ بہتان جبکہ غیر یوسف کے ساتہہ
باندہا گیا تہا تو ثابت ہوا کہ وہ حضرت مریم کے عقد سے پیشتر کا زمانہ قرار پائیگا کیونکہ بقول
آپ کے منگنی کے بعد تو یوسف شرعی شوہر ہو چکے تہے اسوجہہ سے منگنی یا عقد مریم کے بعد
تو یہہ بہتان ہو نہین سکتا تہا پس آپ ہی کے قول سے حضرت عیسیٰ کا تولد بے علاقہ یوسف
ثابت ہوا یا نہین اور جبکہ آپ ہی اوسے محض بہتان جانتے مین تو لامحالہ حضرت عیسیٰ کا
تولد محض روح القدس کی تائید سے ثابت ہوا کیونکہ اوسوقت یوسف کی اولاد کسیطرح
ثابت نہین ہوسکتی ہے اور کیتھو سائیکلو پیڈیا کا جو بار بار آپ حوالہ دیتے مین خدا جانے اُس
مین کیا لکھا ہوگا اور آپ کیا سمجھے کیونکہ نور افشان لدیانہ مطبوعہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۸۱ع نمبر ۴۱
جلد ۹ صفحہ ۳۲۵ کالم ۲ باہتمام پادری ویری صاحب مین لکھا ہے کہ آپکو انگریزی مین
بزازون کا سا دخل ہے انتہے پھر یہہ کہ سید صاحب علوم انگریزی سے ناآشنا محض ہین انتہے
اور باوجود اسکے ہی اوس کتاب سے جو کچہہ آپ نے لکھا ہے اوسمین کا ایک لفظ بہی آپکے
دعوے کا موید نہین ہے اور نہ وہ چارون دلیلین صحیح مین کیونکہ اونمین سے اول یہہ ہے کہ
اوس پر غیر مشروع اولاد ہونیکا طعنہ نہ عاید ہو مگر آپ ہی اسکے بعد لکھتے مین کہ یہودیون نے
یہہ بہتان باندہا تہا پس یہہ طعنہ تو عاید ہوا اور اس سے حفاظت کب ہوسکی حالانکہ مشروع

اولاد بھی اوسے کہتے ہین جو ظاہر شریعت کیموافق مان باپ دونون سے پیدا ہوا اور حضرت
بی بی مریمؑ کا تقدس اس سے بدرجہ غایت اعلی و افضل تہا آپ بڑی سخن سازی کر کے
حضرت عیسیٰؑ کو اولاد مشروع بار بار لکہتے ہین حالانکہ یہہ حضرت عیسیٰؑ کی صریح تحقیر اور اصالت
ذوات روح اللہی کی سراسر توہین ہے خدا معتقدونکو آپ کی اس تعریف سے ہی بچاے کہ در حقیقت
وہ اونکی ہجو بلیغ ہو لی ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ پس کوئی وجہہ اسبات کے خیال کرنیکے نہین ہے کہ یوسف
فی الواقع حضرت مسیح کے باپ نہتے الخ ج پس کوئی وجہہ اسبات کے خیال کرنیکی
نہین ہے کہ خانصاحب بہادر فی الواقع عقل سلیم اور درک صحیح سے بیگانہ نہین ہین

(صفحہ ایضاً) قولہ متی کی انجیل مین جو یہہ لکہا ہے کہ یوسف نے جب دیکہا
کہ حضرت مریم حاملہ ہین تو اونکی چہوڑ دینے کا ارادہ کیا اگر یہہ بیان تسلیم کیا جاوے تو اوسکا
سبب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ عام رسم کے برخلاف حاملہ ہوجانیسے یوسف کو رنج و خجالت
ہوئی ہوگی جسکے سبب سے ایسا خیال ہوا ہوگا مگر چونکہ فی الحقیقت وہ پاک حمل تہا اور جو
کچہہ حضرت مریم کے پیٹ مین تہا وہ روح القدس اور کلمۃ اللہ تہا یوسف نے خواہ خود ہی خواہ
ربی خواب کی تائید پر جیسا کہ ذکر سینٹ متی کی انجیل مین ہے وہ خیال چہوڑ دیا الخ
ج اگر مان باپ دونون سے پیدا ہوا ہی روح القدس سے ہی اور کلمۃ اللہ ہے تو
آپ بہی باوجود مان باپ دونون سے پیدا ہونیکے کیون کلمۃ اللہ نہ بنگئے

(صفحہ ایضاً) قولہ اگرچہ ان چارون مروج انجیلون کے زمانہ تالیف مین بہت
اختلاف ہے مگر جو زمانہ کہ علماء عیسائی نے قریب صحت کے تسلیم کیا ہے اوسکی رو سے پایا
جاتا ہے کہ متی کی انجیل حضرت عیسیٰ کی بعد دوسرے یا تیسرے سال مین اور لوک کی انجیل
اکتیسوین [۳۱] یا بتیسوین [۳۲] سال مین اور یوحنا کی انجیل ترسٹہوین [۶۳] یا چونسٹہوین [۶۴] سال مین اور مارک
کی انجیل اسکی بہی بہت دنون بعد تحریر ہوئی تہی مگر متی کی انجیل کے نسبت بخوبی ثابت ہے
کہ وہ دراصل عبرانی مین لکہی گئی اور موجودہ یونانی انجیل اوسکا ترجمہ ہے جسکے مترجم کا نام
اور زمانہ ترجمہ ابتک تحقیق نہین ہوا پس متی کے موجودہ یونانی انجیل بہی قدیم نہین ہے
بلکہ اخیر زمانہ کی لکہی ہوئی ہے الخ ج باوجودیکہ میری کتابین رد نصاری مین کثرت سے
آپ کے ملاحظہ مین گزری ہین جنسے باسانی ہر بات دریافت ہوگئی ہوگی تب بہی ابتک

آپ کو یہہ عام باتین بہی صحت کیساتہہ بیان کرنیکی مہارت نہوئی کمال افسوس کا مقام ہے
متی کی عبرانی انجیل کو جن لوگون نے قدیم تر زمانہ کی تصنیف قرار دیا ہے حضرت عیسیٰ سے چہہ برس
بعد کی تصنیف لکہا ہے اور دوسری اور تیسری سال اوسکا تصنیف ہونا تو ہرگز کبہی کسیکی
خیال مین بہی نہین آیا اسیطرح سب انجیلون کی سال تصنیف مین آپکا محض بے ٹہکانی
بیان ہے چونکہ مین یہہ کتاب رد نصاری مین نہین لکہتا ہون اسلیئے یہان اس بحث
کا سیری نظر مین موقع نہین ہے مگر انجیل یوحنا کے باب مین تو آپ نے اندہیر ہی کردیا جو
اوسے علاوہ غلطی سال تصنیف کے انجیل مرقس سے مقدم رکہا کوئی بہی نصرانی عالم
اسکے خلاف نہین ہے کہ یوحنا کی انجیل سب انجیلون کے بعد تصنیف ہوی ہے یعنی
مرقس کی انجیل سنہ ۶۱ء مین اور انجیل یوحنا سنہ ۹۸ء مین تصنیف ہوئی تہی جبکہ ایسی عام
باتون تک مین آپ کی حافظہ کا یہہ حال ہے تو اور مطالب کے معلومات کو اسی پر
قیاس کر لینا چاہیئے

(صفحہ ۲۹) قولہ یہہ تمام انجیلین اور حواریون کے نامی اور اعمال حواریان انجیلون
کے اخیر مین شامل ہین یونانی زبان مین لکہی گئی ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ کتابین
عیسائی مذہب کو اون ملکون مین رواج دینے کے لئے لکہی گئی تہین جہان یونانی زبان
مروج تہی اور جہان کے لوگ زیادہ تر یونانیون کیسے خیالات رکہتے تہے الخ ج یہہ بہی
بالکل صحیح نہین ہے مرقس کی انجیل روم مین تصنیف ہوئی جہان کوئی بہی یونانی نتہا اور
اسیلیئے وہ لاطینی زبان مین تصنیف ہوئی تہی اور نامہ عبرانیان عبرانی زبان مین تہا اور متی
کی انجیل کو تو آپ ہی فرماتے ہین کہ وہ عبرانی مین تہی پہر یہہ قول آپکا کب صحیح رہا کہ
یہہ کتابین عیسائی مذہب کو اون ملکون مین رواج دینے کے لئے لکہی گئی تہین جہان
یونانی زبان مروج تہی اسیئے کیونکہ متی نے فارس مین اپنی عمر بسر کی وہان یونانی زبان
کب مروج تہی اور دو حواری حضرت عیسیٰ کی یعنی تہوما و برطالمی ہندوستان مین آئے
یہان یونانی زبان کب مروج تہی یہانتک کہ پہلی جماعت عیسائیون کی انطاکیہ مین قایم ہوئے
جو شام کے ملک مین ہے وہان بہی یونانی زبان کا رواج نتہا

(صفحہ ایضاً) قولہ یونانیون مین ایک عام خیال تہا کہ نہایت مقدس اور بزرگ
شخص کو خدا کا بیٹا کہتے تہے ہرکیولیس ڈیلس کوری رامیولس فیثا غورث افلاطون ان

سب کو یونانی خدا کا بیٹا کہتے تھے اور افلاطون کے حمل کے قصہ کو مثل قصہ حمل حضرت
عیسی بیان کرتے تھے غرضکہ جب حواریون کو یونانی زبان کے ذریعہ سے دین عیسوی
کا پہیلانا مدنظر ہوا تو حضرت عیسی کو ایسے بزرگ لقب سے ملقب کرنا پڑا ہوگا جو اون
لوگون کے خیالات سے مناسب تہا جنکے لئے وہ انجیلین لکھی گئی تہین اسلئے ہمارے نزدیک
وہ انجیلین حضرت عیسے کی ولادت کی نسبت اون خالص خیالات کے ظاہر ہونیکا ذریعہ
نہین ہو سکتین جو حضرت عیسی کے زمانہ مین اور ان انجیلون کے تحریر ہونیسے پیشتر
تہی با اینہمہ ہم انہین انجیلون مین متعدد جگہہ پاتی ہین کہ یوسف کو حضرت مریم کا شوہر
اور حضرت مسیح کو اونکے باپ یوسف کا بیٹا تسلیم کیا ہے الخ **ج** آپ کی ان ساری
باتون کی کوئی سند ہی تو تحریر ہوا کرے اور بغیر اسکے کیا معلوم کہ آپ سچ کہہ رہے یا
جہوٹہہ مثلاً افلاطون کے حمل کے قصہ کو آپ مثل قصہ حمل حضرت مسیح فرماتے ہین اب
ہم کیونکر جانین کہ اسکی صحت کہانتک ہے آپکی غرض یہہ ہے کہ جسطرح وہ قصہ حمل افلاطون
جہوٹہہ تہا اسیطرح یہہ قصہ حمل حضرت مسیح بہی جہوٹہہ ہے یا یہہ کہ جسطرح وہ قصہ حمل افلاطون
ناجایز طور پر تہا کیونکہ اوسکے پاکی اور راستی کا کوئی الہامی ثبوت نہین ہے اسیطرح یہہ
قصہ حضرت مریم بہی سمجھنا چاہئے یہہ آپکا محض ملحدانہ گمان ہے اور ہمین نے اپنی بے لیاقتی
کے سبب کسی یونانی تواریخ مین یہہ ذکر نہین دیکہا ہے سوا اسکے کہ افلاطون کا باپ شہر والا
اثینیہ کا تہا جو دار الخلافہ ملک یونان ہے اگرچہ افلاطون خود کسی اور جزیرہ مین ۴۲۹ برس
قبل پیدایش حضرت عیسیٰ کے پیدا ہوا تہا کہتے ہین کہ افلاطون بادشاہ کودرس کے جو آخیر
بادشاہ اثینیہ کا تہا اولاد مین سے تہا جیسا کہ یونان کی تواریخون سے ثابت ہے اور کلاسکل
ڈکشنری مولفہ طامس براون ال ال ڈی مطبوعہ لندن ۱۸۰۶ء صفحہ ۲۸۵ کالم ۲ مین افلاطون
کے باپ کا نام ارسٹن اور مان پرکٹونیا دیکہہ لیجئے اسکے سوا آپ فرماتے ہین کہ یونانیون
کے خیالات کے مطابق یہہ انجیلین لکہی گئین اسلئے حضرت عیسے کی ولادت کی نسبت اون
خالص خیالات کے ظاہر ہونیکا ذریعہ نہین ہو سکتین جو حضرت عیسیٰ کے زمانہ مین اور ان
انجیلون کے لکہے جانیسے پیشتر تہے مطلب یہہ کہ انجیلون مین یونانیون کو دہوکا دینے کیلئے
یہہ باتین کہ مسیح خدا بیٹا اور وہ بے باپ پیدا ہوا وغیرہ لکہہ دی ہین اور اونکی اصل
کچہہ نہین ہے اور یہین سے الہام اور وحی سب نہ دار د ہوگیا فقط چالاکون کے یہہ جعلی

کتابین ثابت ہوگئین اب اگران باتون کا جواب ہی ہمین لکھین تو یہ سیکڑون پادری ہندوستان مین کسلئے ہین اگر سب پادری ملکر اقرار کرین کہ ان باتون کا جواب لکھنے مین ہم سب عاجز ہین تو ناچار ہمکو تکلیف کرنی پڑیگی

(صفحہ ایضاً) قولہ انجیل متی باب ۱ ورس ۱۶ مین لکھا ہے کہ یوسف مریم کا شوہر تہا بعض لوگ کہتے ہین کہ متی کی انجیل مین حضرت علیسی کی نسب نامہ مین اوروں کی نسبت یونانی لفظ اجن نسی بیامی معروف استعمال ہوا ہے جس سے خاص باپ کا بیٹا ہونا پایا جاتا ہے اور حضرت علیسیؑ کے نسبت یونانی لفظ جبان آیا ہے جس سے اوس کے معنے یہہ ہوتے ہین کہ یعقوب سے پیدا ہوا یوسف شوہر مریم جس سے علیسےؑ پیدا ہوا مگر ولیطسطین نے یونانی زبان کی سند پر ثابت کیا ہے کہ جیان کا لفظ ہی مان اور باپ دونون سے پیدا ہونے پر بولا جاتا ہے معہذا اس تغیر کا سبب یہی خیالات ہین جو یونانیون مین مذہب علیسوی ہیلانے کی بنا پر پیدا ہوئی تہی الخ **ج** ان باتونکا ہی ثبوت کسی معتبر یا غیر معتبر تصنیف کے حوالہ سے آپنے نہین دیا ہے پہر اسکا کیا اعتبار ہے؟ وجہ دو اسکے آپہی فرماتے ہین کہ حضرت علیسیؑ کے نسب نامہ مین اجن نسی کا لفظ اورون کی نسبت استعمال ہوا ہے جس سے خاص باپ کا بیٹا ہونا پایا جاتا ہے پس اس لفظ سے تو حضرت علیسےؑ کو کچہہ علاقہ نہین ہے اور حضرت علیسیؑ کی نسبت یونانی لفظ جبان آیا ہے جس سے فقط مان سے پیدا ہونا مراد ہے مگر ولیطسطین نے یونانی زبان کے سند پر ثابت کیا ہے کہ جیان کا لفظ ہی مان اور باپ دونون سے پیدا ہوئے پر بولا جاتا ہے پس قطع نظر اسکے کہ ایک ولیطسطین کی تحقیق خلاف جمہور کے جیساکہ ہر ترجمہ انجیل سے ثابت ہے قابل اعتبار نہین ہے ہر لغت یونانی مین دیکہہ لینا چاہئے کہ وہ لفظ کبہی مان وباپ دونون سے پیدا ہوئے پر دلالت نہین کرتا لیکن آپہی کے قول سے ہی اسکی تنقیح ہوسکتی ہے کہ جب اوس نسب نامہ مین چالیس سے زیادہ نامون کیسا تہہ لفظ اجن نسی مرقوم ہے جسکے معنے مان وباپ دونون سے پیدا ہوا تو وہین ایک نام حضرت علیسیؑ کیساتہہ لفظ جبان لکھنے کی وجہہ کیا تہی سوا اسکے کہ حضرت علیسیؑ کی ولادت کو اور سب مان وباپ دونونسے پیدا ہوئے لوگون کیموافق نسمجہین قطع نظر اسکے آپ کو تو بالکل یونانی زبان کی ہوا ہی نہین لگی ہے یہانتک کہ انگریزی ہی آپ ہزارون کیسی بول سکتے ہین

(دیکہو نور افشان ۱۳ اکتوبر ۱۸۸۱ع صفحہ ۳۲۵) اسلیئے لفظ جنان کو آپ نے جنان لکہا ہے کیونکہ وہ جنس سے مشتق ہے جسکے معنے پیدایش

(صفحہ ایضاً) قولہ لوک کی انجیل باب ۲ ورس ۳۳ میں جو نسخون مین یہہ لفظ مین تب یوسف اور اوسکی مان مگر اس مقام پر بہی اوسی خیال سے تغیر کیا ہے ڈاکٹر گریسباخ کی صحیح اور مقابلہ کر کی چہاپی ہوئے انجیل مطبوعہ لیپسک ۱۸۰۵ع اور شندروف کی چہاپی ہوی انجیل مطبوعہ ۱۸۴۹ع اور رومن ولگٹ کے ترجمہ انگریزی مین یوسف کا نام نہین ہے بلکہ اوسکا باپ اور اوسکی مان لکہا ہے اور ٹرولوٹپ کے یونانی انجیل کے شرح مین اسی کی تصحیح کی ہے جس سے یوسف کا پدر مسیح ہونا تسلیم ہوتا ہے لوک کی انجیل کی اسی باب کی ۴۳ ورس مین بہی قدیم نسخہ الکزندریا نوس مین بہی گونیس کا لفظ ہے جسکے معنی والدین کے ہین الخ **ج** اسکا جواب پادریون کے ذمہ ہے کیونکہ یہہ بحث تحریفات انجیل سے متعلق ہے اور اس سے یہہ ثابت نہین کہ حضرت عیسیٰؑ ماں و باپ دونون سے پیدا ہوی تہے کیونکہ ابتدا سے آجتک کبہی اسمین اختلاف نہین ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بے باپ کے پیدا ہوئی تہی

(صفحہ ۳۰) قولہ لوک کی انجیل باب ۲ ورس ۴۸ مین حضرت مریم نے حضرت عیسی سے کہا کہ دیکہہ تیرا باپ اور مین غمگین ہو کر تجہے ڈہونڈہتے تہے لوک کی انجیل باب ۲ ورس ۲۷ و ۴۱ مین یوسف و مریم کو حضرت عیسیٰ کی مان باپ کہکر تعبیر کیا ہے الخ — **ج** یہہ عام محاورہ کے موافق دو ایک مقام پر کہا گیا ہے کیونکہ یوسف کے پاس حضرت عیسیٰؑ کی پرورش اور تربیت پانے اور نیز یوسف کا عقد مریم کیا تہہ ہونے سے بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا تہا کہ وہ گویا حضرت عیسیٰؑ کا باپ ہے مگر ان سیدہی اور صاف باتون مین شاخین نکالنے والے وہی لوگ ہین جنکی عقل مین فتور اور عقیدہ مین فتور و عاقبت مین فتور ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ متی کی انجیل باب ۱۳ ورس ۵۵ مین لکہا ہے کہ لوگون نے حضرت عیسیٰ کی نسبت کہا کہ کیا یہہ بڑہی کا بیٹا نہین کیا اسکی مان مریم نہین کہلاتی اور انجیل یوحنا باب ۶ ورس ۴۲ مین ہے کہ لوگون نے حضرت مسیح کی نسبت یہہ کہا کہ کیا یہہ یسوع یوسف کا بیٹا جسکی مان باپ کو ہم پہچانتے مین نہین ہے الخ **ج** یہہ خاص ہمارے ہم عقیدہ لوگون کا کلام ہے جو حضرت عیسیٰؑ کو ازراہ تحقیر یوسف کا بیٹا کہتے تہی

کیونکہ وہ حضرت عیسٰی کے بڑے دشمن تھے

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** انجیل یوحنا باب ۱ ورس ۴۵ مین لکھا ہے کہ فلپ نے نتہانئیل کو کہا جسکا ذکر موسٰے نے توریت مین اور نبیون نے کیا ہے ہمنے اوسے پایا ہے وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے اعمال حواریین باب ۲ ورس ۳۰ مین پطرس حواری سنے حضرت عیسٰی کے داود کی نسل سے ہونے کے نسبت کہا کہ خدانے اوس سے یعنی داود سے قسم کرکے کہا کہ مین تیرے تخت پر بیٹھنے کیلئے جسم کے طور پر تیری کمر سے مسیح کو پیدا کرونگا سنیٹ پال نے اپنے خط موسومہ برومیان باب ۱ ورس ۴ مین لکھا ہے کہ وہ مسیح جسم کے حقمین داود کے تخم سے ہوا پر روح قدس کے حقمین جے اودھنے کی قوی دلیل سے خدا کا بیٹا ثابت ہوا ان تمام سندون سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کے زمانہ کے سب لوگ اور خود حواری ہی جانتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ حضرت عیسٰی اپنے باپ یوسف کے تخم سے پیدا ہوئے ہین نہ کہ بغیر باپ کے مگر وہ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا روحانی اعتبار سے کہتے تھے اوسی خیال سے جس سے کہ یونانی اپنے ہان کے بزرگون کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور اس بات کو نہایت صفائی سے سینٹ پال نے اپنے خط کے مذکورہ بالا آیت مین بیان کیا ہے زمانہ کے گزرنے پر وہ خیال جس سے کہ حواریون نے حضرت عیسٰی کو خدا کا بیٹا کہا محو ہوگیا اور لوگ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا سمجھنے لگے اور اوسے کیا تھا یہہ قرار دیا کہ وہ بے باپ پیدا ہوئے تھے اور اونکی ضد سے یہودیون نے یہہ کہنا شروع کیا کہ نعوذ باللہ وہ ناجائز طور پر پیدا ہوئے تھے یہہ اتہام سلس نے جو تیسری صدی مین تھا کیا تھا اور ظاہرا یہہ وہ زمانہ ہے کہ جب عیسائیون کو اس باب مین کہ حضرت عیسٰی خدا کے بیٹے ہین اور بن باپ کے پیدا ہوئے ہین زیادہ تر غلو ہوگیا تھا الخ **ج** ان آیتون مین سے یوحنا باب ۱ ۴۵ مین اوس شخص کا ذکر ہے جو حضرت عیسٰی کو بیشتر مطلق نہین پہچانتا تھا اور اعمال ۲ باب ۳۰ ورومیونکے ۱ باب ۴ مین حضرت عیسٰی کی خاندان حضرت داوُد مین ہونیسے شرافت مذکور ہے اور اونکی ماں و باپ دونون سے پیدا ہونیکا کچھہ بھی ذکر نہین ہے اور یونانیون کے محاورہ مین ہی بیٹے کا لفظ عیسائیون نے استعمال نہین کیا تھا کیونکہ بیشتر اوس سے کہ یونانیون کا دنیا مین وجود ہو توریت مین ابنیاء علیہم السلام کی نسبت بیٹے کا لفظ موجود ہے جو حضرت نوح سے پیشتر استعمال کیا

گیا تہا (پیدایش ۱۶ باب ۲۷) اور سلس کا یتسری صدی مین یہہ اتہام کرنا دلیل اسکی ہے کہ تیسری صدی تک آپہی کے قول سے حضرت عیسٰی کے بے باپ پیدا ہونیمین کسیکو شک نتہا اور جس بات پر ابتدا سے تین سو برسون تک سب کا اتفاق رہا ہو تو اوسکے بعد ہر شک کرنیوالا ہرگز قابل اعتبار نہوگا

(صفحہ ۳۱) **قولہ** قرآن مجید نے اسمبات مین کہ حضرت عیسٰی بن باپ پیدا ہوئے تہے کچہہ بحث نہین کی جب قرآن نازل ہوا اوسوقت دو فرقے مخالف موجود تہے ایک فرقہ نہایت نالایقی اور بدی سے یہہ کہتا تہا کہ حضرت مسیح بطور ناجایز مولود کے پیدا ہوئے ہین دوسرا فرقہ یہہ کہتا تہا کہ وہ خدا اور خدا کے بیٹے اور ثالث ثلاثہ ہین قرآن مجید نے ان دونون فرقون کے اعتقاد کو رد کر دیا اور حضرت مسیح کی مقدس اور روح پاک ہونی پر اور حضرت مریم کی عصمت وطہارت پر گواہی دہی اور اس بات کو کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے اور ثالث ثلاثہ ہین جہٹلا دیا اور بتلا دیا کہ وہ مثل اور انسانو کے خدا کی بندے ہین قرآن مجید مین یہہ کہین نہین بیان ہوا ہے کہ وہ بن باپ کی پیدا ہوئے تہے جہانتک کہ اشارہ ہے حضرت عیسٰی کے روح القدس اور کلمۃ اللہ ہونیکا اور حضرت مریم کی عصمت وطہارت کا اشارہ ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کرتے ہین ہمارا یہہ اعتقاد ہے کہ جو شخص حضرت مریم کی نسبت تہمت بدیکا دے وہ مسلمان نہین ہے الخ

ج یہہ خوب دانشمندی کی بات آپنے فرمائی کیونکہ حضرت مریم پر تہمت بد لگانیوالا فی الحقیقت مسلمان نہین ہے یعنے اسلامی کسی فرقے کا یہہ مطلق عقیدہ نہین ہے لیکن نیچیری فرقہ اس سے مستثنٰے ہے جو خدا کا ہی قائل نہین اور انبیاء علیہم السلام کو بت پرست ثابت کرتا ہے جیسا کہ بیشتر ثابت کر چکا ہون پس جو فرقہ کہ پیغمبر و نکو بت پرست ثابت کرے وہ پیغمبر زادیون پر تہمت بد لگانیسے کب خوف کر سکتا ہے اسیلئے آپنے فرمایا کہ وہ مسلمان نہین ہے اور یہہ نہین فرمایا کہ نیچیری نہین ہے کیونکہ نیچیری عقیدہ مین حرام وحلال کا امتیاز سراسر بیوقوفی ہے اور جس بات مین کچہہ نتیجہ پیدا ہو اونکے نزدیک از روئے عقل وہ ناجایز ٹہرانیکی کوئی وجہہ نہین ہے پس ایسا حرام کہ جس سے اولاد پیدا ہو اوس سے اجتناب کرنیکی وجہہ کیا ہے بلکہ وہ حلال کہ جس سے کچہہ نتیجہ نہ ظاہر ہو یعنے کوئی اولاد نہ پیدا ہو البتہ فعل عبث ہے جو صریح ناجایز ہے کیونکہ حلال وحرام دونون کی علت غائی وہی ایک

بات یعنے اولاد پیدا ہونا پہر آپ فرماتے ہین کہ وہ مثل اور انسانون کے خدا کے بندے
ہین قرآن مجید مین یہہ کہین نہین بیان ہوا ہے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تہے الخ سبحان اللہ
حضرت عیسیٰ مثل اور انسانون کے خدا کے بندے ہین خدا کے بندے تو سب زندگی
بہر رہے بہی ہوتے ہین اور انسان کے سوا اونہین جانور کون کہتا ہے پس حضرت عیسیٰ کو
ایسے انسانون سے کیا نسبت ہے ہان وہ سب انسانون کے موافق ہی نہین ہین کیونکہ وہ بے باپ
محض روح القدس کے وسیلہ سے پیدا ہوے تہے اور اس سے زیادہ قرآن مین اونکی
بے باپ پیدا ہونیکی صراحت اور کیا ہوگی اور اونکے سوا وہ کون دوسرا موجود ہے جو
مان باپ دونون سے پیدا ہونیکی باوجود روح القدس سے اور کلمۃ اللہ ہونیکا مستحق
ٹہرا ہو پس قرآن مین ہر طرح کی قوی دلیلون سے ہی ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بے باپ
پیدا ہوئے تہے اور اونکی مان باپ دونون سے پیدا ہونیکا کہین اشارہ تک نہین ہے
اسکے سوا آپ خود اقرار کرتے ہین کہ نزول قرآن کے وقت ایک فرقہ نہایت نالایق
سے یہہ کہتا تہا کہ حضرت عیسیٰ بطور ناجایز مولود کے پیدا ہوئے ہین اور دوسرا فرقہ یہہ کہتا تہا
کہ وہ خدا اور خدا کے بیٹے اور ثالث ثلاثہ ہین قرآن مجید نے دونون فرقون کے اعتقاد کو رد کر دیا
الخ پس دونون فرقون کے قیاس کا نتیجہ واحد تہا یعنے حضرت عیسیٰ کا بے باپ پیدا ہونا
کہ جسکے سبب ایک فرقہ کو یہہ گمان ہوا اور دوسرے کو وہ پس قرآن مجید نے دونون
فرقون کو قیاس و گمان کی صلاح کر دی جیسا کہ آپ بہی اقرار کرتے ہین کہ قرآن مجید نے
دونون فرقون کے اعتقاد کو رد کر دیا نہ یہہ کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت بے پدر کو رد کیا ہے
کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو دونون فرقون کی تردید کچہہ بہی نہوتی یعنے اگر حضرت عیسیٰ کا مان باپ
دونون سے پیدا ہونا ثابت کیا جاتا تو یہودیون کا الزام قایم رہتا کیونکہ ناجایز اولاد کو بہی وہ
بے باپ کا نہین جانتے ہین اگرچہ وہ باپ ناجایز طور پر ہوتا ہے اور نصاریٰ کا عقیدہ
بہی بحال رہتا کیونکہ حضرت عیسیٰ کی ولادت بے پدر کا رد اونکے خدائی کے ابطال
پر دلیل نہوتا اور فقط مان سے پیدا ہوئے اولاد کو خدا جانتے والے مان باپ دونون
سے پیدا ہوئی اولاد کو بہی خدا جان سکتے تہے پس خدا نے ان دونون فرقون کے عقیدہ
کو رد کیا ہے نہ یہہ کہ حضرت عیسیٰ کے تولد بے پدر کو اور بقول آپکے قرآن مجید نے
ان دونون فرقون کے اعتقاد کو رد کر دیا اور حضرت مسیح کی مقدس اور روح پاک ہونے

پر اور حضرت مریم کی عصمت وطہارت پر گواہی دیتی ہے اور اس بات کو کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے اور ثالث ثلاثہ ہین جہٹلا دیا اتہے

(صفحہ ۲۳) قولہ سورہ ال عمران مین ہے کہ جب فرشتون نے کہا کہ ای مریم بیشک اللہ تجہکو خوشخبری دیتا ہے ایک کلمہ کی اپنی طرف سے اوسکا نام ہوگا مسیح عیسی مریم کا بیٹا رویت دار دنیا مین اور آخرت مین اور خدا کی مقربون سے اور کلام کریگا لوگون سے گہوارہ مین یعنے بچپنے مین اور بڑائی مین اور ہوگا نیکون مین سے مریم نے کہا اے پروردگار کہان سے ہوگا میری بیٹا اور نہین چہوا ہے مجہکو کسی آدمی نے خدا نے کہا یہی ہوگا اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے جبکہ کوئی کام کرنا ٹہرا چکتا ہے تو اس کے سوا اور کچہ نہین کہ اوسکو کہتا ہے کہ ہو پہر ہو جاتا ہے اور سورہ مریم مین ہے کہ پہر ہمنے بہیجا اوسکے یعنے مریم کے پاس اپنی روح کو پہر وہ بنگئے اوسکے لئے ٹہیک آدمی مریم نے کہا کہ بیشک مین تجہہ سے خدا کی پناہ مانگتے ہون اگر تو خدا سے ڈرتا ہے اوسنے کہا کہ مین تو صرف تیری خدا کا بہیجا ہوا ہون تاکہ تجہکو پاکیزہ لڑکا دون مریم نے کہا کہ کہان سے ہوگا میرے لڑکا اور نہین چہوا ہے مجہکو کسی آدمی نے اور نہ مین بدکار ہون اوسنے کہا یہی ہوگا تیرے پروردگار نے کہا ہے کہ وہ مجہپر آسان ہے اور ہم اوسکو لوگون کے لئے نشانی اور اپنی رحمت کرنا چاہتے ہین اور تہی یہہ بات ٹہیر چکے فرشتے کا حضرت مریم کو بیٹا ہونیکی بشارت دینا اور اونکا یہہ کہنا کہ مجہے مرد نے نہین چہوا ہے سینٹ لوک کی انجیل مین بہی مذکور ہے تمام یہودی الیقین رکہتے تہے کہ اونمین ایک مسیح پیدا ہونیوالا ہے جو یہودیون کے بادشاہت کو پہر قایم کریگا اسلئے یہودی اور یہودی عورتین بیٹا ہونیکی نہایت آرزو رکہتی تہین اور دعائین مانگتی اور عبادتین کرتی تہین کہ وہ شخص ہمارا ہی بیٹا ہو ایسی حالتون مین اونکا اس قسم کی خوابونکا دیکہنا یا بن بولنے والیکی آوازون کا سننا یا متخیلہ مین کسی مجسم شی کا دیکہلائی دینا ایسا امر ہے جو بمقتضائے فطرت انسانی واقع ہوتا ہے بعض علما کا یہہ قول ہے کہ اس سورہ مین جو خطاب فرشتونکا حضرت مریم سے ہے وہ بطریق الہام اور روع فی النفث اور القا فی القلب کی ہے مگر مجہکو کچہہ شبہہ نہین جیسکہ سیاق کلام سے پایا جاتا ہے کہ امر بشارت جو اس سورہ مین اور سورہ مریم مین بیان ہوا ہے وہ ایک ہی واقعہ ہے اور رویا مین واقع ہوا تہا اور سینٹ متی کے انجیل سے بہی ایسا ہی مستنبط

ہوتا ہے کیونکہ بموجب اوس انجیل کی یوسف کو بھی اوس حمل کی خبر خواب مین بذریعہ فرشتہ کے دی گئی تہی الخ ج نہ یہودی عورتین کبہی اسلئے دعائین مانگتی تہین کہ مسیح ہمسے پیدا ہو اور نہ کبہی اسکے لئے عبادتین کرتی تہین کیونکہ یہہ کسکو معلوم تہا کہ سو برس مین یا ہزار برس مین مسیح پیدا ہوگا ایسے موہوم امید پر کس سے کوشش ہوسکتی ہے اسکے سوا یہودیون مین فقط حضرت عیسیٰؑ کی خبر نہ تہی بلکہ اور نبیون کا بہی اونہین انتظار رہا جیسے الیاس اور وہ نبی جسکا ذکر یوحنا ا باب ۱۹ – ۲۵ مین ہے پہر فقط حضرت عیسیٰؑ کیواسطے اونہین دعائین مانگنی کی کیا وجہہ تہی خاصکر حضرت مریمؑ کی اس قسم کی دعا مانگنے کا کسکو یقین ہو کہ ہنوز کسی مرد نے اونہین نہین چہوا تہا اور دعائین مانگنے لگین کہ مسیح ہمسے پیدا ہو اس جہوٹہہ کا بہی کہین ٹہکانا ہے اور عجیب ہے کہ فرشتے نے اونہین روح القدس کے وسیلہ بیٹا پیدا ہونیکی خبر دی تب بہی اونہون نے باور نکیا اور یہی کہا کہ انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر یعنے کہان سے ہوگا میرے لڑکا اور نہین چہوا ہے مجہکو کسی آدمی نے پہر کون یقین کر سکتا ہے کہ وہ دعائین مانگتے تہین کہ مسیح ہمسے پیدا ہو کیا کوئی کنواری لڑکی بہی ایسی تمنا کر سکتی ہے خاصۃً وہ جسکی پاکدامنی انتہا درجے کے ہو لیکن یہہ تمہید آپ نے اسلئے کی تاکہ فرشتہ سے باتین کرنا حضرت بی بی مریم کا محض واہمہ ثابت کرین یعنے یہہ خیال لڑکا پیدا ہونیکا ایسا اونکے دلمین ترقی کر گیا تہا کہ یہی اونکا خیال مجسم ہوکر اونہین دیکہائی دیا اور بغیر بولنے والیکے آوازین اونہون نے سنین اور فرشتہ وغیرہ درحقیقت کچہہ نہ تہا چنانچہ آپ فرماتی ہین کہ ایسے حالتون مین اونکا اس قسم کے خوابون کا دیکہنا یا بن بولنے والے کے آوازون کا سننا یا تخیلہ مین کسی مجسم شئے کا دیکہائی دینا ایسا امر ہے جو بمقتضائے فطرت انسانی واقع ہوتا ہے الخ پس معلوم نہین کہ خانصاحب بہادر یہہ اپنے خلل دماغ کو ظاہر کر رہے ہین یا حضرت بی بی مریمؑ کی اسکے سوا آپ فرماتے ہین کہ امر بشارت جو اس سورہ مین اور سورہ مریم مین بیان ہوا ہے وہ ایکہی واقعہ ہے اور رویا مین واقع ہوا تہا الخ حالانکہ سورہ مریم مین حقتعالے فرماتا ہے فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرا سویا یعنے پہر ہمنے بہیجا اوسکے (یعنے مریم کے) پاس اپنی روح کو پہر وہ بنگئی اوسکے لئے ٹہیک آدمی انتہےٰ یہہ آیت کا ترجمہ کیا ہوا ہے اب فرمائیے کہ رویا کی اسمین کونسی علامت ہے اور کس سیاق کلام سے یہہ رویا ثابت ہوتا ہے

اسکے ثبوت مین آپ فرماتے ہین کہ انجیل متی مین اس حمل کی خبر خواب مین یوسف کو
بذریعہ فرشتہ کی دی گئی تہی الخ یعنے اس وجہہ سے آپ کی تحقیق مین ایسا آیا کہ حضرت مریم
کو بہی خواب ہی مین یہہ خبر دی گئی ہوگی لیکن مجوسیون نے ستارہ کو دیکہہ کر اسکی خبر پائی
تہی (دیکہو متی ۲ باب ۱) پس یہی یوسف اور مریم کیواسطے یہی قاعدہ کلیہ کیون نہ ہوگیا
اور کیا ضرور ہے کہ یوسف نے جو خواب دیکہا تو مریم نے بہی خواب ہی دیکہا ہوگا اور فرشتہ
تو ہر حال مین ثابت ہی رہا تفسیر سورہ بقر کیطرح یہان بہی فرشتہ کا ابطال تو کچہہ بہی آپ سے
نہو سکا پہر سورہ مریم مین ہے ولنجعلہ آیۃ للناس و رحمۃ منا وکان امرا مقضیا یعنے ہم اوسکو
لوگون کے لئے نشانی اور اپنی رحمت کرنا چاہتے ہین اور تہی یہہ بات ٹہر چکی الخ پس لوگون
کے لئے نشانی کیا اسکے سوا کچہہ اور بہی تہی کہ بے باپ کا لڑکا پیدا ہوا خدا کی قدرت
سب پر ظاہر ہوئی اور آپ سورہ بقر کی تفسیر مین ہر جگہہ آیت سے مراد فقرات قرآن
ثابت کرتے آئے ہین یہان آیۃ کے معنے نشانی کیون آپ نے تسلیم کرے اور قرآن
کے فقرات نہ فرمائے گئے یہہ عجز آپ کے شان فلسفیت کے سراسر خلاف ہے اسکے سوا
آل عمران سے آپہی نے نقل کیا ہے کہ قال کذالک اللہ یخلق ما یشاء اذا قضی امرا فانما یقول له
کن فیکون یعنے خدا نے کہا یہی ہوگا اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے جبکہ کوئی کام کرنا ٹہرا
چکتا ہے تو اسکے سوا اور کچہہ نہین کہ اوسکو کہتا ہے کہ ہو پہر ہو جاتا ہے الخ یہی ۳ سو زبور
۹ مین ہے اور اس سے مراد یہہ ہے کہ جبکہ اوسنے اجرام و عناصر کو بے مادہ پیدا کیا ہے تو
کسی انسان کو بے باپ پیدا کرنا اسکے لئے دشوار نہین ہے اسیلئے سورہ مریم مین فرمایا
کہ ہو علی ہین یعنے وہ مجہپر آسان ہے اور کیا آپ اتنا ہی نسمجہے کہ عورت کی شادی ہونیکے
بعد تو اوسکی لڑکا کا پیدا ہونا ایک معمولی بات ہے اسمین فرشتے کی زبانی بشارت ہونیکی
کیا حاجت تہی لیکن آپ یہہ فرماتے ہین کہ وہ بشارت نتہی محض حضرت بی بی مریم کا خیال
مجسم ہوگیا تہا تو اتنا آپ نے غور کر لیا ہوتا کہ اسقدر بیٹا ہونیکی خیال مین حضرت مریم کا مستغرق
ہونا کہ آوازین تک کان سے سننے لگین اور مجسم شکل بشارت دینے والیکو دیکہنے لگین
کیونکر ممکن ہے جبتک پیشتر اوسکے تدابیر ممکنہ سے فراغ نہ حاصل کیا ہو یعنے ہنوز شادی
نہین کی جو اسباب توالد و تناسل تہی چنانچہ فرمایا کہ لم یمسسنی بشر اور لڑکا ہونیکی خیال
مین ایسی مستغرق ہوئین کہ آوازین بہی سننی لگین اور بشارت دینے والے کی شکل بہی

دیکھئے لکہیں یہہ کیسکے بہی خیال مین نہ آئیگا

(صفحہ الضاً) قولہ بیٹا ہونیکی بشارت حضرت اسحاق کو اور اونکی بیوی کو اور حضرت ذکریا کو بہی دی گئی تہی پس صرف بشارت سے تو بے باپ کے پیدا ہونا لازم نہین آتا ہے ہان ان بشارتون پر غور کرنا چاہیئے کہ ان مین کوئی ایسا لفظ تو نہین ہے جس سے بن باپ کے بیٹا پیدا ہونیکا اشارہ نکلے سو ایسا بہی کوئی لفظ ان بشارتون مین نہین ہے الخ **ج** آپ نے کچہہ پڑہا بہی ہے یا فقط سُنی سنائی باتون پر تکیہہ کرلیا پیدایش ۲۵ باب ۲۱ مین ہے کہ اسحاق نے اپنی بی بی کیلئے خداوند سے دعا مانگی کیونکہ وہ بانجہ تہی انتہے پس کہان دعا قبول ہونا اور کہان بے خواہش بشارت لڑکا ہونیکی پانا اور حضرت ذکریاہ کے بابت لوقا باب ۷ مین لکہا ہے کہ الیسبات بانجہ تہی اور وہ دونون بوڑہے تہے انتہے اور اسی ۱ باب ۱۳ مین ہے کہ فرشتے نے اوس سے کہا کہ اے ذکریاہ مت ڈر کہ تیری دعا سنی گئی اور تیری جورو الیسبات تیرے لیئے ایک بیٹا جنیگی انتہے ۸ اتب ذکریاہ نے فرشتے کو کہا کہ مین اسکو کیونکر سچ جانون کیونکہ مین بوڑہا ہون اور میری جورو کی بڑی عمر ہوئی انتہی چنانچہ اسیکا ذکر قرآن مین بہی ہے کہ قال رب انی یکون غلام وقد بلغنی الکبر وامراتی عاقر یعنے اے رب کہان سے ہوگا مجہکو لڑکا اور مجہپر آیا بوڑہاپا اور عورت میری بانجہ ہے انتہے پس ان دونون واقعون مین مردونکو بشارت اولاد دی گئی تہی اور وہ بہی دعا قبول ہونیکی وجہہ سے اور وہان کنواری کو بشارت دی گئی تہی بغیر اسکے کہ کبہی اولاد کی خواہش کی ہو اور حضرت اسحاق اور حضرت ذکریا علیہما السلام کو بشارت ہونیکی یہہ وجہہ بہی تہی کہ دونون بیبیان بانجہ تہین اور حضرت ذکریا کی بی بی تو نہایت ضعیفہ بہی ہوگئی تہین ان وجہون سے گو بظاہر شوہر موجود تہے مگر یہہ دونون بیبیان بہی محض خدا کی قدرت سے صاحب ولد ہوئی تہین فرق اتنا ہی تہا کہ حضرت بی بی مریمؑ کنواری تہین اور یہہ شوہر وار پس یہہ دونون نظیرین جو آپ نے پیش کین انسے تو دُوا اور بہی معجزانہ ولادتون کا ثبوت ہوتا ہے اگرچہ بظاہر ان دونون بیبیون کے شوہر موجود تہے اس سے یہہ بہی ایک دلیل حضرت عیسیٰؑ کی بے باپ پیدا ہونیکی بہم پہنچے کہ الٰہی ضابطہ استمراری اور معمولی یہی ہے کہ قدیم سے باپ کو اولاد کے ہونیکی خدا کی طرف سے خبر دی گئی ہے نہ یہہ کہ مان کو مگر حضرت عیسیٰؑ کیواسطے جو اونکی مان کو خلاف عادت قدیم حقتعالے نے بشارت دی یہہ اسیوجہہ سے ہوا کہ اونکا باپ نہا ورنہ یقیناً یہان بہی اونکے باپ کو یہہ بشارت ہوتی نہ یہہ کہ مان کو

(صفحہ ۲۳) قولہ سب سے زیادہ غور کے لایق لفظ لم یمسنی بشر ولم اک بغیاہے بلاشبہ یہہ دونون کلمے نہایت صحیح ہین اور جس زمانہ مین بشارت ہوئی اوس زمانہ مین بلاشبہہ حضرت مریم کو کسی مرد نے نہین چہوا تہا بلکہ غالباً اونکا خطبہ ہی یوسف کیسا تہہ نہوا تہا مگر اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ اوسکے بعد ہی یہہ امر واقع نہین ہوا الخ ج لیکن انجیل مین تو صاف لکہا ہے کہ جب اوسکی مان مریم کی منگنی یوسف سا تہہ ہوئی اونکی اکٹہے آنیسے پیشتر وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی (متی ۱ باب ۱۸) اور اس سے یہہ کب لازم آیا کہ اس بشارت کے بعد حضرت بی بی مریم کا خطبہ یوسف کیسا تہہ ہوا تہا اور اوسکے بعد نوبت حاملہ ہونیکی پہونچی تہی اور چونکہ حضرت بی بی مریم بانج نتہین پس شادی کے بعد تو اونکی خواہی نخواہی اولاد ہوتی ایسی حالت مین بشارت کی کیا حاجت تہی اس سے ظاہر ہے کہ جسوقت یہہ بشارت ہوئی اوسیوقت سے وہ حاملہ پائی گئین پیشتر اوسکے کہ یوسف کیسا تہہ اونکا خطبہ ہوا

(صفحہ ایضاً) قولہ جسطرح کہ حضرت مریم کو اس بشارت سے تعجب ہوا اوسیطرح حضرت اسحاق اور اونکے بیوی اور حضرت ذکریا کو بہی تعجب ہوا تہا جبکہ وہ فرمانے لگین یا ویلتیٰ االد وانا عجوز وہذا بعلی شیخا ان ہذا لشئ عجیب دوسرے جگہہ فرمایا ہے فاقبلت امرتہ فی صرۃ فصکت وجہہا وقالت عجوز عقیم اور حضرت ذکریا نے فرمایا انی یکون لی غلام وقد بلغنی الکبر وامرتی عاقر اور دوسری جگہہ فرمایا وکانت امرتی عاقر وقد بلغت من الکبر عتیا حضرت مریم کی حالت اولاد ہونیسے مایوسی کی نتہی اور اسحاق اور اونکی بیوی اور ذکریا اور اونکی بیوی کیحالت مایوسی کی قریب تہی مگر جب اون دونون سے بیٹے کا پیدا ہونا بغیر باپ کے تسلیم نہین کیا گیا تو حضرت مریم کی تعجب سے جو صرف اوسوقت کی کیفیت پر تہا جبکہ بشارت ہوئی تہی نہ آئندہ کی ہونیوالی حالت پر کیونکر حضرت عیسیٰ کے بے باپ پیدا ہونی پر استدلال ہو سکتا ہے اور کیا عجب ہے کہ اوس خواب کی بعد ہی حضرت مریم کو اور اونکے مربیون کو حضرت مریم کی شادی کرنیکا خیال پیدا ہوا ہو جو آخرکار یوسف کیسا تہہ عقد ہو نیسے پورا ہوا الخ ج چونکہ حضرت عیسیٰ کا باپ ثابت کرنا ضرور ہے اسلئے جہانتک ممکن ہو حضرت مریم کا اوسی ہنگام مین عقد ہو جانے ہی پر دلائل پیدا کرنی چاہئے اسیوجہہ سے آپ فرماتے ہین کہ کیا عجب ہے کہ اوس خواب کے بعد ہی حضرت مریم کو اور اونکی مربیون کو حضرت مریم کی شادی کرنیکا خیال پیدا ہوا ہو الخ اب اگر یہہ خیال نہ پیدا ہوا ہو تو حضرت عیسیٰ کا باپ ثابت کرنیکے لئے پیدا کرلینا چاہئے اور ہر

آپ سے اشد ضرورت مین کیا عجیب کہنے کا کیا محل ہے صریحاً اور یقیناً لکھنا چاہئی تہا لیکن جب
آپ کو اتنا ہی نہین معلوم ہے کہ بشارت کے بعد ہی حضرت بی بی مریمؑ کے مربیون کو اون کی
شادی کا خیال پیدا ہوا تہا یا نہین تو آپ کو یہہ لا ری قابلیت ظاہر کرنیکی ضرورت کیا تہی علاوہ
اسکے آپ فرماتے ہین کہ حضرت مریمؑ کیحالت اولاد ہونیسے مایوسی کی نہتی اور اسحاق اور
اونکی بیوی اور زکریاہ اور اونکی بیوی کیحالت مایوسی کی قریب تہی تو حضرت مریمؑ کے تعجب سے
جو صرف اوسوقت کی کیفیت پر تہا کیونکر حضرت عیسی کے بے باپ پیدا ہونے پر استدلال
ہو سکتا ہے الخ یعنے اگرچہ حضرت مریم کی شادی نہوئی تہی مگر اونکی حالت اولاد ہونیسے
مایوسی کی نہتی اسوجہہ سے ہی حضرت عیسیٰؑ انکا باپ ثابت کرنا ضرور ہے کیونکہ حضرت اسحاق
اور حضرت زکریاہ کی اولاد ہی بے باپ نہتے اگرچہ اتنا فرق ہے کہ وہ دونون مرد اور حضرت
بی بی مریم عورت تہین کیونکہ جب وہ دونون بیورت نہتی تو حضرت بی بی مریم کو بی شوہر
خیال کرنیکی کوئی وجہہ نہین ہے کیا عمدہ تفسیر آپ نے لکہی ہے اور کیا ضرور ہے جو حضرت
اسحاقؑ و حضرت زکریاہ کی اولاد کی طرح حضرت عیسی کو ہی ماں باپ دونون سے پیدا ہوا
سمجہین حضرت بی بی مریم کو حضرت اسحاق و زکریاہ علیہما السلام کی مثال سے کیا علاقہ اور انکا
زوج ہونا حضرت مریم کی منکوحہ ہونیکیواسطے کیا دلیل ہو سکتا ہے علاوہ اسکے اونکی شادیان
ہونا تو کلام الہی سے ثابت ہے مگر حضرت بی بی مریم کی شادی کا قبل ولادت حضرت
عیسیٰؑ کہان ذکر ہے پس حضرت اسحاق و حضرت زکریاہؑ کی مثال جو حضرت بی بی مریمؑ کے تذکرہ
مین قایم کی گئی تاکہ اونکی اولاد کو ہی حضرت بی بی مریمؑ کی اولاد کی مانند سمجہین یہہ عجیب بات
ہے کہ جہان ماں و باپ دونون پر موجود ہین وہان تو آپ بی باپ کی اولاد قرار دیتے
ہین یہہ کہکر کہ اونکی حالت مایوسی کی قریب تہی اور جہان بے باپ کی اولاد ہے یعنے حضرت
عیسیٰؑ وہان آپ اونکی ماں و باپ دونون قرار دیتے ہین یہہ عجیب اندہیر ہے اس سب کے
قطع نظر آپ جو صفحہ ۲۳ سے یہانتک بار بار حضرت اسحاقؑ اور حضرت زکریاہ دونون کو طرح
طرح کی دلیلون اور نظیرون سے تحریر فرماتے آئے ہین اور یہان آپ فرماتے ہین کہ حضرت
اسحاق اور اونکی بیوی اور حضرت زکریا کو ہی تعجب ہوا تہا جبکہ وہ فرمانے لگین یا ویلتی ءالد وانا
عجوز و ہذا بعلی شیخا ان ہذا لشیء عجیب الخ یعنے یہہ قول آپ حضرت اسحاقؑ کی بیوی کا سمجہے حالانکہ
یہہ حضرت ابراہیمؑ کی بی بی کا قول ہے یہہ کیسی غلطی آپ جیسے نامور مفسر سے ہوئی ان ہذا لشیء عجیب

(صفحہ ایضاً) قولہ اس تعجب کے بعد فرشتہ نے حضرت مریم سے کہا کذلک اللہ
یخلق ما یشاء اسیطرح حضرت زکریا سے کہا تہا کہ کذلک اللہ یفعل ما یشاء حضرت مریم سے
کہا قال کذلک وہو علی ہین اسیطرح حضرت زکریا سے کہا قال کذلک قال ربک ہو علی ہین
لفظ کن فیکون جو سورہ آل عمران مین ہے وہ کسی امر کے ہونے پر بلا اسباب قدرتی و فطرتی
کے دلالت نہین کرتا کیونکہ ہر شی کے ہونیکو خدا اسیطرح فرماتا ہے اذا اراد شیئا انما یقول لہ
کن فیکون پس ہر شی کن کے حکم سے ہمیشہ قانون قدرت اور قاعدہ فطرت کے مطابق ہوتی
ہے پس ہیہ الفاظ کسیطرح اسبات پر کہ حضرت مسیح کی ولادت فی الفور بلا قاعدہ فطرت اور
بغیر باپ کے ہوی ہتی دلالت نہین کرتی الخ **ج** اب یہان فقط ذکریاہ حضرت بی بی مریم کی
نظیر ہونیکی آئیگی اور حضرت اسحاقؑ کی ذکر مین کوئی آیت حضرت بی بی مریمؑ سے مشابہ کرنیکے لئے
آپکو نہ ملے اسلئے اونکا یہان سے لکھنا موقوف کیا گیا اور حضرت ذکریاہ کے ذکر مین بہی جو آیتین آپنے
لکہی ہین اونسے حضرت مریمؑ کی مطابقت کچہہ بہی آپ ثابت نکر سکے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کیواسطے
یخلق ما یشاء کا لفظ ہے اور حضرت ذکریاہ علیہ السلام کیواسطے یفعل ما یشاء کا لفظ ہے پس فعل
اور خلق مین جو امتیاز ہے یہی حضرت عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا ہونے پر گواہ ہے فعل اوسے
کہتے ہین جسمین کچہہ ایجاد نہو اور خلق اوسے کہتے ہین جسمین معمول کے خلاف کوئی نئی بات ہو
فعل مقرری اور معمولی کام کو کہتے ہین اور خلق غیر مقرری اور غیر معمولی کام کو کہتے ہین فعل سے
مراد کام کرنا اور خلق سے مراد پیدا کرنا خلق کا لفظ ہمیشہ ایسی محل پر آتا ہے جو اسباب
عادی اور معمولی کے خلاف ہو جیسے اس آیت مین ہے ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم خلقہ
من تراب ثم قال لہ کن فیکون اور اسیطرح کن فیکون کا استعمال اوسے محل پر ہوا ہے جو
بے اسباب ظاہر محض قدرت الہی سے وقوع مین آئے پس حضرت ذکریاہؑ کے اولاد تو بظاہر
اوسی طرح ہتی جیسے کہ سب انسان ماں و باپ دونون سے پیدا ہوتی ہین اور حضرت مریمؑ کی
اولاد در اصل اسطرح کی معمولی پیدایش سے بیعلاقہ ہتی یعنے بے باپ خلق کی گئی اسیطرح دوسرے
آیت مین اگرچہ دونون کی سلئے ایکہی الفاظ مین اور اسے سلئے آپنے مطابق کرنیکی تمنا اسواسطے
لکہہ دی مگر جب یاد آیا کہ حضرت مریمؑ کے سلئے کن فیکون کا لفظ زیادہ ہے جس سے حضرت
عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا ہونیکی خبر ملتی ہے تب آپکو اسکے تاویل کرنے لازم ہوئی مگر پیشتر
آپ صفحہ ۳۲ مین اقرار کر چکے ہین کہ خدا تعالی اقسام حیوانات کو بغیر توالد و تناسل کی

عادتاً پیدا کرتا رہتا ہے اور خود انسان کو بھی بلکہ تمام حیوانات کو ابتداءً اوسنے اسیطرح
پیدا کیا ہے انتہی اب یہہ تاویل آپ کی کہ ہر شئے کن کے حکم سے ہمیشہ قانون قدرت اور قاعدہ
فطرت کیمطابق ہوتی ہے انتہی بیکار ہو گئی اور یہہ بھی آپ سمجھے کہ قانون قدرت کہین قاعدہ
فطرت کے مطابق ہوتا ہے ایسا ہو تو معجزون کا بالکل ابطال ہو جائے کیونکہ اوسکے قدرت
قاعدہ فطرت پر محدود نہین ہے فطرت تو یہی ہے کہ ماں باپ دونون سے لڑکا پیدا ہو لیکن
جب وہ چاہتا ہے یقول لہٗ کن فیکون نہ کسی مادہ کی حاجت ہے اور نہ کسی سبب کے پس یہہ ارشاد
اسیکا تہا کہ جسطرح بے مادہ وہ اشیاء کو پیدا کرتا ہے اسیطرح یہہ لڑکا بھی یعنے حضرت عیسیٰ
بے باپ پیدا ہونگے

(صفحہ ۴۳) قولہ آیۃ للناس کے لفظ سے یہہ سمجھنا کہ حضرت مسیح کو بغیر باپ کے
بطور ایک نشانی معجزہ کی پیدا کیا تہا محض بیجا ہے اسلئے کہ بے باپ کے پیدا ہونا اگر بالفرض
ہوا بھی ہو ایسا امر مخفی ہے جو کسیطرح آیۃ للناس نہین ہو سکتا آیۃ کا لفظ قرآن مجید مین فرعون
اصحاب کہف والرقیم قوم نوح و نوح اور اصحاب سفینہ پر بہی اطلاق ہوا ہے حضرت مریم
بوجہہ اپنی عبادت اور خدا پرستی اوسکے اور حضرت عیسیٰ بسبب اوس رحم دلی کے جو انجیل
سے پائی جاتی ہے خدا کی عمدہ نشانی کی لقب کے مستحق تہے انتہی **ج** آپ فرماتے ہین
کہ بے باپ کے پیدا ہونا اگر بالفرض ہوا بھی ہو ایسا امر مخفی ہے جو کسیطرح آیۃ للناس نہین
ہو سکتا لیکن ماں باپ دونون سے پیدا ہونا امر مخفی نہین ہے آپ کی اس الٹی سمجھہ کو کیا
کہنا چاہیے دنیا مین ہر نئی بات کی خواہی نخواہی شہرت ہوتی ہے اور معمولی باتونکو ہر روز
ہوتی رہتی ہین کبہی کوئی زبان پر نہین لاتا ہے پس بے باپ پیدا ہونا کیونکر امر مخفی ہو سکتا ہے
جو نہایت عجیب اور حیرت انگیز واقعہ تہا اور حقتعالی کو اپنی بے پایان قدرت کا ظہور اور
اپنی شان خلاقی کے امکان اور وسعت کا اپنے بندون مین شہرہ منظور تہا تاکہ سب لوگ
اوسکے جلال اور عظمت اور امکان اور قدرت کو کسی بات مین محدود اور منحصر نہ سمجھکر
اوسکے قادر مطلق ہونیکا دلسے اقرار کرین بالیقین ہو کہ جسطرح اوسنے بے باپ لڑکا پیدا کیا اسی
طرح وہ اول مین بے ماں اور باپ دونون کے آدم کو پیدا کر چکا ہے اور آخر مین اسیطرح
بے ماں اور باپ کے سبکو اوٹہا کہڑا کریگا اسوجہہ سے حضرت عیسیٰ آیۃ للناس تہے اور یہ
اسلئے ضرور ہوا کہ اسکی شہرت نہ فقط ملک یہودیہ مین تدبیر غیب سے ہو جیسا کہ کلمۃ اللہ لوگون کیساتہہ

کیا گیا (لوقا ۲ باب) ملکہ غیر ملکون تک کمال سرعت کیا تہہ محض حقتعالے کیطرف سے یہہ خبر پہونچائی گئی جیسا کہ فارس کے مجوسیون کا سفر یہودیہ اسپر گواہ ہے (متی ۲ باب) اور اسکا چرچا اوسی عین وقت پر نزدیک و دور برابر پہیلایا گیا کیونکہ یہہ ولادت جو محض ایک پیغمبر اولوالعزم کا غایت تقدس اور قدرت وجلال خداوندی ظاہر کرنیکے لئے وقوع مین آئی اسکا مخفی رہنا کسیطرح ممکن نتہا تا کہ وہ ناپاک ولادت بے پدر شرعی جو از راہ خیانت واقع ہونے کے سبب مخفی رکہی جاتی ہے اوسمین اور اس پاک ولادت مین بے شاہبہ مماثلت امتیاز ظاہر ہوجائے پس پیشتر فرشتے کے وسیلہ حضرت بی بی مریم کو اسکے بشارت ہونا اوسکے بعد اوسی قوم اور اوسی ملک مین گلہ بانون کے وسیلہ اسکا چرچا پہیلنا اور یہودیونکا حضرت بی بی مریم سے معارضہ کرنا اسکے بعد غیر ملک مین غیر قومون یعنے مجوسیون مین یہہ خبر مشہور ہونا یعنے یگانون اور بیگانون اور ایماندارون اور بے ایمانون اور اپنے ملک والون اور غیر ملک والون سب کو اسکی خبر ہوجانا اس سے زیادہ شہرت اور کیا ہوگی اور پہر الہامی کتابون یعنے انجیل مین اور قرآن مین اس خبر کا شایع ہونا علاوہ اوس شہرت مذکورہ کے شہرت پر شہرت ہوجانے کی صریح ظاہر علامت ہے کیا خدا کو بہی کسیکا خوف ہوتا ہے جو اپنے کام کو لوگون سے مخفی رکہے مگر وہی ولادت مخفی رکہی جاتی ہے جو از راہ خیانت ہو پس آپ جو بار بار اسی مخفی ثابت کرتے ہین یہہ حکمت اور مصلحت آپ کی کسی سے مخفی نہین ہے باقی جواب اسکا صفحہ ۲۳ کے جواب مین ملاحظہ کیجئے پس باوجود اس شہرت و اعلان کے اگر یہہ امر مخفی تہا تو اونہین لوگون پر مخفی تہا جنکی آنکہین ہین کہ دیکہین پر وہ نہین دیکہتے اور اونکی کان ہین کہ سنین پر وہ نہین سنتے کیونکہ وہ باغی خاندان ہین (حزقیئیل ۱۲ باب ۲) لہم قلوب لایفقہون بہا ولہم اعین لایبصرون بہا ولہم اذان لایسمعون بہا (اعراف ع ۲۲)

(**صفحہ ایضًا**) **قولہ** بکلمۃ منہ کے الفاظ یا کلمۃ القاہا الی مریم کے الفاظ بہی کسیطرح بن باپ کے پیدا ہونے پر دلالت نہین کرتے خدا تعالے نے قرآن مجید مین متعدد جگہہ لفظ کلمہ کو اپنی طرف منسوب کیا ہے سورہ اعراف مین فرمایا ہے وتمت کلمۃ ربک الحسنے علے بنی اسرائیل اور سورہ یونس مین فرمایا ہے وکذلک حقت کلمۃ ربک علی الذین فسقوا اسیطرح اور بہت سی جگہہ آیا ہے اور کلمۃ اللہ سے وہ امور محققہ مراد ہین جو ہونیوالے

تہی اور ہوئی اور ہونگے حضرت مسیح کا مریم سے پیدا ہونا ایک امر محقق اور معین تہا یا یون کہو کہ موعود تہا پس ایسی امر محقق یا موعود کو کلمہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور جسطرح تمام قرآن مین کلمہ کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اسیطرح اسمقام پر بہی کیا ہے ان الفاظ سے بن باپ کے پیدا ہونے پر کچہہ بہی اشارہ نہین نکلتا الخ **ج** واہ کیا عمدہ دلایل قطعی آپ نے ارشاد فرمائی ہین کیا کلمہ موعود نہین ہوسکتا تہا اور کلمۃ القاہا الی مریم کا صاف اور صریح مطلب کہین آپکے اگر مگر سے باطل ہوسکتا ہے ان الفاظ کے سیدہی معنے کو آپ کے تعبیر سے بدل دیا تب حضرت عیسیٰؑ کا بے باپ پیدا ہونا ثابت نہو اور جبکہ ان الفاظ کا صاف مطلب آپکے تعبیر کی حاجت نہین رکہتا ہے تو کلمۃ القاہا الی مریم سے حضرت عیسیٰؑ کے باپ پیدا ہونیکی سوا کوئی بہی دوسرا مطلب نہین نکل سکتا ہے اور یہہ جو آپ ہر جگہہ مین فرما دیتے ہین کہ تمام قرآن مین یہہ لفظ ایسا ہے اور ویسا ہے حالانکہ ہر جگہہ آپ کا یہہ قیاس صریح باطل ہوچکا ہے لیکن آپ کا مطلب اس سے یہہ ہے کہ لفظ آیت غیر معنے معجزہ یا نشان کے یا لفظ کلمہ وغیرہ کو ہر جگہہ قرآن مین جسطرح آپ خلاف محل وموقع وخلاف سیاق وسباق اپنی نیچری اصطلاح کیموافق ظاہر کرتے آئے ہین اسیطرح اور لوگ بہی سمجہین تب آپ کا یہہ قول کہ یہہ لفظ تمام قرآن مین یونہی آیا ہے ٹہیک آجائے اور جبکہ ہر جگہہ آپ کی بناوٹ اور کلام الہی کا مطلب بگاڑنا ثابت ہورہا ہے تو تمام قرآن کا تو کیا ذکر ہے بلکہ کسی جگہہ بہی آپ کی اصطلاحی معنے کا کسی لفظ کے بابت اعتبار اور کچہہ ثبوت نہین ہے کلمہ کے معنے کون نہین جانتا کہ کلام کے ہین لیکن اسکے ایکہی صفت نہین ہے بلکہ تین صفتین ہین اسم وفعل وحرف پس حضرت عیسیٰؑ کا اسم جو الہامی محاورہ مین کلمہ قرار پایا لا کلام اونکے بے باپ ہونے پر دال ہے کیونکہ مقدم صفت کلمہ کے اسم ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ سورۃ النساء مین جہان خدا تعالی نے حضرت عیسیٰ کے نسبت فرمایا ہے کہ کلمۃ القاہا الی مریم وہان یہہ بہی فرمایا ہے کہ وروح منہ اس لفظ سے بہی بن باپ کے پیدا ہونا نہین ثابت ہوتا تمام جانداروں کی نسبت کیا حیوان اور کیا انسان روح منہ کا لفظ اطلاق کیا جاسکتا ہے سوا اسکے اور کسی معنے مین حضرت عیسیٰؑ کی نسبت اس لفظ کا اطلاق نہین ہوسکتا خصوصاً مسلمانون کے مذہب کے مطابق جو خدا کی یا خدا کی روح کی یا خدا کے کلمہ کے مجسم ہونیکی قایل نہین ہین اور اوسکو لم یلد ولم یولد

جانتے ہین معہذا چند علماے مفسرین نے بہی جیسا کہ تفسیر کبیر مین لکہا ہے روح منہ سے قریباً قریباً ویسیہی معنے مراد لئے ہین جو ہمنے بیان کئے ہین الخ **ج** اب یہان آپکو حسب عادت یاد آیا کہ تمام قرآن مین روح منہ سے یون ہی مراد ہے آپ فرماتے ہین کہ تمام جاندارون کی نسبت کیا حیوان کیا انسان روح منہ کا لفظ اطلاق کیا جا سکتا ہے الخ کیا آپ کی تحقیق مین حیوانون مین بہی روح ہوتی ہے اور وہ اوامر ونواہی اور وعدہ وعید سے جو ذی روح کیواسطے مخصوص ہے مخاطب کیجاتی ہین اور اگر اتنا ہی فرق نہو تو جانور اور انسان مین امتیاز کیا باقی رہے لیکن سب انسانون مین بہی ایکہی قسم کی روح نہین ہوتی ہین حضرت عیسیٰؑ نے اپنے شاگردون سے فرمایا کہ تم نہین جانتے کہ تم مین کیسی روح ہے (لوقا ۹ باب ۵۵) اور حضرت الیشعؑ نے حضرت الیاسؑ سے التماس کی کہ جو روح آپ مین ہے وہ مجہہ مین آپ سے دوچند ہو (۲ سلاطین ۲ باب ۹) اور روح کے مجسم ہونیکی بابت آپہی نے صفحہ ۳۲ مین سورہ مریم کی یہہ آیت نقل کی ہے کہ فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرا سویا اور آپہی نے اسکا یہہ ترجمہ لکہا ہے کہ پہر ہمنے بہیجا اوسکی یعنے مریم کی پاس اپنی روح کو پہر وہ بنگئی اوسکے لئے ٹہیک آدمی انتہے اور یہہ روح کا حضرت مریمؑ کے آگے متمثل ہوکر لڑکا پیدا ہونیکی بشارت دینا نشان اسکا تہا کہ اسیطرح کلمہ متمثل ہوکر تولد ہوگا اور اس مسئلہ کو لم یلد ولم یولد سے کچہہ علاقہ نہین ہے کہ بہیجی ہوئی شے بہیجنے والے کے برابر نہین ہوتے پس جو روح کہ خدا کیطرف سے بہیجی گئی وہ خدا نتہے جو لم یلد ولم یولد ہے

(**صفحہ ۳۵**) **قولہ** خدا نے قرآن کی صفت مین فرمایا کہ کذلک اوحینا الیک روحا من امرنا اسیطرح حضرت عیسیٰؑ کو بہی روح کہا گیا ہے ۔ اور یہہ بہی لکہا ہے کہ روح سے رحمت مراد ہے اس آیت کی تفسیر مین وایدہم بروح منہ کہا ہے اسے برحمۃ منہ اور چونکہ حضرت عیسی خلق کے لئے رحمت تہے تو اونکی نسبت روحا منہ کا اطلاق کیا گیا ہے سورہ مجادلہ مین تمام ایمانوالون کی نسبت کہا گیا ہے اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ پہر حضرت عیسیٰؑ کی نسبت ایسے الفاظ کا استعمال کسیطرح اس بات کیطرف اشارہ نہین کرتا کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تہے الخ **ج** لیکن روح من امر ربی بہی قرآن مین ہے کیا ہر جگہہ روح کے معنے رحمت کیسوا اور کچہہ بہی نہین ہین اچہے بیوقوفون کو خوش کرنیکے لئے آپ نے یہہ تفسیر بہی ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ سورہ مریم مین جو الفاظ وارد ہوئی ہین اونپر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور سمجہا جاتا ہے کہ اونسی بن باپ کے پیدا ہونیکا اشارہ پایا جاتا ہے مگر یہہ ہی صحیح نہین ہے سورہ مریم مین حضرت مریم کی رویا کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ اونہون نے ان کی صورت دیکھی جسنے کہا کہ مین خدا کا بہیجا ہوا ہون تاکہ تمکو بیٹا دون اوسکے بعد جو کچھہ بیان ہوا ہے اوسمین ف تعقیب کی آئی جیسے کہ فحملتہ فاجاءہا المخاض مگر اس ف سے اتصال زمانی مستنبط نہین ہو سکتا جیسے کہ مثال مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کیونکہ اونکی حاملہ ہونے اور دردزہ شروع ہونے مین اتصال زمانے نتہا لوک کی انجیل مین بہی لکہا ہے کہ جب مریم کے جننے کے دن پورے ہوئے وہ اپنا پہلوٹہا بیٹا جنی تفسیر کبیر مین بہی مدت حمل نو مہینے یا آٹہہ مہینے یا سات مہینے لکہے ہین ابن عباس کی روایت نو مہینے کی ہے جو صحیح معلوم ہوتی ہے غرضکہ اس مقام پر جہان ف آئی ہے اوس سے ہر جگہہ خواہ نخواہ اتصال زمانے مستنبط نہین ہو سکتا ہے انتہی

ج اگر حرف فا سے اسیوجہہ سے اتصال زمانے نہین ثابت ہوتا کہ اونکی حاملہ ہونے اور دردزہ شروع ہونے مین اتصال زمانے نتہا تو یہہ آپ ہی کی فہم کا سراسر قصور ہے آئیا بے حمل ہی کہین دردزہ ہوتا ہے پس جبکہ دردزہ کیوقت حمل موجود تہا تو اس سے زیادہ اتصال زمانے اور کیا ہوگا قطع نظر اسکے ان باتونکو حضرت عیسےٰؑ کے بے باپ پیدا ہونیسے جکا ابطال آپ کر رہے ہین کیا علاقہ ہے

(صفحہ ۳۵ و ۳۶) قولہ اس بات کے سمجھنے کے بعد آیات سورہ مریم پر غور کرنا چاہیئے کہ جب حضرت مریمؑ نے اپنے رویا مین انسان کو دیکہا تو اونہون نے کہا انی اعوذ بالرحمن منک ان کنت تقیا اوسنے کہا انما انا رسول ربک لاہب لک غلاما زکیا حضرت مریم نے کہا انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا اوسنے کہا کذالک قال ربک ہو علی ہین ولنجعلہ آیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرا مقضیا اسکے بعد ہی فحملتہ پس اس حرف ف سے جو حملتہ پر ہے یہہ لازم نہین آتا کہ بمجرد اس گفتگو کے حضرت مریم حاملہ ہوگئی تہین بلکہ پایا جاتا ہے کہ اس گفتگو کی کسی زمانہ مابعد مین وہ حاملہ ہوئین جسوقت کہ یہہ گفتگو ہے بلاشبہہ حضرت مریم کو کسی بشر نے نہین چہوا تہا لیکن اوسکے بعد اونکا خطبہ یوسف سے ہوا اور حسب قانون فطرت انسانی اپنے شوہر یوسف سے حاملہ ہوئین الخ ج اگر بمجرد اُس گفتگو کے وہ حاملہ ہوگئین تو اسکے ابطال پر آپکے پاس دلیل کیا ہے جبکہ اونکا حمل روح القدس کے

وسیلہ سے تہا تو اس بشارت کے بعد اونکی حمل کیواسطے کیا خدا کی قدرت خلاقی کسی ساعت
گہڑی کا انتظار کر رہی تہی آپکو الہامی کتابون کے محاورہ سے بہی کچہہ خبر ہے کیا کن سے فیکون
تک کسی قرن یا صدی کی مدت درمیان مین ہوتی ہے پس اگر محمدیین حرف فا کا مطلب سمجہنا آپکو
دشوار ہوگیا تہا تو فیکون کی فا پر اوسے بہی قیاس کر لیا ہوتا کیونکہ یہہ لفظ کن فیکون بہی تو اوسے
بشارت کی مضمون مین شامل ہے (دیکہو سورہ آل عمران) اسکے سوا الہامی محاورہ مین
جہان اس قسم کے معجزہ کا ذکر ہے وہان اوسی بشارت کیوقت سے مدت حمل شروع ہوجاتی
ہے چنانچہ حضرت الیشع علیہ السلام نے جب ایکعورت کو بیٹا ہونیکی خبر دی تو اوس سے فرمایا کہ اسی
وقت سے حساب کر کے پوری معین وقت پر ایک بیٹا تو گود مین لیگی (۲ سلاطین ۴ باب ۱۶)
اور حضرت بی بی سارہ کو جب ولادکی بشارت دی گئی تو ارشاد ہوا کہ مین معین وقت پر
پہر آونگا اور سارہ کو بیٹا ہوگا (پیدایش ۱۸ باب ۱۴) اور اوسی سال یعنے ۱۸۹۶ قبل
سنہ عیسوی کے جس سال کہ یہہ بشارت دی گئی تہی حضرت اسحاق پیدا ہوے لیکن آپ جو
فرماتے ہین کہ اسکے بعد اونکا خطبہ یوسف سے ہوا اور وہ حسب قانون فطرت انسانی اپنے
شوہر یوسف سے حاملہ ہوئین الخ اسکا ثبوت کیا ہے اور حرف فا سی یہہ مطلب کیونکر پیدا ہوا
(**صفحہ ۳۶**) **قولہ** اسیطرح فاتت بہ قومہا تحملہ کسے فے کا حال ہے کہ وہ ولادت
زمانہ سے متصل نہین ہے بلکہ امر مذکورہ ولادت کے بعد کسی زمانہ مین واقع ہوا ہے تفسیر
ابن عباس مین لکہا ہے کہ ولادت کے چالیس دن بعد یہہ واقعہ ہوا ہے اور تفسیر کبیر مین لکہا ہے
کہ یہہ واقعہ یعنے قوم کے پاس لانیکا اور حضرت عیسیٰ کے کلام کرنیکا حضرت عیسیٰ کے صغر سنی
مین واقع ہوا تہا اور ابو القاسم بلخی کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ جوان ہونیکی قریب تہے جب یہہ
واقعہ ہوا تہا الخ **ج** لیکن حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آسمان سے آنیکا زمانہ اسکے لئے کیون
نہ تجویز کیا کہ مدت کی طوالت کامل ہوجاتی یہہ بہی کیسی خیال مین آسکتا ہے کہ یہودیون نے
الزام حضرت بی بی مریم کو تو اوسوقت دیا تہا جسوقت اونکی لڑکا پیدا ہوا اور اوسکا جواب اوسوقت
دیا گیا جبکہ حضرت عیسیٰ جوان ہوگئے تہے اوسوقت تک تو کتنے ہی اون معارضہ کرنیوالون
مین سے زندہ بہی نرہے ہونگے اور ماں کی گود مین لڑکے کا جواب دینا تو یہہ ظاہر کرتا ہے
کہ ایسا صاحب اعجاز اور مقدس مولود ہرگز کوئی آلودہ اور ناروا اولاد نہوگا اسوجہہ سے حضرت
بی بی مریم کی عصمت کا یہہ کافی ثبوت ہے اور جوان ہوکر تو ہر شخص اپنے فضائل بیان

کرنے پر قادر ہوتا ہے اسمین تقدس کی کونسی علامت ہی

(صفحہ ایضاً) **قولہ** قرآن مجید سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہہ واقعہ اوس وقت مین واقع
ہوا تہا جب حضرت عیسی نبی ہو چکے تہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ انی عبد اللہ اتانی الکتاب
وجعلنی نبیاً تاریخ پر اور انجیلون پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسی کی بارہ برس کی عمر
تہی دیکہو انجیل لوک باب ۲ جب اونہون نے بیت المقدس مین یہودی عالمون سے گفتگو کی
اسی بات پر یہودی عالم ناراض ہوئی اور اونہون نے آکر حضرت مریم سے کہا کہ تیرے مان
باپ تو بڑے نیک ہے تو نے یہہ کیا عجیب یعنے بدمذہب لڑکا جنا ہے حضرت مریم نے
خود اوسکا جواب نہین دیا اور حضرت عیسیٰ کو اوٹہا لائین اوسوقت اونہون نے فرمایا کہ انی
عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیاً اور ممکن ہے کہ یہہ واقع اوس کے ہی بعد ہوا ہو یعنے جبکہ
حضرت یحیٰ شہید ہو چکے تہے اور حضرت عیسیٰ نے یہودیون کو سمجہانا اور اونکی بدیون کو
وعظ مین بُرا کہنا شروع کیا تہا الخ **ج** یہہ بڑہیون کی کہانی جسکا نہ انجیل مین پتا ہے اور نہ
قرآن مین اور نہ تمام دنیا کی کسی کتاب مین کیا آپ کے دعوی کو ثابت کردیگی کہین اسکا
ذکر نہین ہے کہ بارہ برس کی عمر مین حضرت عیسیٰ نے دعوی نبوت کیا تہا اور آپ فرماتے
ہین کہ حضرت عیسیٰ نے جو بیت المقدس مین یہودی عالمون سے گفتگو کی اسی سے یہودی
ناراض ہوئے اور اونہون نے حضرت مریم سے کہا کہ تیری مان باپ تو بڑی نیک ہے
تو نے یہہ کیا بدمذہب لڑکا جنا ہے اور یہہ واقعہ آپ کی تحقیق مین اوسوقت واقع ہوا جبکہ
حضرت عیسیٰ بارہ برس کی ہو چکے تہے پس آپ کی نظر مین وہ الزام جو یہودیون نے حضرت
بی بی مریم کو دیا وہ حضرت عیسیٰ کے بے باپ تولد ہونے پر نہین بلکہ اونکے بدمذہب ہونیکے
سبب تہا اور لفظ فری کے معنے جو سب علماء و مفسرین نے طوفان یا بہتان کے لکہی ہین
آپ اوسکا ترجمہ عجیب اور یہہ اوسکے شرح بدمذہب فرماتے ہین اور جس آیت کا مفسرین نے
یہہ ترجمہ کیا ہے کہ نہ تہا تیرا باپ برا آدمی اور نہ تہی مان بدکار آپ اسکا یہان یہہ ترجمہ کرتے ہین کہ
تیری مان باپ تو بڑے نیک تہے الخ تاکہ یہہ نیک کا لفظ لکہنے کے سبب بدمذہب لڑکا جننے کا
موقع ہو اوسکے بعد خانصاحب بہادر آپہی فرماتے ہین کہ حضرت عیسیٰ کو اونکی مان اوٹہا
لائین حالانکہ یہہ حضرت عیسیٰ کے سِن دوازدہ سالگی کا آپ تذکرہ کر رہے ہین جسمین یہہ ارشاد
ہوا کہ اونکی مان اوٹہا لائین یعنے گود مین بارہ برس کے لڑکے کو اوٹہا لائین کیونکہ وہ

وہ اپنے پانوسے نہین چل سکتا تہا اگرچہ بقول آپ کے پیغمبر ہو گئے ہتے یعنے تبلیغ رسالت مین
زبان چلتی ہتی مگر خود نہین چل سکتے تہے اور جب دیکہا کہ اوسوقت مین ہی نیچری طرز پر یہہ قیاس
ٹہیک نہین بیٹہا تو آپ فرماتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہہ واقعہ اوسکے بعد ہی ہوا ہو یعنے جبکہ حضرت
یحیٰ شہید ہو چکے تہے الخ اور یہہ اوسوقت کا ذکر ہے جبکہ حضرت عیسیٰؑ تیس۳۰ برس کے ہو چکے
تہے لیکن سچ فرمائی کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کے شیر خواری کا معجزہ آپ اسے مان لیتے تو کیا ہی ان
جہگڑون سے بچ جاتی کہ بارہ برس یا تیس برس کی عمر مین حضرت عیسیٰؑ کا کنارہ رہا در مین اوٹہا
لایا جانا ثابت کرنے پڑا لیکن حضرت عیسیٰ مین بدمذہبی کیا ہتی کیا وہ نعوذ باللہ نیچری ہو گئی تہی
لوقا ۲ باب ۴۲ وغیرہ مین ہے جب وہ بارہ برس کا ہوا وے عید کے دستور پر یروشلم
کو گئے اور ان دنونکو پورا کرکے جب پہرنے لگے وہ لڑکا یسوع یروسلم مین رہگیا پر یوسف
اور اوسکی مان نے نجانا بلکہ یہہ سمجہے کہ وہ قافلہ مین ہے ایک منزل گئے اور اوسے رشتہ
اور جان پہچانون مین ڈہونڈہا اور نہ پاکر اوسکے تلاش مین یروسلم کو پہرے اور تین روز
پیچہے اوسے ہیکل مین اوستادون کے بیچ بیٹہے ہوے اونکے سنتے اور اونسے پوچہتے
پایا الخ پس اوس موقع پر کہین اسکا ذکر نہین ہے کہ یہودیون نے حضرت بی بی مریم سے
کچہہ بہی شکایت کی ہو یہہ محض خانصاحب بہادر کا افترا ہے اور اوسوقت شکایت کرنیکا سبب
کیا تہا کیونکہ یہودی تو حضرت عیسیٰؑ کی باتون سے خوش ہوئی ہتی نہ یہہ کہ ناراض تب تو وہین
ہیکل مین اونہین رہنے دیا تہا ورنہ بالضرور نکال دیتے اسکے سوا آپ ہی صفحہ ۱۳۱ مین
لکہہ چکے ہین کہ حضرت عیسیٰؑ کے ناجایز طور پر پیدا ہونیکا اتہام سلس نے جو تیسری صدی مین
تہا کیا تہا الخ پس عجیب یہہ ہے کہ آپ کی تحقیق مین نہ حضرت عیسیٰؑ کے پیدا ہونیکی وقت یہودیون نے
حضرت مریمؑ پر اتہام کیا تہا اور نہ حضرت عیسیٰؑ کے بارہ برس عمر ہونیکے بعد اور نہ حضرت عیسیٰؑ
کو تیس برس عمر ہونیکی بعد بلکہ تیسری صدی مین سلس نے یہہ اتہام کیا تہا لیکن وہ اتہام کرنیوالا
کیا دیوانہ تہا جو اتنا ہی نسمجہا کہ جسکا مان باپ دونون سے پیدا ہونا تین سو برسون سے تعین
کیا جاتا ہے اوسپر تین۳۰۰ سو برسون کے بعد یہہ اتہام کیا نبیا ور کہہ سکتا ہے یا یہہ ہی اوسنے نسمجہا کہ
جو حرف میری پشت ہا پشت سے کبہی کسیکی زبان پر نہ آیا تہا اوسے مین اس تیسری صدی
مین کس دلیل سے ثابت کرسکونگا لیکن ہم آپ کو بتلا دین کہ اسکا سبب یہی ہو گا کہ حضرت
عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا ہونیکا شہرہ سنکر اور یہہ معلوم کرکے کہ قدیم یہودیون نے ہی حضرت

بی بی مریم سے یہہ معارضہ کیا تہا سلوس نے بہی اپنے ذاتی دشمنی کے اظہار مین یہہ اتہام شایع کیا اور آپ فرماتے ہین کہ یہہ واقعہ ایسے وقت مین واقع ہوا تہا جب حضرت عیسیٰؑ نبی ہوچکے تہے اور اسکے تعین سال مین آپکا قول آخر یہہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہہ واقعہ اوسکے بہی بعد ہوا ہو یعنے جبکہ حضرت یحییٰؑ شہید ہوچکے تہے الخ اور یہہ اوسوقت کا تذکرہ ہے جبکہ حضرت عیسیٰؑ تیس برس کے ہوچکے تہے یعنے یہہ سن آپ کے تحقیق مین حضرت عیسیٰؑ کی نبی ہونیکا ہے اور نصرانی عقیدہ بہی یہی ہے حالانکہ نیچری تفسیر القرآن مین جو سورہ بقر کی تفسیر مطبوعہ ۱۲۹۷ ہجری ۱۸۸۰ع ہے اوسکے صفحہ ۲۷ مین ارشاد ہوا کہ مین نبوت کو ایک فطری چیز سمجہتا ہون نبی گو اپنی مان کے پیٹ ہی مین کیون نہو نبی ہوتا ہے النبی نبی ولو کان فی بطن امہ جب پیدا ہوتا ہے تو نبی ہی پیدا ہوتا ہے الخ (تنقیح البیان صفحہ ۲۰) اب آپکے ان اختلاف اقوال کے کہانتک کوئی تطبیق کرسکے

(صفحہ ۳۷) **قولہ** قرآن مجید سے ثابت نہین ہوتا کہ حضرت عیسیٰ نے ایسی عمر مین جسمین فطرت انسانی کوئی بچا کلام نہین کرتا کلام کیا تہا قرآن مجید کی یہہ لفظ ہین کیف نکلم من کان فی المہد صبیا اسمین لفظ کان کا ہے جسکا مطلب یہہ ہے کہ ایک ایسے سے ہم کیونکر کلام کرین جو مہد مین تہا یعنے کم عمر لڑکا ہماری گفتگو کے لایق نہین یہہ اسیطرح کا محاورہ ہے جیسے ہمارے محاورہ مین ایک بڑا شخص ایک کم عمر لڑکے کے نسبت کہے کہ ابہی ہونٹ پرسے تو اسکے دودہ بہی نہین سوکہا کیا یہہ ہمسے مباحثہ کے لایق ہے کان کا لفظ صاف دلالت کرتا ہے کہ اوسوقت وہ نہ مہد مین تہے نہ مہد کے لایق تہے اور اوسکے بعد کی آیت سے اس مراد کی اور بہی تائید ہوتی ہے اور بالفرض حضرت عیسیٰ نے اگر مہد مین کلام بہی کیا ہو تو اوس سے اونکے بن باپ پیدا ہونے پر کیونکر استدلال ہوسکتا ہے الخ **ج** کان کے لفظ سے آپ نے یہہ استدلال کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اوسوقت مہد مین نہتے لیکن ہود رکوع ۲ مین ہے افمن کان علی بینۃ من ربہ پہر یہہ کہ من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا (ایضاً) پہر یہہ کہ ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ (آل عمران ع ۱۸) ان اللہ کان بکل شی علیما (نسا رع ۵) کان اللہ بہم علیما (نسا رع ۶) ان اللہ کان سمیعا بصیرا (نسا رع ۸) کان اللہ علی کل شی مقیتا (نسا رع ۱۱) کان اللہ علیماً حکیما (نسا رع ۱۳) کان اللہ غفوراً رحیما (ایضاً) کان اللہ عفوا غفورا (نسا رع ۲۱) اور ایسیہی بیسیون جگہہ قرآن مین کان استمراری آیا ہے اور مہد کا لفظ اسکے ساتہہ موید اس بات کا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فی الحقیقت مان کی گود مین تہی پس کان کے لفظ پرناک چڑہانیکی کوئی بات

نہین ہے فقط کان کہولکر سن لینا چاہیے کہ عہد مین حضرت عیسیٰ کا منہہ سے باتین کرنا اوس مولود بے پدر کی تقدس کا ظہور اور حضرت مریمؑ کے پاکدامنی کا کافی ثبوت تہا جس سے سب نے جانا کہ یہہ مجسم معجزہ انسانی نطفے سے پیدا نہین ہو سکتا ہے پس اگر کان کے لفظ سے پوچہنے والون کا مطلب آپ یہہ ثابت کیا چاہتے ہین کہ ایک لبسی سے ہم کیونکر کلام کرین جو عہد مین تہا یعنے کم عمر لڑکا ہمارے گفتگو کے لایق نہین الخ جس سے آپکا مقصود یہہ ہے کہ حضرت عیسےٰ کسی زمانہ مین عہد مین تہے نہ یہہ کہ اوسوقت جب یہہ سوال و جواب ہوا تو کیا پوچہنے والے کبہی عہد مین نتہے پہر حضرت عیسےٰ کا کبہی مہد مین ہونا اونکے ناقابل خطاب ہونیکی کیون دلیل ہوگیا اور صفحہ ۲۸ مین آپ حضرت عیسےٰ کے کلمۃ اللہ ہونیکا اقرار کرچکے ہین پس اونکے کلمۃ اللہ ہونیکی وجہہ کیا تہی سوا اسکے کہ معجزانہ طور پر اونہون نے عہد مین اپنی ہی اظہار تقدس کیواسطے کلام کیا تہا اور آپ تو من کان فی المہد صبیا مین یہہ لایعنی بحث کرنے لگے مگر آل عمران ہی مین نہ دیکہہ لیا کہ فرشتہ نے حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونیسے پیشتر ہی کہدیا تہا کہ ویکلم الناس فی المہد وکہلاً ومن الصلحین یعنے کلام کریگا لوگون سے عہد مین اور ٹہیک جوانی مین ہوگا نیکون مین سے انتہے پس جبکہ پیشتر ہی فرشتہ نے اسکے خبر دی تہی تو من کان فی المہد صبیا سے حضرت عیسیٰ کے عہد مین کلام کرنیکی کون تکذیب کرسکتا ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ یہودیون کے اس قول سے ہی کہ یا مریم لقد جئت شیا فریا یا اخت ہارون ماکان ابوک امرسوء وما کان امک بغیا حضرت عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے پر استدلال نہین ہو سکتا اسلئے کہ اوس زمانہ مین جبکہ یہودیون نے حضرت مریم سے یہہ بات کہی کوئی ہی حضرت مریم پر بدکاری کی تہمت نہین کرتا تہا اور نہ اوس آیت مین اس قسم کی تہمت کا اشارہ ہے فری کے معنے بدیع وعجیب کے ہین اس لفظ سے غالباً یہودیون نے مراد لی ہوگی شیأ عظیما منکرا مگر اس سے یہہ بات کہ اونہون نے اوسوقت حضرت عیسیٰ کی نسبت ناجایز مولود ہونیکی تہمت کی تہی لازم نہین آتی بلکہ قرینہ اوسکے برخلاف ہے کیونکہ حضرت عیسی نے اوسکے جواب مین اوس تہمت سے بری ہونیکا کوئی لفظ بہی نہین کہا اگر اوسوقت یہودیون کی مراد اوس سے تہمت بدنسبت حضرت مریم کی اور ناجایز مولود ہونیکی نسبت حضرت عیسی کی ہوتی تو ضرور حضرت عیسے اپنے جواب مین اپنے اور اپنی مان کے برئیت اوس تہمت سے ظاہر کرتے الخ **اج** بدکاری کی تہمت ظہور رفع شبہہ کے بعد ہوتی

ہے اور اوس سے پیشتر اسکا حمل کیا تہا اور آیت مین اسی بات کا صریح اشارہ ہے مان اور
باپ کے حالات کے نظیر مین لفظ سوء مرد کیواسطے اور بغیا عورت کیواسطے اسیوجہہ سے آیا ہے
کہ یہہ معارضہ حضرت مریم سے ناجایز مولود کے اتہام مین تہا جو حضرت عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا
ہونیکی وجہہ سے ہوا اور فری کے معنے بدیع و عجیب کے جو آپ فرماتے ہین اوس سے اصل واقعہ
مین خلل کیا واقع ہوا یعنے یہودیون نے حضرت بی بی مریمؑ سے کہا کہ لائی تو ایک چیز عجیب یعنے
خلاف رسم ولادت عام اور یہہ جو آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسےٰؑ نے اوسکے جواب مین
اوس تہمت سے بری ہونیکا کوئی لفظ ہی نہین کہا الخ یہہ آپ نے حضرت عیسےٰؑ کے جواب
پر بے غور کئے ایسا فرمایا ہے حضرت عیسیٰؑ کے جواب مین تین مطلب پیدا ہوتے ہین ایک
اپنے نبی ہونیکا اظہار اوسی قوم کے روبرو جنہین اونہین آیندہ نبوت کرنی تہے اور دوسرے
اپنے پاک اور مقدس اور مقبول مولود ہونیکا اظہار از روے معجزہ تکلم فی المہد تیسرے
حضرت بی بی مریمؑ کے تقدس اور عصمت کے اظہار مسیح جیسے پاک مولود اور روح اللہ
اور کلمۃ اللہ کو جننے سے یہہ تینون باتین اونہین اپنی قوم یعنے یہودیون کے ذہن نشین کرنے
مقصود تہین اور یہی تینون باتین اونکے جواب سے مبرہن و آشکار ہین

(صفحہ ۳۸) **قولہ** صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کی تلقین سے جو خلاف عقاید یہود
تہے علماء یہود ناراض ہوکر حضرت مریم کے پاس آئے جبسے اونکی غرض یہہ ہوگی کہ وہ حضرت
عیسی کو ان باتون سے باز رکہین اور کہا کہ تیرا باپ اور تیری مان تو بڑی نیک ہے تو نے
یہہ کیسا عجیب بچا جنا ہے جو تمام عقاید کے برخلاف باتین کرتا ہے حضرت مریم نے کہا کہ اوسے
سے ہے پوچہو اسپر یہودیون نے کہا کہ وہ کل کا بچا ہمارے منہہ لگنے کے لایق نہین اسپر حضرت
مریم حضرت عیسے کو اوٹہا لائین اور اونہون نے کہا کہ مین خدا کا نبی ہون یہہ ایسا معاملہ ہے جو فطرت
انسانی کیموافق واقع ہوا اور اب بہی واقع ہوتا ہے شوخ و شریر لڑکے کی مان سے اوسکی
شکایت کیجاتی ہے جو شوخی کہ اوسنے کی ہو اوسکی نسبت اوسکی مان کہتی ہے کہ اوسی سے پوچہو
پس ان الفاظ سے جو قرآن مجید مین ہین حضرت عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے پر کسیطرح استدلال نہین
ہوسکتا اوٹہا لانیکا لفظ اسمقام پر مجازاً بولا گیا ہے اوس سے خواہ نخواہ گود مین اوٹہا لانا لازم
نہین آتا الخ **ج** اسکے بعد آپ فرماتے ہین کہ سورہ انبیا مین حضرت مریم کی نسبت خدا نے
فرمایا ہے والتی احصنت فرجہا فنفخنا فیہا من روحنا وجعلنا ہا وابنہا آیۃ للعالمین — تفسیر کبیر

مین لکھاہے کہ حصان کے معنے عفیفہ عورت کے ہین اور اوسکے مثال مین حضرت مریم کی
نسبت جو لفظ احصنت فرجہا کا آیا ہے وہی لکھاہے پس صاف ظاہر ہے کہ اس لفظ سے
حضرت مریم کا تہمت بدسے بری ہونا نکلتا ہے نہ حضرت عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا
الخ یہان سے آپہی کا قول اوس دعوی کو رد کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے تلقین خلاف
عقاید یہود سے علماء یہود ناراض ہوکر حضرت مریم کے پاس آئی کہ وہ حضرت عیسیٰ کو ان
باتون سے باز رکہین یعنے وہ شکایت یہود کی حضرت عیسیٰ کی بارہ مین نتہی بلکہ حضرت مریم
پر تہمت بد لگانے آئے تہے اور اسوجہہ سے وہ سارا طول کلام آپکا بیکار ہوگیا کہ شوخ و
شریر لڑکے کی شکایت اوسکی مان سے کیجاتی ہے وغیرہ کیونکہ اگر وہ حضرت عیسیٰ کی شکایت
کرنے حضرت بی بی مریم کے پاس آئی تہی تو یہہ غلط ہوجائیگا کہ اس لفظ سے حضرت مریم
کا تہمت بدسے بری ہونا نکلتا ہے کیونکہ جب کسی نے حضرت مریم پر تہمت نہین لگائی بلکہ وہ
تو حضرت عیسیٰ کی شکایت کرنے آئے تہے تو حضرت مریم کا تہمت بدسے نکلنا چہ معنے دارد
اس سے قطع نظر کرکے آپ تو بار بار یہی فرماتے ہین کہ حضرت عیسیٰ مان باپ دونون
سے پیدا ہوئے تہے پہر شکایت شریر اور شوخ لڑکے کی اوسکے باپ کی ہوتی ہوئی مان
سے کون کرتا ہے اس سے تو ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ بلے باپ فقط مان سے پیدا ہوئے
تہے تب ونکی مان کیسوا اور کسی سے شکایت نہین کرسکتے تہے بہر حال جتنے پہلو آپ
بدلتے اور بناوٹین کرتے ہین سب سے یہی بات پیدا ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ بے باپ پیدا
ہوئے تہے علاوہ اسکے پسر کی شکایت مین حضرت مریم کی نسبت تو یہہ دیرین سنے کچھہ
نکہا بلکہ اوس شوخ اور شریر پسر کے دادا اور دادی کی نظیر پیش کی جب کہا کہ اے بہن
ہارون کی تیرا باپ ایسا اور تیری مان ایسی تہی اسکا محل اور موقع کیا تہا ہر شریر پسر کی شکایت
مین اوسکے باپ اور مان کی نظیر پیش کرتے ہین نہ یہہ کہ دادا اور دادی کی اگر آپ اسکا یہہ جواب
دین کہ حضرت مریم ہی اونکی نظر مین نیک نتہین تو شریر کی شکایت کسی شریر کے آگے کرنا دانشمند
کا کام نہین ہے یہان کیا امید خیر تہی جو وہ حضرت مریم سے حضرت عیسیٰ کی شکایت کرنے آئے
پس یہہ بناوٹ بہی آپ کی محض بیکار گئی اور افسوس کہ بڑی مشقت آپ کے ضایع ہوئی
اور عجیب تر یہہ ہے کہ باوجود شکایت سننے کے اوسے شریر و شوخ پسر کو حضرت مریم نے
سامہنے کردیا نہ آپ اوسی منع کیا اور نہ شاکی کے آگے عذر و معذرت کی پہر آپ فرماتے

ہین کہ اوٹہالانیکا لفظ اس مقام پر مجازاً بولا گیا ہے الخ لیکن کیا اسکے لیے تلالانی کا لفظ کوئی
عربی زبان مین نہا جو خواہی نخواہی حقیقت کو چہوڑکر مجاز پر اکتفا کیا گیا قطع نظر ان سب باتون کے
ایسا اولوالعزم پیغمبر جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہو کہین شوخ و شریر ہوسکتا ہے خاصکر ایسے سن مین
جبکہ نبوت عام کرنے لگے کیونکہ آپہی فرماتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہہ واقعہ اوسکے بہی بعد ہوا ہو
یعنے جبکہ حضرت یحیی شہید ہو چکے تہے اور حضرت عیسی نے یہودیون کو سمجہانا اور اونکے بدلون
کو وعظ مین برا کہنا شروع کیا تہا (دیکہو اسی تفسیر آل عمران کا آخر صفحہ ۳۶) پس حضرت یحیی
کی شہادت کیوقت حضرت عیسیٰ تیس برس سے بہی زیادہ عمر کے ہو چکے تہے اب فرمائیے کہ تیس
برس کی عمر کو پہونچکر باوجود دعوی پیغمبری و شرف روح اللہی حضرت عیسیٰ شریر و شوخ تہے یہہ کیسے
خیال مین آسکتا ہے

(صفحہ ۳۹) قولہ محصنات کے معنے عفاف کے اور جگہہ بہی قرآن مین آئے ہین
جیسے محصنات غیر مسافحات محصنین غیر مسافحین اور شوہردار عورت کے بہی آئے ہین
جیسیکہ والمحصنات من النساء تفسیر کبیر مین لکہا ہے یقال امرۃ محصنۃ اذا کانت ذات زوج
پس حضرت مریم کی نسبت احصنت کا لفظ زیادہ تر صاحب زوج ہونے پر دلالت کرتا ہے الخ
ج یہہ بہی آپکا صریح دہوکا ہے آیت مین احصنت فرجہا موجود ہے جو نفی زوج پر صریح دال
ہے اور آپ تو خود فرماتے ہین کہ شوہردار عورت کے بہی آئے ہین جس سے ثابت ہے کہ
غیر شوہردار کے بہی آئے ہین پس کیا ضرور ہے جو وہی معنے اختیار کرین جو دوراز حال
حضرت مریمؑ ہین

(صفحہ ایضا) قولہ نفخ روح حضرت عیسی مین کچہہ دلیل اونکے بن باپ ہونیکی نہین
ہوسکتی تمام انسانون کی نسبت خدا تعالے نے نفخ روح کہا ہے جیسے کہ سورہ تنزیل مین
فرمایا ہے خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مہین ثم سواہ و نفخ فیہ من روحہ
پس جسطرح کہ اور تمام انسانون مین اللہ اپنی روح نفخ کرتا ہے اسیطرح حضرت عیسیٰ مین بہی
کی تہی الخ **ج** اس آیت مین سب انسانونکا ذکر نہین بلکہ فقط حضرت آدمؑ کا ذکر ہے اور
اونکے مماثلت نفخ روح مین اور بے باپ پیدا ہونےمین حضرت عیسیٰؑ سے ظاہر ہے تفسیر حسینی
مین ہے ثم سواہ پس راست کرد قالب آدم را و نفخ فیہ و بدمید در وے من روحہ از روح خویش
انتہی ورنہ تمام انسانون مین تو آپ بہی شامل ہین جنہین بقول آپ کے روح ہونیکی آپہہ پر

بہی روح اللہ کیون نہو گئے یہہ ایسی بات آپ نے فرمائی جیسے تمام انسان حیوان ہین اور حیوان چارپائے ہوتے ہین پس تمام انسان بہی چارپائے ہوئے یہہ گم کردہ عقلون کی دلیلین ہین

(**صفحہ ایضاً**) **قولہ** سورہ آل عمران مین ہے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون اس آیت سے بہی حضرت عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا ثابت نہین ہوتا مفسرین نے لکہا ہے کہ وفد نجران جب آنحضرت صلعم پاس آیا اور جو حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے پر یہہ دلیل لاتے تہے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے ہین اسلئے خدا کے بیٹے ہین اس دلیل کے رد کرنیکو یہہ آیت نازل ہوئی اگر یہہ روایت صحیح مانی جاوے تو اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا تسلیم کر لیا ہو کیونکہ یہہ دلیل بطور دلیل الزامی کے ہے دلیل الزامی مین اس سے بحث نہین ہوتی کہ جو مقدمہ مخالف نے قایم کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط بلکہ اوسکے مقابلہ مین ایک اور مقدمہ تسلیمی پیش کیا جاتا ہے جس سے مخالف کی دلیل باطل ہو جاتی ہے پس اس مقام پر دلیل الزامی اس طرح پر قایم ہوتی ہے کہ اگر بالفرض تم بوجہ بن باپ کے پیدا ہونیکے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہو تو حضرت آدم کو جو بن مان باپ کے پیدا ہوئے ہین بدرجہ اولیٰ خدا کا بیٹا ماننا چاہیئے اور جبکہ تم حضرت آدم کو خدا کا بیٹا نہین مانتے تو حضرت عیسیٰ کو صرف بن باپ کے پیدا ہونیسے کیون خدا کا بیٹا مانتے ہو الخ

ج اس تمثیل آدم سے یہہ غرض نہین ہی کہ بے پدر تولد حضرت مسیح کا ابطال کیا جائے کیونکہ بحث اس بات پر نہتی بلکہ حضرت عیسیٰ کی خدائی کا عقیدہ بنائے مباحثہ تہی جو حضرت عیسیٰ کے تولد بے پدر پر قایم کی گئی تہی اسلئے حقتعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کے تولد بے پدر کو ثابت رکہہ کر فرمایا کہ بے باپ پیدا ہونا حضرت عیسیٰ کے ابن اللہی پر دلیل نہین ہے کیونکہ خلقت آدم اس سے بہی عجیب تر یعنے بے مان اور باپ دونون کے تہی اور جبکہ اوسے نہین تم ابن اللہ نہین جانتے تو فقط بے باپ کے اولاد کو ابن اللہ جاننے کے کوئی وجہ نہین ہے خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ یہہ دلیل الزامی ہے یعنے جیسے انسان ایک دوسرے پر بحث مین غالب آنیکے واسطے کیا کرتے ہین تا ثابت ہو کہ قرآن کو انسانی تصنیفون سے کچہہ زیادہ فضیلت نہین ہے لیکن اصل یہہ ہے کہ خدا کو اسکی حاجت نہین ہے کہ وہ خواہی نخواہی اپنا غلبہ کسی بحث مین ثابت کرے وہ ہر حال مین سب پر غالب ہے وہ

کسی دلیل مین الزامی ہو یا غیر الزامی کبھی جہوٹہہ نہین بولتاہے کوئی حرف بہی اوسکے کلام مین فضول نہین ہوتاہے جہ جائے انکہ جہوٹ پس حضرت آدمؑ کی تمثیل حضرت عیسیٰؑ کیا تہہ اسپر قوی دلیل ہے کہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو بے باپ پیدا ہوا اسطرح ثابت کیاہے کہ تم مسیح کے بے باپ پیدا ہونے پر کیون متعجب ہوئے کہ اونہین ابن اللہ سمجہے بلکہ خدا بے مان باپ دونون کے بہی پیدا کر سکتاہے جیسا کہ اوسنے خلقت آدم مین کیا اور تب بہی وہ ابن اللہ نہتے پس اس سے حضرت عیسیٰ کی ولادت بے پدر کے ثبوت کو اور زیادہ تقویت ہوئی

(صفحہ ۴) **قولہ** معہذا اگر لفظ مثل سے حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ مین مماثلت مراد ہے تو وہ مماثلت دونون کے خلقت مین تو ہو نہین سکتے کیونکہ حضرت آدم مٹی سے یا پانی سے پیدا ہوئے تہے اور وہ نہ نو مہینے کسے عورت کے پیٹ مین رہے اور نہ مثل ایسے ان لوگون کے جو نطفہ سے پیدا ہوتے ہین اونکا حالت نطفہ سے جنین ہونے تک نشونما ہوا برخلاف حضرت عیسیٰ کے پس حضرت عیسیٰ اور حضرت آدم کی پیدائش مین تو کسیطرح مماثلت نہین ہوسکتی اور اگر یہہ کہا جاوے کہ صرف باپ نہونیمین مماثلت ہے تو یہہ بہی نہین ہوسکتا اسلئے کہ اول یہہ بات ثابت ہونی چاہئے کہ حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے تہے جب یہہ بات ثابت ہوجاوے تو بن باپ پیدا ہونیمین مماثلت کا دعویٰ ہوسکتاہے حالانکہ اونکا بے باپکے پیدا ہونا ابہی تک ثابت نہین ہے پس اگر مماثلت ہے تو یا تو نفخ روح مین ہے کہ حضرت آدمؑ کی نسبت بہی کہاہے کہ نفخت فیہ من روحی اور حضرت عیسیٰ کی نسبت کہاہے فنفخنا فیہ من روحنا اور یا صرف مخلوق ہونیمین ہے کہ جسطرح آدم خدا کے بندے اور مخلوق تہی اسیطرح حضرت عیسیٰ بہی خدا کے بندے اور مخلوق ہین اور اسکے تائید قرآن مجید سے ہوتے ہے جہان خدا نے فرمایا لم یستنکف المسیح ان یکون عبداللہ پس کوئی وجہہ نہین ہے کہ اس آیت سے حضرت مسیح کے بن باپ ہونے پر استدلال کیا جاوے الخ **ج** حضرت عیسیٰؑ کی مماثلت حضرت آدمؑ سے بندے اور مخلوق ہونیکی بابت نہین ہے کیونکہ بندے اور مخلوق تو سب انسان ہین اسمین حضرت آدم کو مماثلت مسیح مین خصوصیت کیا تہی اگر مماثلت حضرت آدمؑ کی حضرت عیسیٰؑ سے جن باتون مین تہی اونمین سے نفخ روح کا تو آپکو بہی اقرار ہے کہ اگر مماثلت ہے تو نفخ روح مین ہے اسکے سوا آپ فرماتے ہین کہ اول یہہ بات ثابت ہونی چاہئے کہ حضرت عیسیٰؑ بن باپ کے پیدا ہوئے تہے جب

جب یہہ ثابت ہو جائے تو بن باپ پیدا ہونیمین مماثلت کا دعوی ہوسکتا ہے الخ اور یہہ
بھی آپہی کی اقرار سے ثابت ہے کیونکہ صفحہ ۳۹ مین آپ لکھہ چکے ہین کہ جسطرح اور تمام انسانون
مین اللہ اپنی روح نفخ کرتا ہے اسیطرح حضرت عیسیٰؑ مین بھی کی ہتی انتہی یعنے جب اور
انسانون مین بھی اسیطرح خدا اپنی روح نفخ کرتا ہے جیسے کہ حضرت عیسےؑ مین بھی کی ہتی تو اس
نفخ روح مین حضرت عیسیٰؑ کو کسی سے خواہ آدم خواہ غیر آدم سے مماثلت بالخصوص نرہی اب
مجھے اس سے غرض نہین ہے کہ یہہ تحقیق آپ کی مندرجہ صفحہ ۳۹ صحیح ہے یا غیر صحیح اور اس
عبارت صفحہ ۴۰ کو جسمین آپ فرماتے ہین کہ اگر مماثلت ہے تو نفخ روح مین ہے باطل
کرتی ہے یا نہین مجھے تو آپ کے ہر ارشاد کا خواہ وہ کیسا ہی ہو بڑی محقق کے کلام سے
بڑہ کر ادب کرنا اور اوسپر متمسک ہونا موجب سعادت ہے اور صفحہ ۳۴ مین آپ فرماتے
ہین کہ تمام جانداروں کی نسبت کیا حیوان اور کیا انسان روح منہ کے لفظ کا اطلاق کیا
جاسکتا ہے انتہی اور صفحہ ۳۵ مین آپ نے لکہا ہے کہ سورہ مجادلہ مین
تمام ایمانداروں کی نسبت روح منہ کہا گیا ہے انتہی پس آپ کے اس ارشاد مندرجہ صفحہ ۳۹
کے بموجب نفخ روح مین بہی حضرت عیسیٰؑ کو حضرت آدمؑ سے مماثلت بالخصوص نرہی اور
بندہ اور مخلوق ہونیمین تو پیشتر ہی ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو حضرت آدمؑ سے مماثلت
کی کوئی خصوصیت نہین ہے کیونکہ بندے اور مخلوق تو سبہی انسان ہین اور ان دو باتون کے
سوا آپ کسی اور بات مین حضرت عیسیٰؑ کی مماثلت حضرت آدم سے تجویز نہین کرتے ہین اور خدا نے
بطور مماثلت بجواب نجرانی نصرانیون کے جو حضرت عیسیٰؑ کو بے باپ پیدا ہونیکے سبب ابن اللہ
کہتے تہے حضرت آدمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا ذکر فرمایا ہے اب فرمائے کہ بندے اور مخلوق اور
نفخ روح مین تو حضرت عیسیٰؑ کو حضرت آدم سے مماثلت نہتی اب اگر بے باپ پیدا ہونیمین
بہی حضرت عیسےؑ کو حضرت آدمؑ سے مماثلت نہین ہے تو ان مثل عیسیٰ کمثل آدم کی کوئی دوسری
تاویل اور کیا ہے اور اس مماثلت کا ثبوت اور کیا ہوگا لامحالہ یہی کہنے پڑیگا کہ حضرت عیسیٰؑ
کی مماثلت بالخصوص حضرت آدمؑ سے بے باپ پیدا ہونیکی سوا اور کچہہ نہین ہے کیونکہ مٹی
سے پیدا ہونے اور نو مہینے حمل اور نطفہ اور جنین وغیرہ مین تو آپ ہی اقرار کرتے ہین کہ
حضرت عیسیٰؑ اور حضرت آدم کی پیدائش مین کسیطرح مماثلت نہین ہوسکتی الخ اب یہی
دو باتین یعنے ایک تو نفخ روح مین بہی آپہی کے قول مندرجہ صفحہ ۳۹ سے حضرت عیسیٰؑ کو

حضرت آدم سے مماثلت مخصوص نہی تو دوسرے بندہ و مخلوق ہیہ ہی علیٰ ہذا القیاس
خلاف مقصود ثابت ہوا اسکے سوا اب کوئی اور مماثلت اون دونون مین آپ ہی
تجویز نہین فرماتے مین پس فرمائی کہ خدا نے حضرت عیسیٰ کو جو مثل حضرت آدم فرمایا ہی
کی وجہہ کیا تہی اور اس مماثلت مین حضرت عیسیٰ کو حضرت آدم سے سوا بے باپ پیدا ہونیکے
اور خصوصیت کیا تہی جو آپ ہی نے لتفصل رہی پڑے در دوسرے کے بعد ثابت کریا اور یہہ
آپ کا مسلم ثبوت حضرت عیسیٰ کے بے باپ پیدا ہونیکا علاوہ اون بیسیون مقامون کے
ہے جو ابتک آپکے ہر جملہ کے جواب مین شروع سے یہانتک ثابت ہوتا آیا ہے ہر جگہہ
بغور ملاحظہ کر لیجیے

(صفحہ ایضاً) قولہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ قرآن مجید مین ہر جگہہ حضرت عیسیٰ کو ابن
مریم کہا گیا ہے اگر اونکی کوئی باپ ہوتا تو اونکی نسبت باپ کیطرف منسوب کیجاتی نہ ماں
کیطرف مگر یہہ دلیل نہایت بودی ہے کیونکہ جب قرآن نازل ہوا تو حضرت عیسیٰ یہود
اور نصاری دونون مین ابن مریم کے لقب سے مشہور رہتے تہے وہی مشہور لقب اون کا
قرآن مین بہی بیان کیا گیا ہے اس سے اونکا بے باپ پیدا ہونا ثابت نہین ہوتا الخ
یہہ تو کیا ہی ہیونچکر آپ نے بات کہی ہے لیکن سراسر جہونٹہہ ہے کیونکہ جبکہ بقول آپکے
حضرت عیسیٰ کا باپ یوسف تہا (دیکہو صفحہ ۶۳) تو یہودیون مین ابن مریم مشہور ہونیکی
وجہہ کیا تہی اور اگر یہودی اور عیسائی دونون مین اونکا لقب ابن مریم مشہور تہا تو ثابت ہوا کہ
وہ سب اونہین شروع سے ابن مریم جانتے تہے اور حضرت عیسیٰ کے بے باپ پیدا ہونیکا
اس سے زیادہ ثبوت اور کیا چاہئے علاوہ اسکے آپ فرماتے ہین یہود و نصاری دونون
مین حضرت عیسیٰ ابن مریم کے لقب سے مشہور رہتے وہی مشہور لقب اونکا قرآن مین بہی بیان
کیا گیا الخ اس سے ثابت ہوا کہ خدا کو تو کچہہ معلومات ہی نہتی یہود و نصاری سے جو کچہہ غلط
سلط سنا وہی قرآن مین فرما دیا یہانتک کہ خانصاحب بہادر کو تو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ
ابن یوسف ہین مگر خدا کو اتنا ہی معلوم نتہا اسلیئے کہین عیسیٰ ابن یوسف قرآن مین نفرمایا
بہلا یہہ کسیکے خیال مین بہی آسکتا ہے اور کون اسکا یقین کریگا خدا کا شکر کہ بڑی مشکلون سے
آپ سے پیچہا چہوٹا

(صفحہ ایضاً) قولہ حضرت مسیح کے واقعات مین جیسیکہ آپ کے ولادت کا مسئلہ

بحث طلب ہے ویسا ہی آپ کی وفات کا مسئلہ بہی غور کے لایق ہے یہودی یقین کرتے
ہین کہ اونہون نے حضرت عیسی علیہ السلام کو صلیب پر چڑہا کر قتل کر ڈالا عیسائی یقین کرتے
ہین کہ یہودیون نے اونکو صلیب پر چڑہایا اور وہ صلیب پر مرگئے پہر صلیب پر سے اوتار کر
قبر مین دفن کیا پہر وہ جی اوٹہے جمہور مسلمین کا یہہ اعتقاد ہے کہ وہ صلیب پر چڑہائی ہی
نہین گئے اصل بات یہہ ہے کہ یہودیون نے حضرت عیسی پر الحاد کا اور یہودی شریعت کے
مسائل مقررہ سے پہر جانیکا الزام لگایا تہا انجیل یوحنا کے ساتوین باب کی بارہوین آیت
مین لکہا ہے کہ لوگون مین اوسکی یعنی حضرت عیسی کی بابت تکرار تہی بعضی کہتے تہے کہ وہ نیک ہے
اور کتنے کہتے تہے کہ نہین بلکہ وہ لوگونکو گمراہ کرتا ہے اور اوسی انجیل کے باب ۲۶
آیت ۶۵ مین لکہا ہے کہ سردار امام نے اپنے کپڑے پہاڑ کر کہا کہ یہہ یعنی حضرت عیسی کفر
کہہ چکا ہے اب ہمکو اور گواہون کی کیا درکار ہے دیکہو اب تمنے اوسکا کفر بکنا سنا الخ

ج غنیمت ہے کہ ان تمام اوراق مین فقط اسیجگہہ ایک نبی کے نام کیساتہہ علیہ السلام
دہوکہ سے درج ہوگیا ہے ورنہ اور کہین ایسا اشارہ تک نہین ہوتا ہے اور آپ جو
فرماتے ہین کہ عیسائی یقین رکہتے ہین کہ یہودیون نے اونکو صلیب پر چڑہایا یہہ صریح غلط ہے
عیسائی ہرگز ایسا نہین کہتے اور یقین رکہنا تو دوسرے بات ہے کیونکہ رومی عملداری یہودیہ
مین ہونیکے سبب کسی یہودی کو یہہ اختیار نتہا اور صلیب پر چڑہانا رومی دستور تہا نہ کہ یہودی

(صفحہ ۱۴) قولہ یہودی شریعت مین جیسیکہ توریت کی کتاب احبار باب ۲۴
ورس ۱۴ و کتاب استثنا باب ۱۳ سے پایا جاتا ہے ارتداد یا الحاد کی سزا سنگسار کرنا تہا
مگر اوس زمانہ مین رومیون کی سلطنت تہی اور وہ یہودی شریعت سے مرتد ہونیکی جرم
مین کسیکو سنگسار نہین کرتے تہے اسلیئے یہودیون نے حضرت عیسی پر بادشاہ وقت
سے باغی ہونیکی تہمت لگائی الخ **ج** ہر پہلو سے آپکی تحریر کا ایک ایک لفظ محض
شر اور خصومت سے بہرا ہوتا ہے آپ فرماتے ہین کہ یہودی شریعت مین ارتداد یا
الحاد کی سزا سنگسار کرنا تہا اور وہ مرتد ہونیکی جرم مین کسیکو سنگسار نہین کرتے تہے
اسلیئے حضرت عیسی پر بادشاہ وقت سے باغی ہونیکی تہمت لگائی استغفر اللہ حضرت
عیسی کو ارتداد و الحاد سے منسوب کرنا خانصاحب بہادر کو اپنے کفر و ارتداد کی ناگوار
حالت مین ذرا تسکین بخش ہوتا ہوگا ارتداد یا الحاد کا لفظ حضرت عیسی علیہ السلام جیسے

اولوالعزم پیغمبر کی نسبت آسمان پھٹ پڑنے یا قیامت برپا ہو جانے کا مقام ہے کیا حضرت
عیسیٰ نے یہہ نہین فرمایا کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نجائین ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت
کا ہرگز نہ مٹیگا جبتک سب کچھہ پورا نہو (متی ۵ باب ۱۸) پس آپ کو اس سے واقف
ہونا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ یہودی شریعت سے کبھی مرتد نہین ہوئی بلکہ یہودی اپنی دنیا
پرستی اور طمع نفسانی کے سبب احکام توریت کے بالکل مخالف ہو گئے تہے اور اسیوجہ
سے وہ حضرت عیسیٰ کے بہی مخالف ہوئے تہے

(صفحہ ایضاً) قولہ واقعہ صلیب کے بعد مختلف فرقون نے مختلف رائین اوسکے
نسبت قایم کین یہودی اپنی شیخی سے یہہ دعوی کرتے ہین کہ ہمنے حضرت عیسی کو شریعت
کے بموجب پہلے سنگسار کر کے قتل کر ڈالا اور پہر صلیب پر لٹکا دیا عیسائی سنگسار
کر کے مار ڈالنا تو تسلیم نہین کرتے جو در حقیقت مین غلط ہی ہے مگر صلیب پر چڑہا کر
مار ڈالنا تسلیم کرتے ہین اور دعوی کرتے ہین کہ بعد اوسکے حضرت عیسی قبر مین دفن
کئی گئی اور پہر مُردون مین سے جی اوٹہے اور حواریون سے ملے اور پہر زندہ آسمان پر
چلے گئے اور اپنے باپ یعنے خدا کی داہنی ہات پر جا بیٹہے الخ

(صفحہ ۲۴) قولہ بعض قدیم عیسائی فرقے جنکو حضرت عیسیٰ کا صلیب پر چڑہایا
جانا نہایت ناگوار تہا حضرت عیسی کے صلیب پر چڑہائی جانیسے قطعاً منکر تہے بعضے
کہتے ہے کہ شمعون قرینی صلیب پر چڑہایا گیا اور بعض کہتے تہے کہ یہودا اسکریوطی
مسلمان مفسرون کی عادت ہے کہ پرانے قصون مین بغیر تحقیقات اصلیت کے اور
بلا غور کرنیکے مقصد قرآن مجید پر جہانتک ہوسکتا ہے یہودیون اور عیسائیون کی روایتون
کو لے لیتے ہین اونہون نے پچہلے روایت کو زیادہ مودب سمجہا اور ظاہری الفاظ قرآن مجید
کو اوسکے مناسب پایا اسلیئے اونہون نے پچہلے روایت کو اختیار کیا اور قرآن مجید
کے ایک لفظ کے بنا پر جسکو ہم آگے بیان کرینگے یہہ قرار دیا کہ شمعون یا یہودا کی
صورت بدل کر بعینہ حضرت عیسی کی سی صورت ہو گئی تہی اور یہودیون نے اوسکو
حضرت عیسی جانکر صلیب پر چڑہا دیا تہا اور وہ زندہ آسمان پر چلے گئے تہے ظاہراً معلوم
ہوتا ہے کہ حضرت عیسی کی آسمان پر جانے مین مسلمانون اور عیسائیون کے اعتقاد مین
چندان تفاوت نہین ہے کیونکہ دونون حضرت عیسی کے زندہ آسمان پر چلے جانیکا اعتقاد

رکھتے ہین مگر درحقیقت یہہ ایک مسئلہ ہے جو دونون مذہبون مین نہایت مختلف ہے
عیسائی مذہب مین حضرت عیسی کی صلیب پر چڑہائے جانے اور صلیب ہی پر جان
دینے کا اعتقاد رکن اعظم ایمان ہے کیونکہ اونکی اعتقاد مین انسانون کی نجات صرف
حضرت عیسی کے فدیہ ہونے یعنے صلیب پر جان دینے مین منحصر ہے جو کوئی اس امر
کا اعتقاد نکرے وہ موجودہ عیسائی مذہب کیمطابق عیسائی نہین ہے اور نہ نجات کا
مستحق ہے پس مسلمانون کا یہہ اعتقاد کہ حضرت عیسی بغیر صلیب پر چڑہائے زندہ
آسمان پر چلے گئے موجودہ عیسائی مذہب کے بالکل برخلاف ہے الخ **ج** آپ فرماتے
ہین کہ مسلمان مفسرین کی عادت ہے کہ بغیر تحقیقات اصلیت کے یہودیون اور
عیسائیون کی روایتون کو لے لیتے ہین الخ لیکن آپ جو اسکے برخلاف ثابت
کیا چاہتے ہین کیا یہودیون اور عیسائیون کے سوا آسمان پر حضرت عیسیٰ سے بالمشافہ
اصل حقیقت دریافت کرچکے ہونگے اسکے سوا یہہ جو آپ نے لکھا کہ بعض قدیم
عیسائی فرقے جنکو حضرت عیسی کا صلیب پر چڑہایا جانا نہایت ناگوار رہا حضرت عیسی
کے صلیب پر چڑہائے جانیسے قطعاً منکر تھے الخ یہہ عجیب بات ہے کیا حضرت
عیسیٰ کے مصلوبی ناگوار معلوم ہونیسے وہ نہین اوس مصلوبیکا قطعی انکار لازم ہوا حالانکہ آپہی
اسکے بعد فرماتے ہین کہ عیسائی مذہب مین حضرت عیسی کے صلیب پر چڑہائے جانی
اور صلیب ہی پر جان دینی کا اعتقاد رکن اعظم ایمان ہے الخ پہر اونہین یہہ
مصلوبی ناگوار ہونیکی کیا وجہہ قطع نظر اسکے کیا اونکے انکار سے جو محض مصلوبی ناگوار
معلوم ہونیسے تہا وہ مصلوبی باطل ہوسکتی تہی پہر ایسے جہوٹھے انکار سے جسے وہ خود
ہی صحیح نہین جانتے تہے اونہین کیا فائدہ تہا اور کیا ممکن ہے کہ ایسے انکار سے کسی
مذہب کا کوئی ایمانی مسئلہ باطل ہوجائے مثلاً کوئی مسلمان نماز پڑہنا گوارا نکرے تو
کیا اس سے انکار وہ اوسکے باطل ہوجانیکا سبب یقین کرسکتا ہے ایسے بیکار
کوشش کوئی نہین کرتا ہے مگر اس انکار کی وجہہ یہی تہی کہ اونہین یقیناً حضرت عیسیٰ
کا مصلوب ہونا معلوم تہا پہر آپ فرماتے ہین کہ ظاہرا حضرت عیسی کے آسمان پر جانے مین
مسلمانون اور عیسائیون کے اعتقاد مین چندان تفاوت نہین ہے کیونکہ دونون حضرت
عیسی کے زندہ آسمان پر چلے جانیکا اعتقاد رکھتے ہین مگر درحقیقت یہہ ایک مسئلہ ہے جو

دونون مذہبون مین نہایت مختلف ہے عیسائی مذہب مین حضرت عیسی کے صلیب پر چڑہائے جانے اور صلیب ہی پر جان دینے کا اعتقاد رکن اعظم ایمان ہے الخ اب آپسے پوچھا جاہئے کہ اتفاق عقیدت نصارےٰ واہل سلام درباب صعود مسیح کو قصہ صلیب سے کیا علاقہ ہے کیونکہ وہ ہرحال خواہ مصلوب خواہ غیر مصلوب آسمانپر گئے تہے جسمین مسلمانون اور عیسائیونکو صریح اتفاق ہے پہر بوجہہ قصہ صلیب ان دونون فرقونمین حضرت عیسیٰ کی صعود کی بابت اختلاف کیا ثابت ہوا جسے آپ فرماتے ہین کہ یہہ ایک مسئلہ ہے جو دونون مذہبون مین نہایت مختلف ہے الخ حالانکہ حضرت عیسیٰ کے آسمانپر جانیمین ان دونون فرقونمین کچہہ ہی اختلاف نہین ہے نہ ظاہر مین اور نہ باطن مین اور رہا قصہ صلیب اسمین مسلمانون کو نصارےٰ سے نہ ظاہر مین اتفاق ہے اور نہ باطن مین پس حضرت عیسیٰ کے آسمانپر جانیکی بابت ان دونون فرقون مین درحقیقت کیا اختلاف آپنے ثابت کر دیا اسکے بعد آپ صفحہ ۳۴ مین صلیب کی شکل بناکر فرماتے ہین کہ جہان گول نشان ہے وہان ایک مضبوط لکڑی لگی ہوتی ہے جو مصلوب کی دونون ٹانگون کی بیچ مین رہتی تہی اور انسان اوسپر ٹک جاتا تہا اس سے غرض یہہ تہی کہ انسان بدن کے بوجہہ سے نیچے نہ کہسکنے پاوے الخ مگر یہہ سب واہیات ہے صلیب دینے والون کی یہہ خواہش نتہی کہ خواہی نخواہی مصلوب چندروز تک زندہ لٹکتا رہے اور وہ اوسکی حفاظت کیا کرین بلکہ جسقدر جلد مصلوب کا کام تمام ہو اونکا عین مقصود تہا پہر کیون وہ مصلوب کی راحت اور آسایش کا سامان کرتے کیا ضرور تہا کہ وہ مصلوب کے بیٹہنے کیواسطے اوسکی دونون ٹانگون کے بیچ مین ایک لکڑی لگاتے اور اوسکے حالت جانکنی پر ترس کہا کر ہاتہون اور پاؤن مین کیلین ٹہوکنے سے باز رہتے وہ اوسے قتل کرنیکے واسطے صلیب پر کہینچتے تہے یا چند روز تک مہمان رکہنے کیواسطے

(صفحہ ۳۴) قولہ صلیب پر چڑہا دینے سے انسان مر نہین جاتا کیونکہ اوسکے صرف ہتیلیان اور کبہی ہتیلیان اور پاؤن زخمی ہوتے تہے اوسکے مرنیکا سبب یہہ ہوتا تہا کہ چار چار یا پانچ پانچ دن تک اوسکو صلیب پر لٹکائے رکہتے تہے اور ہاتہہ پاؤن کے چہیدون اور بہوک اور پیاس اور دہوپ کا صدمہ اوٹہاتے اوٹہاتے کئی دن مین مرتا تہا چنانچہ اوسکی سند طیطوس کی شہادت سے جو کتاب سطیری کان صفحہ ۱۱۱

مین اور ارنجیبرس کی شہادت سے جو تفسیر انجیل متی مطبوعہ گوسیگارٹن صفحہ ۶۳
مین مندرج ہے اور ارنسطر بنیان کی کتاب صفحہ ۲۹۰ سے جو حضرت مسیح کے حالات
مین لکہی ہے اور یوسی بیوس کی تاریخ کلیسیا صفحہ ۲۹۱ سے بخوبی پائی جاتی ہے الخ
ج کبہی ایسا ہی شاید ہوتا ہو گا مگر جو شخص کہ اپنی صلیب نہ اوٹہا سکے وہ ہاتہہ پانو
چہیدا ہوا بہونک اور پیاس اور دہوپ کی صدمے اوٹہاتا ہوا چار یا پانچ دن تک
کا تو کیا ذکر ہے چار یا پانچ گہنٹے بہی کسیطرح زندہ نہین رہ سکتا ہے اور نہ فقط ایسا
ناتوان مصلوب جسکا یہان ذکر ہے بلکہ ایسی حالت مین کوئی بڑا پہلوان سخت جان
بہی چار یا پانچ دن تک اگر زندہ رہ سکے تو پہر قیامت تک اوسکے مرنیکا کوئی یقین
نہین کر سکتا ہے آپ نے بہت سے کتابونکا حوالہ اسلیئے لکہہ دیا تاکہ پڑہنے والا گہبرا کر
ذرا ہی جہوٹہہ اور سچ مین امتیاز کرنیکا حواس نہ پیدا کر سکے حالانکہ ان کتابون مین بعض
ایسے ہین کہ کسیکے کتبخانہ مین نہ پائی جاتینگی باوجود اسکے اونمین کہین بہی یہہ ذکر نہین ہے
کہ کوئی مصلوب چار یا پانچ دن تک نہ مرتا تہا ہان دو ایک دن تک لٹکے رہنے کا ذکر بعض بعض
نے لکہا ہے مگر وہ بہی ہر مصلوب کی یہہ صفت نہین ہے بلکہ نہایت شاذ و نادر

(صفحہ ایضاً) قولہ جبدن حضرت عیسی صلیب پر چڑہائے گئے وہ جمعہ کا دن
اور یہودیون کے عید فصح کا تہوار تہا دوپہر کا وقت تہا جب انکو صلیب پر چڑہایا گیا
اسمین کچہہ شبہہ نہین کہ اونکی ہتیلیون مین کیلین ٹہو کی گئین مگر یہہ امر مشتبہ ہے کہ پاؤن
مین بہی کیلین ٹہو کی گئین یا نہین کیونکہ انجیل یوحنا مین صرف ہتیلیون کی چہید دیکہنے کا
ذکر اور لوک کی انجیل مین ہاتہہ و پاؤن دونون کا مگر اس اختلاف سے جو اصل امر ہے
اوسمین کچہہ اثر پیدا نہین ہوتا الخ **ج** اسکا جواب پادریون کو دینا چاہیے ورنہ
ان دونون انجیلونمین سے ایک کے غلطے وہ تسلیم کرین

(صفحہ ۴۴) قولہ عید فصح کے دن کے ختم ہونے پر یہودیون کا سبت
شروع ہونیوالا تہا اور یہودی مذہب کی روسے ضرور تہا کہ مقتول یا مصلوب کی لاش
قبل ختم ہونے دن کے یعنے قبل شروع ہونے سبت کے دفن کر دیجاوے مگر
صلیب پر انسان اسقدر جلد ہی نہین مر سکتا تہا اسلیئے یہودیون نے درخواست
کی کہ حضرت مسیح کی ٹانگین توڑ دی جاوین تاکہ وہ فی الفور مرجاوین مگر حضرت عیسی

کی ٹانگین توڑی نہین گئین اور لوگون نے جانا کہ وہ اتنی ہی دیر مین مرگئے برچہی کا حضرت
عیسی کی پہلو مین اوسکے زندہ یا مردہ ہونیکے شناخت کے لئے چہونا صرف یوحنا کی انجیل
مین ہے اور کسی انجیل مین نہین ہے اور نہ اوسوقت جبکہ حضرت عیسی نے اپنے
ہاتہون کے چہید حواریون کو دیکہلائے پسلے کے چہید کا دکہانا کسی انجیل مین لکہا ہے
اسلئے برچہی کا چہونا نہایت مشتبہ ہے معہذا اگر وہ صحیح بہی ہو تو وہ بہی کوئی ایسا
زخم جس سے فی الفور ہلاکت ہو متصور نہین ہو سکتا الخ **ج** یہہ قرآن کی تفسیر آپ
لکہہ رہے ہین یا انجیل مرقس و یوحنا کے قرآن مین پسلے وغیرہ چہیدنیکا کہان ذکر ہے
پہر ان باتون کو قرآن کی تفسیر سے کیا علاقہ اگر بزعم آپکے انجیل لوقا مین ہاتہہ
اور پانو دونونکا چہیدا جانا اور انجیل یوحنا مین برچہی سے پسلے کا چہیدا جانا غلط لکہا ہے
تو نصرانی علماسے یہہ آپکا مناظرہ ہے مسلمانونکو اس سے کیا کام ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ جبکہ لوگون نے غلطی سے جانا کہ حضرت عیسی درحقیقت
مرگئے ہین تو یوسف نے حاکم سے اونکے دفن کر دینیکی درخواست کی وہ نہایت متعجب
ہوا کہ ایسی جلد مرگئے اس قدر جلدی مرجانے کے خبر سے کچہہ حاکم ہی کو تعجب نہین
ہوا بلکہ عیسائی بہی اوسکو ناممکن سمجہتے تہے اور اسلئے تیسری صدی عیسوی مین جو
عیسائی علما تہے اونہون نے حضرت عیسے کا اسقدر جلد مرنا آخر کار ایک معجزہ قرار
دیا تہا الخ **ج** آپکا مطلب یہہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر سے زندہ اوتار لئے
گئے تہے اور جن لوگون نے اونہین مردہ سمجہا تہا یہہ اونکے غلط فہمی تہی اب ہم نہین
جانتے کہ پادری لوگ اسکا کیا جواب دینگے کیونکہ باتفاق جمہور علماء نصارے جبکہ
حضرت عیسیٰؑ کی صلیبی موت سب عیسائیون کے گناہون کا مخصوص کفارہ ہے تو
حضرت عیسیٰؑ کے صلیبی موت نہ ثابت ہونیکی حالت مین سارے عیسائیونکا ایمان کہان
باقی رہا اور کسی عیسائی کی نجات پانیکا کوئی اور وسیلہ اب کیا ہے مگر مسلمانون کو
اس مسئلہ سے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر زندہ رہے یا مردہ کچہہ بہی علاقہ نہین ہے کیونکہ
وہ اونکے صلیب پر کہینچے جانیکا بہی عقیدہ نہین رکہتے ہین اب رہی یہہ بات کہ آیا جو
شخص صلیب پر کہینچا گیا تہا وہ زندہ اوسپر سے اوتارا گیا تہا یا مردہ اسکی تنقیح کچہہ مشکل نہین ہے
انجیل یوحنا سے ثابت ہے کہ تحقیق حالت زیست و موت کیواسطے یہانتک اہتمام کیا گیا کہ

باوجود خوف حالت مرگ اوس مصلوب کی برچھی سے پسلی چھیدی گئی اور تمام افسرون اور سپاہیون اور ڈاکٹر نے جو اوسوقت اچھی طرح کی خدمت مین مصروف تھے بخوبی معلوم کرلیا کہ مصلوب زندہ نہین ہے تو اب اٹھارہ سو برسون کے بعد آپ کو کہان سے یہہ خبر ملگئی کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ صلیب پر سے اوتار لئے گئے تھے

(صفحہ ایضاً) قولہ حضرت عیسی صرف تین چار گھنٹہ صلیب پر رہے کسی کتاب سے یہہ نہین معلوم ہوتا کہ کوئی رسم تجہیز وتکفین کے حضرت عیسی کے ساتھہ عمل مین آئی تھی بلکہ صرف یہہ معلوم ہوتا ہے کہ یوسف نے اونکو ایک لحد مین رکھا اور اوسپر ایک پتھر ڈھانک دیا اسبات کا تصفیہ نہین ہوسکتا کہ یوسف نے یہہ کام اسلئے کیا تھا تاکہ حضرت عیسی کے دشمن یقین کرلین کہ درحقیقت حضرت عیسی مرگئے اور وہ جانتا تھا کہ وہ مرے نہین ہین یا اونکو مردہ سمجھکر اوسنے لحد مین رکھہ دیا تھا بہرحال رات کو وہ اوس لحد مین نہتے اور اس سے پہلے بات کی تائید ہوتی ہے الخ **ج** پہلی بات کی یعنی اس بات کی کہ یوسف نے یہہ کام اسلئے کیا تھا تاکہ حضرت عیسیٰؑ کے دشمن یقین کرلین کہ درحقیقت حضرت عیسی مرگئے اور وہ یعنے یوسف جانتا تھا کہ وہ مرے نہین ہین الخ مطلب یہہ کہ محض مکر سے حضرت عیسیٰؑ کے موت مشہور کرنیکے لئے یوسف نے دفن کردیا تھا تاکہ رات کے وقت نکال لیجائین اور یوسف کو معلوم تھا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہین لیکن آپ کے اس بدگمانی کے ثبوت مین کوئی دلیل بہی ضرور ہے یا فقط آپہی کا قیاس کافی ہے اسکے سوا آپ فرماتے ہین کہ کسی کتاب سے نہین معلوم ہوتا کہ کوئی رسم تجہیز وتکفین کے حضرت عیسی کے ساتھہ عمل مین آئی تھے الخ حالانکہ یوحنا ۱۹ باب ۳۹ مین ہے کہ خوشبوٓیون کے ساتھہ سوتی کپڑے مین یہودی دستور کے بموجب کفنایا تھا اب فرمائیے کہ ہم کسی جھوٹھا سمجھین آیا خانصاحب بہادر کو یا انجیل نویس کو

(صفحہ ۷۵) قولہ معلوم ہوتا ہے کہ خود یہودیون کو بہی شبہہ تھا کہ وہ مرگئے ہین یا نہین اسلئے صبح کو یعنے بروز شنبہ اونہون نے حاکم کی اجازت سے وہان پہرہ متعین کردیا مگر اب کیا فائدہ تھا جو کچھہ ہونا تھا وہ اس سے پہلے ہوچکا تھا الخ **ج** یعنے چالاک لوگون نے اوس مصلوب کو زندہ قبر سے نکال کر کہین چھپا دیا تھا للہ خانصاحب بہادر کیا کہنا ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ سنہ دکیس دارا کی حکم سے صلیب پر چڑہایا گیا اور پہر اوسکے حکم سے اوتارا گیا وہ زندہ رہا اور رہا کر دیا گیا یوسی فیس مورخ نے اپنی سوانح عمری مین لکہا ہے کہ ایک دفعہ طیطوس بادشاہ کی حکم سے بہت سے قیدی صلیب پر چڑہائی گئے اونمین سے تین آدمی اوسکے ملاقاتی تہی اوسنے بادشاہ سے اونکی سفارش کی اور وہ صلیب پر سے اوتار سے گئے اور اونکا معالجہ کیا گیا مگر اونمین سے دو آدمی مر گئے اور ایک شخص چہا ہو گیا حضرت عیسیٰ تین چار گہنٹے کے بعد صلیب پر سے اوتار لئے گئے تہے اور اسطرح پر یقین ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ تہے رات کو وہ لحد مین سے نکال لئے گئے اور وہ مخفی اپنے مریدون کی حفاظت مین رہے حواریون نے اونکو دیکہا اور ملے اور پہر کسیوقت اپنی موت سے مر گئے بلاشبہہ اونکو یہودیون کی عداوت کے خوف سے نہایت مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام مین دفن کر دیا ہوگا جو ابتک نامعلوم ہے اور یہہ مشہور کیا ہوگا کہ وہ آسمان پر چلے گئے الخ **ج** صلیب سے زندہ اوتار لیا جانا اور مکر سے مردہ مشہور کرنیکے لئے دفن کر دینا اور رات کیوقت حضرت عیسیٰؑ کو چوری کی طور پر قبر سے نکال لیجانا اسکا جواب تو یا دریون کے ذمہ ہے مسلمانون سے یہہ باتین بیعلاقہ ہین اور ان سب باتون سے خانصاحب بہادر کا مطلب یہہ ہے کہ برخلاف ماقتلوہ وماصلبوہ کی کسیکو حضرت عیسیٰؑ کے صلیب پر کہینچے جانیمین شک باقی نرہے اور یہہ جو خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ حضرت عیسیٰؑ مخفی اپنے مریدون کی حفاظت مین رہے اور پہر کسیوقت اپنی موت سے مر گئے اور بلاشبہہ اونکو یہودیون کے خوف سے نہایت مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام مین دفن کر دیا ہوگا الخ یہہ آپکا قیاس محض دہریہ پن کی وجہہ سے ہے یہی سارا مضمون اب سے چند سال پیشتر یعنے یکم جمادی الاول سنہ ۱۲۹۲ ہجری کی تہذیب الاخلاق مین منشی چراغ علی صاحب کے نام سے بہی مطبوع و مشتہر ہو چکا ہے جسکا جواب رسالہ اشاق اونہین دنون چہاپا گیا تہا اوس تہذیب الاخلاق مین کہین دیہات مین حضرت عیسیٰؑ کا چہپا رہنا لکہا ہے مگر یہہ حکمت عملی خانصاحب بہادر کی لئے مخصوص ہے کوئی پیغمبر ایسا حیلہ باز اور زمانہ ساز نہین ہو سکتا ہے آپ اسلئے یہہ مکر کی باتین بنا رہے ہین تاکہ لوگ پیغمبرون کو محض دنیا دار اور مردم فریب سمجہین اور حضرت عیسیٰؑ کا مخفی اپنے مریدون

کی حفاظت مین رہنا اور اسیوقت اپنے موت سے مرنا اور بلاشبہہ یہودیون کے
خوف سے مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام مین دفن ہونا جبکہ ان باتون مین سے کسی ایک
بات کی بہی سوا بلاشبہہ کے آپ کی پاس کوئی دلیل و ثبوت نہین ہے تو اس
طول کلام سے آپکا مقصود فقط یہ تو فون کو دہوکا دینا ثابت ہوا اب رہا آپکا یہہ
قول کہ عیسائیون نے مشہور کیا ہوگا کہ وہ آسمان پر چلے گئے الخ انجیل ہی مین صاف
لکہا ہے کہ وہ یہہ کہکر اونکے دیکہتے ہوئے اوپر اوٹہایا گیا اور بدلے نے اوسے اونکی
نظرون سے چہپا لیا (اعمال ۱ باب ۹) اور اس انجیلی لفظ اوپر اوٹہایا گیا کی مرادف
قرآن مین ہے بل رفعہ اللہ الیہ اور حضرت حواریون کے زمانہ سے آجتک تمام مفسرین
انجیل اور تمام مفسرین قرآن اور سب خاص وعام نصاریٰ اور اہل اسلام مین سے کسینے
ہی ادنی شک حضرت عیسیٰ کے زندہ آسمان پر جانےمین نہین کیا ہے گویا زمین و آسمان حضرت
عیسیٰ کے آسمان پر تشریف لیجانیکے گواہ ہین پس اسقدر بڑے اسباب صداقت کے مقابل
مین آپ کا یہہ قیاس کہ عیسائیون نے مشہور کیا ہوگا کہ وہ آسمان پر چلے گئے الخ آپ کو
اسفل السافلین کا مستحق ثابت کرتا ہے یا نہین

(صفحہ ایضاً) قولہ حضرت موسیٰ کی وفات کے وقت ہی نہایت شبہہ تہا کہ
بنی اسرائیل جو پہاڑون اور جنگلون مین پہرتے پہرتے اور دشمنون سے لڑتے لڑتے
حضرت موسیٰ کے ہات سے نہایت تنگ ہوگئی تہے حضرت موسیٰ کی لاش کے ساتہہ کیا
کرینگے اسلئے اونکو بہی ایک پہاڑ کے کہو مین ایسے نامعلوم مقام مین دفن کیا تہا کہ آجتک
کسیکو اوسکا پتہ معلوم نہین ہوا حضرت علی مرتضیٰ کا جنازہ بہی خوارج کے خوف سے
اسیطرح دفن کیا گیا تہا حالانکہ خوارج کا خوف بہ نسبت یہودیون کے بہت کم تہا
اور اسیطرح بعض فرق شیعہ نے حضرت علی مرتضیٰ کی نسبت ہی کہا تہا کہ وہ آسمان پر
چلے گئے الخ **ج** آپ کا مطلب یہہ ہے کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے ہات سے
نہایت تنگ ہوگئے ہے اسلئے حضرت موسیٰ کی قبر پوشیدہ رکہی گئی تاکہ بنی اسرائیل
اوس قبر سے اپنا کینہ دیرینہ نہ ظاہر کرین حالانکہ توریت مین یہہ عبارت موجود ہے
کہ بنی اسرائیل موسیٰ کے لیئے مواب کے جنگل کے میدانون مین تیس دن تک رو یا کئے
(استثنا ۳۴ باب ۸) اب فرمائیے کہ یہہ حضرت موسیٰ کیساتہہ بنی اسرائیل کی دوستی

کی علامت ہی یا دشمنی کی اسکے سوا اسرائیلیون کو حضرت موسیٰ کی بعد جسقدر دشمنون سے لڑنا پڑا حضرت موسیٰ کیوقت مین اسکا عشر عشیر بھی نہ آئی تہی پہر حضرت موسیٰ کے ہات سے تنگ آنیکی وجہہ کیا ہی اور کیا اسیکو نہایت تنگ آنا کہتے ہین کہ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد تیس دن اسرائیلیون نے اونکا ماتم کیا تہا لیکن حضرت موسیٰ کی قبر پوشیدہ رکہنے کی وجہہ یہہ ہوئی کہ اونکے ہات سے ایسے عالمگیر معجزے ظاہر ہوئے تہے جیسے تمام لشکر فرعون کا غرق ہونا اور بنی اسرائیل کیواسطے سمندر مین شاہراہ ہو جانا اور چالیس برس لاکہون آدمیون کا آسمانی خوراک سے پرورش پانا اور طور پر تجلی طور اور نزول کتاب مسطور اور چٹان سے جوشش چشمہ آب اور سحاب بالغ حدت آفتاب اور خدا سے روبرو ہو کر ملاقات اور سیکڑون اس قسم کے معجزات جو ظہور مین آئے تہے پس مصلحت ایزدی مقتضی اسکے ہوئی کہ اگر قبر موسیٰ تک لوگون کی رسائی ہوگی تو بیشک اونکی پرستش قریب مرتبہ خدائی ہوگی یہہ شرک خداپرستون مین عام ہوگا کفر سے بدتر اون سبہون کا اسلام ہوگا اسکے سوا حضرت موسیٰ کی نظیر حضرت عیسیٰ سے کچہہ بہی مناسبت نہین رکہتی ہے حضرت موسیٰ کی وفات اور اونکی تجہیز و تکفین سے کوئی ناواقف نتہا اور یہہ بہی سبکو معلوم تہا کہ سرزمین مواب مین بیت فغور کے مقابل اونکا مزار ہے مگر حضرت عیسیٰ کی بابت تو آپ خود اقرار کرتے ہین کہ کسی وقت اپنی موت سے مر گئے اور بلاشبہہ اونکو یہودیون کی عداوت کے خوف سے نہایت مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام مین دفن کردیا جس سے ثابت ہوا کہ نہ آپکو حضرت عیسیٰ کی موت کا وقت معلوم ہے اور نہ وہ مقام جہان دفن کئی گئی اور نہ دفن کرنیکا طور کیونکہ آپ خود اوسے مخفی فرماتے ہین لیکن باوجود اسکے حضرت عیسیٰ کا مرنا اور مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام مین دفن ہونا آپکو بلاشبہہ معلوم ہوگیا یہہ عجیب معلومات ہے کہ ہمزاد کا عمل بہی اسکے آگے مات ہے اسکے سوا حضرت موسیٰ کو تو سب جانتے ہین کہ یقیناً اونکی وفات ہوئی اور فلان سرزمین مین دفن کئی گئی لیکن حضرت عیسیٰ کا مخفی اپنے مریدون کی حفاظت مین رہنا اور کسی وقت اپنی موت سے مرنا اور مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام مین دفن ہونا کسیکو بہی معلوم نتہا اور یہین سے ثابت ہوا کہ یہہ ساری باتین آپ کی سراسر چپو نہہ ہین ورنہ ممکن نتہا کہ حضرت موسیٰ کی وفات کیطرح حضرت عیسیٰ

کی وفات اور وقت وفات خواہ اتفاق یا اختلاف سے اور یہہ کہ کس سرزمین مین وہ دفن کیے گئے کوئی بہی واقف نہوتا اور حضرت موسیٰ کی قبر تو اسلیے مخفی رکہی گئی کہ لوگ ویسے پرستش گاہ نہ بنالین مگر حضرت عیسیٰ کی تو یہودی اسقدر معتقد تہے پہر اونکی قبر پوشیدہ رکہنے کی کیا وجہہ تہی اور اگر اسلیئے وہ قبر ظاہر نکی گئی کہ یہودی لوگ دشمنی کے سبب کچہہ اوسکی بیعزتی کرتے تو یہہ یہودی دستور کے بالکل خلاف تہا وہ جسے اپنا دشمن جانتے اوسکی قبر کیساتہہ بہی کبہی بے ادبی نہین کرتے تہے (دیکہو متی ۲۳ باب ۲۹) اور اسیطرح حضرت علی مرتضیٰ کے جنازہ کی نظیر بہی آپ نے صریح بیمحل لکہی ہے کیونکہ اونکا بہی وقت وفات وغیرہ کسی سے پوشیدہ نتہا اور اونکے آسمانپر جانیکا عقیدہ کہین شاذ ونادر لوگونکو ہوگا اسے حضرت عیسیٰ کے آسمان پر جانے سے کیا نسبت ہے کیونکہ ایک جہان کو اسکا عقیدہ اور انجیل و قرآن مین اسکی خبر موجود ہے مگر آپ نے اسلیئے یہہ نظیر یہان پیش کی ہے تاسب لوگ جانین کہ حضرت علی کے آسمان پر جانیکی خبر جسطرح صریح جہوٹہہ ہے اسیطرح حضرت عیسیٰ کے آسمان پر جانیکی خبر بہی محض جہوٹہہ ہے

(صفحہ ۴۶ و ۴۷) قولہ قرآن مجید مین حضرت عیسیٰ کی وفات کا مطلق چار جگہہ ذکر آیا ہے اول تو سورہ آل عمران مین اور وہ یہی آیت ہے جسکے ہم تفسیر لکہتے ہین کہ جب اللہ نے عیسیٰ سے کہا کہ بیشک مین تجہکو وفات دینے والا ہون اور تجہکو اپنی طرف رفع کرنیوالا ہون دوم سورہ مائدہ مین جہان فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسی سے کہیگا کہ کیا تو نے لوگون سے کہا تہا کہ تجہکو اور تیری ماں کو خدا بناؤ تو حضرت عیسیٰ کہینگے کہ مین نے اونسے نہین کہا بجز اوسکے جسکا تو نے مجہکو حکم دیا تہا کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے اور جبتک مین اونمین رہا اونپر شاہد تہا پہر جب تو نے مجہکو وفات دی تو تو اونپر نگہبان تہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے سوم سورہ مریم مین جہان فرمایا ہے کہ جب حضرت مریم حضرت عیسی کو علماء یہود سے کلام کرنیکو لے آئین تو حضرت عیسی نے کہا کہ مین خدا کا بندہ اور نبی ہون مجہکو کتاب ملی ہے اور مجہکو حکم دیا ہے نماز کا اور زکوٰۃ کا جبتک کہ مین زندہ رہون اور اپنی ماں کے ساتہہ نیکی کرنیکا اور مجہکو جبار اور شقی نہین بنایا ہے اور مجہہ پر سلامتی ہے جسدن کہ مین پیدا

ہوا اور جبدن کہ مرونگا اور جبدن کہ پہر زندہ ہوکر اوٹہونگا یعنے بروز حشر چہارم سورہ نسا
مین جہان یہودیون کے کفر کے اقوال بیان کئی ہین وہان اونکا یہہ قول نقل کیا ہے
کہ یہودی کہتے تہے کہ ہمنے عیسی بن مریم رسول خدا کو قتل کرڈالا حالانکہ نہ اونہون نے
اونکو قتل کیا اور نہ صلیب پر مارا ولیکن اونپر صلیب پر مار ڈالنے کے شبہہ کردی گئی
اور جو لوگ کہ اسمین اختلاف کرتے ہین البتہ وہ اس بات مین شک مین پڑے ہین انکو
اوسکا یقین نہین ہے بجز گمان کی پیروی کے اونہون نے اونکو یقیناً قتل نہین کیا بلکہ خدا
نے اپنے پاس اونکو اوٹہا لیا پہلے تین آیتون سے حضرت عیسی کا اپنی موت سے
وفات پانا علانیہ ظاہر ہے مگر چونکہ علماء اسلام نے بہ تقلید بعض فرق نصاری کے
قبل اسکے کہ مطلب قرآن مجید پر غور کرین تسلیم کرلیا تہا کہ حضرت عیسی زندہ آسمان پر
چلے گئے ہین اسلئے اونہون نے ان آیتون کے بعض الفاظ کو بہی غیر محقق تسلیم کیمطابق کرنے
کو بیجا کوشش کی ہے پہلی آیت مین صاف لفظ متوفیک کا واقع ہے جسکے معنے
ایسے مقام پر موت کے لئے جاتے ہین خود قرآن مجید سے اسکی تفسیر پائی جاتی ہے جہان
خدا نے فرمایا ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتہا ابن عباس اور محمد ابن اسحق نے بہی جیسکہ
تفسیر کبیر مین لکہا ہے متوفیک کے معنے ممیتک کے لئے ہین یہی حال لفظ توفیتنی کا ہے جو
دوسری آیت مین ہے اور جسکے صاف معنے یہہ ہین کہ جب تونے مجہکو موت دی یعنے
جب مین مرگیا اور اونمین نہین رہا تو تو اونکا نگہبان تہا پہلی آیت مین اور چوتہی آیت
مین لفظ رفع کا بہی آیا ہے جس سے حضرت عیسی کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے نہ
یہہ کہ اونکی جسم کو اوٹہا لینے کا الخ ج آپ فرماتے ہین کہ پہلے تین آیتون سے حضرت
عیسی کا اپنی موت سے وفات پانا علانیہ ظاہر ہے یہہ آپکا قیاس صحیح نہین ہے آپ تو قرآن کے
کسی لفظ کی یہانتک کہ بجی و بیت وغیرہ کی بہی مشہور لفظی معنے تسلیم نہین کرتے تہے (دیکہو سورہ
بقر کی نیچری تفسیر) اب یہان کیا ہوا کہ متوفیک کی مشہور لفظی معنی پر اکتفا کیا گیا کیا یہہ لفظ کوئی مراد
معنے نہین رکہتا تہا اور اسی مقام پر رافعک کے لفظی معنے جو آپ کے خلاف مقصود تہے
نذر رد کیے گئے اگرچہ متوفیک کے لفظی معنے بہی محض وفات نہین قطع نظر اسکے حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکا لفظی ترجمہ یہہ لکہا ہے برگیرندہ توام اور شاہ رفیع الدین
صاحب نے لکہا ہے بہر لینے والا ہون تجہکو اور شاہ عبد القادر صاحب نے لکہا ہے

مین تجہکو پہیر لون گا اور یہہ حسب محاورہ ترجمہ ہے اور واضح ہو کہ علمار سے خطا اگر انہین
مقامون مین ہوتی ہے تو تفسیرین ہوتی ہے مگر ترجمہ مین کیا تصرف ہو سکتا ہے اسوجہہ سے
یہہ قول آپکا کہ علمار اسلام نے بہ تقلید بعض فرق نصارے کے قبل اسکے کہ مطلب قرآن مجید
پر غور کرین یہہ تسلیم کر لیا تہا کہ حضرت عیسی زندہ آسمان پر چلے گئے الخ صریح غلط ثابت ہوا
کیونکہ علمار اسلام کی تسلیم اور عدم تسلیم پر اسکا ثبوت منحصر نہین ہے جبکہ قرآن ہی مین
رافعک موجود ہے چنانچہ آپنے ہی سورہ نسا کی آیۃ رفعہ اللہ الیہ کا ترجمہ یہی لکہا ہے
کہ خدا نے اپنے پاس اونکو اوٹہا لیا (دیکہو صفحہ ۲۴) پس حضرت عیسیٰ کے آسمان پر چلے
جانیکے ثبوت مین تو آپ کا تحریری اقرار ہی ہمارے پاس موجود ہے علاوہ تمام جہان
کی گواہی اور دو الہامی کتابون یعنے انجیل اور قرآن اور دو مقامون قرآن کے جہان رفع
کا لفظ موجود ہے یعنے سورہ نسا رکوع ۲۲ و سورہ آل عمران رکوع ۶ مگر حضرت عیسیٰ
کے آسمان پر نجانیکے ثبوت مین آپکے پاس کوئی بہی دلیل نہین ہے سوا اسکے کہ تفسیر
مین لکہا ہے متوفیک کے معنے ممیتک کے ابن عباس اور محمد ابن اسحاق نے لئے ہین الخ
اور وہ بہی کیا معلوم کہ وہان کسطرح پر لکہا ہے اور آپ نے کیا اور اسکا مطلب پہیرا ہوگا اور
اور بالفرض اگر بعض علمار کی اس قیل قال کو تسلیم بہی کرین تو حضرت عیسیٰ کے دو چار
گہنٹے مردہ رہنے کا اسلام مین بہی ذکر ہے اور یہہ اونکے زندہ ہوکر آسمان پر جانیکا منافی
نہ تہا کیا وہ جو مردونکو زندہ کرتا تہا خود نہین مرکر زندہ ہو سکتا تہا بلکہ حضرت عیسیٰ کیواسطے
مردہ زندہ کرنیکا معجزہ مخصوص ہونیکی وجہہ یہی تہی کہ اونہین خود کبہی مرکر زندہ ہو جانا ضرور
تہا ورنہ زبان دراز لوگ یہہ مثل ضرور اونپر لاتے کہ ای طبیب اپنا علاج کر اور
سورہ مائدہ کے آیۃ توفیتنی کا وہ مطلب نہین ہے جو آپ نے لکہا ہے کہ گویا حضرت
عیسیٰ مرکر پہر زندہ نہین ہوئے بلکہ آسمان پر جانے سے پیشتر جو چند ساعت تک مردہ رہے
تہے یہہ اوسکا ذکر ہے کیونکہ اسکے بعد زندہ ہوکر پہر وہ دنیا مین نہین رہے پس امت
مدت جدائی حضرت عیسیٰ کی اوسیوقت سے قایم ہوتی ہے جبکہ وہ چند ساعت مردہ رہے
تہے اسیکا اس آیت مین ذکر ہے کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم الآیۃ مگر یہہ
تاویل بہی اوسوقت ہو سکتی ہے جبکہ بپاس خاطر آپ کے ہم اوسکو تسلیم کرکے امت
حیاۃ کو قایم کرین حالانکہ وہان نہ حیاۃ کا لفظ ہے اور نہ توفیتنی سے قطعی مراد ممات ہے

یہہ آپ جو فرماتے ہین کہ حضرت عیسیٰؑ کہین پوشیدہ زندگی بسر کرتے رہے اور وہین مر کر دنیا ہی مین یہودیون کی عداوت سے مخفی طور پر کہین دفن کیے گئے اور یہہ مشہور کر دیا کہ وہ آسمانپر چلے گئے (صفحہ ۴۵) مطلب یہہ کہ حضرت عیسیٰؑ کی رسالت اور اونکے مر کر زندہ ہونے اور آسمانپر جانیکے شہرت یہہ سب جعلسازی اور دغابازی کی باتین ہین اور اسکے کچہہ اصل حقیقت نہین ہے کیونکہ جب وہ آپ کہین چہپے بیٹہے رہتے تو رسالت کیسی اور زندہ ہونا اور آسمانپر جانا تو آپکے نزدیک فی الحقیقت واقع نہوا تہا محض ہوا بندی کے لئے یہہ باتین مشہور کی تہین یہہ سب آپ ہی کا عقیدہ ہے اور اسکا ثبوت کچہہ ہی نہین ہے

(صفحہ ۴۸) قولہ تفسیر کبیر مین ہی بعض علمار کا قول لکہا ہے کہ لفظ رفع کا تعظیماً اور تفخیماً بولا گیا ہے جن علمار نے متوفیک کے معنے ممیتک کے قرار دئے ہے اونہون نے قرآن مجید کو ٹہیک ٹہیک معنے سمجہے تہے اونکا خیال تہا کہ یہودیون نے حضرت عیسیٰ کو قتل نہین کیا بلکہ وہ خود اپنی موت سے مرے مگر اونہون نے رافعک کے معنون مین غلطی کی جو یہہ خیال کیا کہ پہر زندہ ہو کر آسمانپر چلے گئے کیونکہ رافعک کے لفظ سے جیسا کہ ہمنے اوپر بیان کیا ہے آسمانپر جانا لازم نہین آتا تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ حضرت عیسیٰ پر موت طبعی طاری کر دینے مقصود یہہ تہا کہ اونکے دشمن اونکو قتل نکر سکین وہب کا یہہ قول ہے کہ وہ تین گہنٹہ تک مردہ رہے اور محمد ابن اسحاق کا قول ہے کہ سات گہنٹے تک پہر زندہ ہوے اور آسمانپر چلے گئے اور ربیع بن انس کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانپر اوٹہاتے وقت موت دی پہر حال ان اقوال سے اسقدر ثابت ہوا کہ بعض علمار اسبات کے قائل ہوئے ہین کہ حضرت کو موت طبعی طاری ہوئی اور بعض علمانے رفع کے لفظ سے حضرت عیسیٰ کے جسم کا آسمانپر اوٹہا لینا مراد نہین لیا بلکہ اوس سے اونکی قدر و منزلت مراد لی ہے پس جب ان دونون قولون کو تسلیم کیا جاوے تو جو ہم بیان کرتے ہین وہی پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو یہودیون نے نہ سنگسار کر کے قتل کیا نہ صلیب پر قتل کیا بلکہ وہ اپنی موت سے مرے اور خدا نے اونکے درجہ اور مرتبہ کو مرتفع کیا الخ

ج آپ فرماتے ہین کہ تفسیر کبیر مین ہی بعض علما کا قول لکہا ہے کہ لفظ رفع کا تعظیماً اور تفخیماً بولا

گیاہے الخ لیکن اگر یہہ صحیح ہی ہو تب ہی بعض کے مقابل مین اکثر بلکہ کل علما نے جو یہہ ترجمہ کیا ہے کہ برداشت او را خدا تعالیٰ بسوی خود (ترجمہ شاہ ولی اللہ رح) اوٹھا لیا اوسکو اللہ نے اپنی طرف (ترجمہ لفظی شاہ رفیع الدین رح) اوسکو اوٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف (شاہ عبد القادر رح) اور کوئی ترجمہ اسکے خلاف نہین ہے اب فرمایئے کہ وہ بعض کا قول اعتبار کے لایق ہے یا یہہ کل علمار کا قول اور اون بعض کے اقوال کو شاہ ولی اللہ صاحب یا شاہ رفیع الدین صاحب نے ہی کہین دیکہا تہا یا نہین اور اگر دیکہا تہا تو اوسکے خلاف جو لفظ رفع کا ترجمہ ان علمار نے کیا ہے یہہ اون بعض کے اقوال کے تردید پر دلیل ہے یا تسلیم پر پہر آپ فرماتے ہین کہ جن علمار نے متوفیک کے معنے ممیتک کے قرار دئیے تہے اونہون نے ٹہیک ٹہیک معنے قرآن مجید کے سمجہے تہے الخ کیا خوب جو آپ کی سی عقل رکہتے تہے اونہین نے قرآن کے معنے ٹہیک ٹہیک سمجہے تہے اسکا ثبوت کیا ہے پہر آپ فرماتے ہین کہ مگر اونہون نے رافعک کے معنون مین غلطی کی جو یہہ خیال کیا کہ پہر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے الخ اب اونہین بعض علما کی جو متوفیک کی تحقیق مین قرآن مجید کی ٹہیک ٹہیک معنے سمجہتے تہے رافعک کے معنون مین جو آپ کی رای کے خلاف ظاہر ہوئے غلطی ثابت کی گئی جس سے ظاہر ہو گیا کہ متوفیک کے معنے اگرچہ بعض نے ممیتک کے قرار دئے تہے مگر رافعک کے معنے مین اون بعض کا بہی یہی خیال تہا کہ حضرت عیسیٰ ع پہر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے اور اکثر اور بعض یعنے جمہور علمار کا اپہی کے اقرار سے رافعک کے معنے مین بہی اتفاق ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ ع پہر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے یہانتک کہ آپ ہی صفحہ ۲ مین اقرار کر چکے ہین کہ خدا نے اپنے پاس اونکو اوٹہا لیا تہے مگر اسکے آخر مین سب سے زیادہ دانشمندانہ آپکا یہہ قیاس ہے کہ وہ یعنے حضرت عیسیٰ ع اپنی موت سے مرے اور خدا نے اونکے درجہ اور مرتبہ کو مرتفع کیا الخ یہہ عجیب بات ہے کہ پیغمبر ہو کر یہودیون کی عداوت کے خوف سے تبلیغ رسالت چہوڑ کر ساری عمر کہین چہپے بیٹہے رہے اور خدا نے اونکی درجہ اور مرتبہ کو مرتفع کیا درجہ اور مرتبہ کے مرتفع ہونی کی وجہہ یہی ہوتی ہے کہ رسالت کے حقکو بالاے طاق رکہہ کر اپنی جان کی حفاظت کے لئے کہین چہپ کر بیٹہہ رہے اور ساری قوم کی گمراہی کا تماشا دیکہا کرے حالانکہ قرآن مین

خدا اپنے پیغمبر آخر الزمان صلعم کو دعوت اسلام کی تاکید اسطرح فرماتا ہے کہ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ یعنے اگر یہہ نکیا تو کچہہ بہی رسالت کا حق ادا نکیا واللہ یعصمک من الناس خدا بچا یگا تجہے لوگون سے اسیطرح حضرت عیسیٰؑ کی بہی خدا حفاظت کرتا پہر او نہین کہین چہپ رہنے کے کیا ضرورت تہی اسکی سوا پیغمبر کا کام تو فقط یہی ہے کہ جبتک زندہ رہے تبلیغ رسالت مین کبہی سستی نکرے پہر حضرت عیسیٰؑ کہین چہپے رہکر کیا کیا بنایا کرتے تہے کیونکہ چہپے رہنے کی سبب وہ تبلیغ رسالت کر نہین سکتے تہے اب آپ کو معلوم کر لینا چاہیے کہ حضرت عیسیٰؑ نہ کبہی چہپے رہے اور نہ کبہی اونہون نے اپنے کام مین سستی کے اسیوجہہ سے خدا نے اونکا درجہ اور مرتبہ مرتفع کیا کہ اپنی طرف اوٹہا لیا جیسے کہ آپ بہی صفحہ ۷۸ مین اقرار کر چکے ہین کہ خدا نے اپنے پاس اونکو اوٹہا لیا انتہے

(صفحہ ۹۴) قولہ ان آیتون مین ایک اور لفظ بہی غور کے قابل ہے یعنے مادمت فیہم اسکے صاف معنے ہین کہ جبتک مین زندہ تہا اور اسکے سند خود قرآن مجید کی دوسری آیت مین موجود ہے جہان فرمایا ہے مادمت حیا پس صاف ظاہر ہے کہ جو معنے حیا کے ہین وہی معنے فیہم کے ہین اسکے بعد ہے فلما توفیتنی تو اس سے اور بہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس لفظ سے حیا ہی مراد تہی اور مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جبتک مین اونمین تہا یعنے زندہ تہا تو مین اونپر شاہد تہا جب تونے مجہے موت دی تو تو اونکا نگہبان رہا پس ان دونون آیتون مین اس دنیا ہی مین حضرت عیسیٰ کا زندہ رہنا اور پس دنیا ہی مین اپنی موت سے مرنا بخوبی ظاہر ہوتا ہے الخ **ج** سورہ مائدہ مین ہے مادمت فیہم فلما توفیتنی الایہ اور سورہ مریم مین ہے واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا والسلام علے یوم ولدت ویوم اموت الایہ پس سورہ مائدہ کی اوس آیت مین نہ لفظ حیا ہے اور نہ لفظ اموت وہان حضرت عیسیٰؑ کی مخصوص ذاتی کامونکا ذکر نہین ہے برخلاف سورہ مریم کے کہ یہان صلوۃ وزکوۃ وغیرہ مخصوص ذاتی کامونکا ذکر ہے اس وجہہ سے سورہ مائدہ مین فیہم کا قایم مقام حیا ہو نہین سکتا ہے اور اسیوجہہ سے توفیتنی سے بہی وہان قطعے مراد موت نہین ہے اور سورہ مریم مین حیا اور اموت دونون موجود ہین جس سے مراد بعثت سے پیشتر مرجانا مراد ہے لیکن اگر آپ ہی کی تاویل کا ادب کیا جاوے تو آسمان پر جانے سے پیشتر چند لحظہ حضرت عیسیٰؑ کا مردہ رہکر زندہ ہوجانا یہان ثابت ہوتا ہے مگر اس حالتمین

ہی آپکا یہہ قول غلط ہوجائیگا کہ اس دنیا ہی مین حضرت عیسی کا زندہ رہنا اور اس دنیا ہی مین اپنی موت سے مرنا بخوبی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ سورہ مریم مین اموت کے بعد یوم ابعث حیا ہی موجود ہے جس سے اس دنیا ہی مین مرکر زندہ ہوجانا ہی بخوبی ظاہر ہوتا ہے اور کوئی وجہہ نہین کہ فہم کیجیہ سورہ مریم سے حیا کا لفظ لیا جاے اور باقی عبارت اس آیت اوس آیہ سورہ مائدہ سے بعلاقہ رکہی جاے

(صفحہ ایضاً) قولہ اب باقی رہی چوتہی آیت مگر جب یہہ تحقیق ہوگیا کہ یہودی یہہ دعوی کرتے تہے کہ ہمنے حضرت عیسی کو سنگسار کرکے قتل کیا تہا اور عیسائی یہہ یقین کرتے تہے کہ یہودیون نے صلیب پر حضرت عیسی کو قتل کیا تہا حالانکہ یہہ دونون باتین غلط تہین وہ سنگسار تو ہرگز نہین ہوے صلیب پر البتہ لٹکاے گئے مگر صلیب پر مرے نہین ان دونون اعتقادون کی رد کرنیکو خدا نے فرمایا کہ ما قتلوہ وما صلبوہ یہہ مانا فیہ سے نفس قتل کا سلب ہوتا ہے اور دوسرے سے کمال صلیب کا کیونکہ صلیب پر چڑہانیکی تکمیل اوسوقت تہی جب صلیب کے سبب موت واقع ہوتی حالانکہ صلیب پر موت واقع نہین ہوئی ولکن شبہہ لہم سے اور زیادہ تشریح اس مطلب کی ہوتی ہے تشبیہ مین چار چیزین ہوتی ہین ایک مشبہہ ایک مشبہہ بہ ایک وجہہ تشبیہہ ایک مشبہہ لہ اس آیت مین صرف دو چیزین بیان ہوئی ہین ایک مشبہہ جو حضرت عیسی علیہ السلام ہے دوسرے مشبہہ لہم جو یہودی تہی اور جو مدعی قتل حضرت مسیح تہے مشبہہ بہ قرآن مین مذکور نہین ہے علماء اسلام نے جب بعض عیسائی فرقونکا یہہ قول پایا کہ شمعون یا یہودا صلیب پر چڑہایا گیا تہا اونہون نے حجت قرآن کے معنے بدل دئی اور یہودا یا شمعون کو مشبہہ اور حضرت عیسی کو مشبہہ بہ اور یہودا یا شمعون کی تبدیل صورت کو وجہہ تشبیہہ قرار دیدیا حالانکہ یہان صرف مشبہہ بہ محذوف ہے اور وہ موتی ہے اور وجہہ تشبیہہ وہ حالت ہے جو حضرت عیسی پر طاری ہوئی تہی جبکی سبب وہ مردہ تصور ہوے تہے پس تقدیر آیت کی یہہ ہے کہ وما صلبوہ ولکن شبہہ لہم بالموتے اس سے زیادہ تصریح اسی آیت کی اگلے لفظون سے ہوتی ہے جہان خدا نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اسمین اختلاف کرتے ہین وہ شک مین ہین اونکو کچہہ علم نہین ہے بجز گمان کے پیروی کی اور پہر اوسکے بعد تاکید اور یقیناً فرمایا کہ اونہون نے عیسی کو قتل نہین کیا اور اس مقام پر صلیب کا کچہہ ذکر نہین کیا بلکہ صرف قتل کے نفی کی اور اس سے بخوبی

ثابت ہوتا ہے کہ اوپر جو صلیب کی نفی کی تہی اوس سے نفی قتل بالصلیب مراد تہی نہ مطلق
صلیب کے الخ **ج** مطلب آپ کا یہہ ہے کہ علما اسلام نے بعض نصاریٰ کی پیروی
مین یہودا یا شمعون کو مشبہہ قرار دینے کے لئے قرآن کی معنے بدل دیے جس سے حضرت
عیسیٰ کا صلیب پر نہ کہنچا جانا مشہور ہوا ورنہ درحقیقت حضرت عیسیٰ صلیب پر کہینچے گئے
تہے مگر زندہ اوتار لئے گئے بظاہر مردہ معلوم ہوتے تہے اسوجہہ سے تقدیر آیت کے
یہہ ہے کہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم بالموتے ایسیہی ہر آیت کی تقدیر ایک دو لفظ بڑہا
کر کر لینا اپنا مطلب پیدا کر لینے کے لئے کیا مشکل ہے اور زیادہ تر تصریح جن لفظون سے
آپ کے نزدیک ہوتی ہے اونکا ماحصل یہہ ہے کہ اوپر جو صلیب کی نفی کی تہی اوس سے
نفی قتل بالصلیب مراد تہی نہ مطلق صلیب کے اور اس آپ کے مجوزہ ترجمہ کے بموجب
آیت کا مطلب یہہ ظاہر ہوا کہ نہ قتل کیا اوسکو اور نہ صلیب پر قتل کیا اوسکو لیکن
اونپر شبیہہ کر دیے گئے اب کسی سے دریافت تو کیجئے کہ اسکا مطلب کیا ہوا یہہ ایسا
محاورہ ہے کہ نہ بات کے اوس سے اور نہ زبان سے بات کی اوس سے یا یہہ کہ نہ کچہہ دیا
اوسے اور نہ دولت دی اوسے یعنے کیا اس عموماً اشارہ قتل مین جو ماقتلوہ سے ظاہر
ہے صلیب پر قتل ہونا ہی شامل نہین ہو سکتا تہا جو قتل بالصلیب کی تخصیص جداگانہ
ضرور ہوئی اب ہمسے اسکے معنے معلوم کر لیجے تاکہ تقدیر آیت مین لفظ بالموتے بہی
نہ زیادہ کرنے پڑے اور مطلب بہی محاورہ کے خلاف نہ ہو جائے ماقتلوہ وماصلبوہ کے
سیدہے معنے یہی ہین جو علما اسلام نے لکہے ہین کہ نہ اوسکو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑہایا
مطلب یہہ کہ اوسے قتل نہین کیا بلکہ صلیب پر ہی نہین کہنچا پس قتلوہ سے مراد یہہ کہ اوسے
صلیب پر قتل نہین کیا اور صلبوہ سے مراد یہہ کہ بلکہ صلیب پر کہنچا ہی نہین

(صفحہ ۵۰) قولہ انہی باتون پر آنحضرت صلعم نے عیسائی عالمون سے مباہلہ
چاہا جس سے ایک نہایت عمدہ طور پر فطرت انسانی ظاہر ہوتی ہے تمام اہل مذاہب خواہ
صحیح مذہب رکہتے ہون خواہ غلط دو قسم کی ہوتے ہین جہلا اور علما جہلا کا یقین مذہبی
باتونپر نہایت پختہ اور مستحکم ہوتا ہے اور جو کچہ اونہون نے سمجہا ہے یا سیکہا ہے اوسکے
سوا وہ اور کچہہ نہین جانتے اور کوئی شبہہ اونکے دل مین نہین ہوتا اونکی مثال اندہے آدمی
کیسی ہے کہ وہ اوس رستہ پر جو اوسکو کسی نے بتلا دیا ہے چلا جاتا ہے اور اوسکے ٹہیک ہونے

پر یقین رکھتا ہے اور خود نہین جانتا کہ درحقیقت یہہ رستہ اوسی جگہہ جاتا ہے جہان اوسکو
جانا ہے یا نہین پہر اگر کسینے کہدیا کہ میان اندہے اسگے گڑہا ہے یا دیوار ہے تو وہ بغیر
کسی شک کے اوسپر یقین کر لیتا ہے اور رہنما پر بہی کہ ہرجانا ہے پہر جسنے جو راہ بتا ئی اوسطرف ہو لیا یہی
جہلاے اہل مذہب کا حال ہے جس مذہب مین وہ ہین اونکو اوسپر ذرا بہی شبہہ نہین
مگر علمار کا حال اسکے برخلاف ہوتا ہے گو وہ بہی مذہب کے پیروی کرتے ہین اور جس مذہب
مین وہ ہین اوسکو سچ کہتے ہین اور دلمین بہی اوسپر یقین رکہتے ہین مگر اونکا دل شبہہ سے
خالی نہین ہوتا وہ مذہب کے ہزار ہا مسئلونکو سچ کہتے ہین مگر اونکی عقل اونکو قبول
نہین کرتی اونکا علم اونکے ویسے ہونے پر اونکی تصدیق نہین کرتا اور جب وہ اوسپر
سچا یقین نہین کرسکتے تو اپنے دلکو سمجہاتے ہین کہ گو یہہ بات عقل سے اور سمجہہ سے
دور ہو مگر مذہب کی رو سے ہمکو یون ہی ماننا اور اوسپر یقین کرنا ضرور ہے پس درحقیقت
اونپر اونکو سچا یقین نہین ہوتا دلمین ایک کانٹا کہٹکتا رہتا ہے اور جبکہ اونکو حقیقی یقین نہین
ہوتا اوسپر یقین بٹہلانا چاہتے ہین علمار عیسائی جو حضرت عیسی کو خدا کا بیٹا کہتے تہے
اور مرنیکے بعد جی اوٹہنے کا اعتقاد رکہتے تہے یہہ ہی ایسیہی باتین تہین جنکو وہ مذہباً
مانتے تہے اور مذہباً اوسپر اعتقاد رکہتے تہے مگر سچائی سے دل نہین مانتا تہا فطرت
انسانی مین یہہ بات ہے کہ جو سچا شبہہ اوسکے دلمین ہوتا ہے وہ دور کرنیسے دور
نہین ہوتا اور یقین بٹہلانیسے یقین نہین بیٹہتا بلکہ وہ شبہہ جب ہی دور ہوتا ہے جب
حقیقتاً دور ہوجاوے اور یقین جب ہی آتا ہے جبکہ حقیقتاً یقین آجاوے ایسی حالت
مین کوئی شخص ایسے بات کرنے پر فطرتاً آمادہ نہین ہوسکتا جو اوسکے دلمین کہٹکنے والے
شبہہ کی برخلاف ہو اسیلیے علمار عیسائی سے نہ جہلائی عیسائی سے کہا گیا کہ اگر تم
اوسپر سچا یقین رکہتے ہو تو مباہلہ کرو اور ظاہر ہوگیا کہ وہی دلمین کہٹکنے والا شبہہ اوسپر
آمادہ نہین کرسکتا اور ثابت ہوگیا کہ خود علمار عیسائی کو حضرت عیسی کی ابن اللہ ہونے
اور مرکے جی اوٹہنے پر سچا یقین نہین تہا اور مین کہہ سکتا ہون کہ اب بہی بجز ایسی
یقین کے جو مذہباً ہوتا ہے سچا یقین نہین ہے الخ ج معجزہ مباہلہ کا ابطال کرنیکے
واسطے یہہ سارا طول کلام کرنے پڑا آپ فرماتے ہین کہ علما کا ہزار ہا مسئلون
پر سچا یقین نہین ہوتا دلمین ایک کانٹا کہٹکتا رہتا ہے اور جبکہ اونکو حقیقی یقین نہین

نہین ہوتا اوسپر یقین بہیلاتا جاتے ہین الخ اس سے ثابت ہوا کہ علما ہزارون مسلمون کو
جو سچے نہین مذہبا مانتے ہین اور اونہین سچا نہین جانتے یعنے منافقانہ ایمان رکہتے ہین جیسے
آپ نے بیشتر تہذیب الاخلاق مین صاف چہاپ دیا کہ ہر مذہب کی تشخصات اور
خصوصیات کو دور کیا مثلاً عبد عشق سے وہ باتین جو خلاف فطرت ہین مثلاً معجزات اور
خلاف عقل باتین نکال ڈالی جائین تو اسکو نیچریہ مذہب کہتے ہین (دیکہو حصہ ثانی
تنقیح البیان صفحہ ۱۴۳) پس اگرچہ الہام اور معجزات وغیرہ کو جو خلاف عقل باتین ہین ہر
حال خواہی نخواہی باطل کرنا آپکا مقصود ہے مگر اسکے لئے قرآن کی تفسیر کا بہانہ آپکو
ضرور ہوا اور اگرچہ آپ جانتے ہین کہ یہہ ساری باتین آپکی صحیح نہین ہین تب ہی معجزات
وغیرہ کو باطل کرنیکی لئے ہر طرح کی تاویل آپکو لازم ہوئی پس کیا ضرور ہے کہ جیسا
آپ کا ایمان ہے سب علما کا ہی ایسا ہی ایمان ہو پہر آپ فرماتی ہین کہ علماء عیسائی
سے کہا گیا کہ اگر تم اسپر سچا یقین رکہتے ہو تو مباہلہ کرو اور ظاہر ہو گیا کہ وہی دلمین کہٹکنے
والا شبہہ اوسپر آنا وہ نہین کر سکتا الخ یعنے آنحضرت صلعم کی بددعا کا خوف
اونہین مباہلہ سے مانع نہین ہوا بلکہ اوس کہٹکنے والے شبہہ کے سبب سے وہ مباہلہ
نکر سکے لیکن ہزارون آدمی جہوٹے دعوی پر حلف تک اوٹہا لیتے ہین اونہین کیون
دلمین کہٹکنے والا شبہہ حلف کرنیسے باز نہین رکہتا ہے اور آپ اسی تفسیر مین سارے
باتین یقیناً جہوٹہہ جانکر لکہہ رہے ہین تب ہی دلمین کہٹکنے والا شبہہ آپکو اس جرات
سے باز نہین رکہتا ہے مثلاً اسی مقام پر آپ فرماتے ہین کہ جب اونہون نے مباہلہ
نکیا تو ثابت ہو گیا کہ خود علماء عیسائی کو حضرت عیسی کی ابن اللہ ہونے اور مرکی جی
اوٹہنے پر سچا یقین نہین تہا الخ حالانکہ اسی کتاب کی صفحہ ۳۹ مین آپ لکہہ چکی ہین کہ
وفد نجران جب آنحضرت صلعم کی پاس آیا جو حضرت عیسی کے ابن اللہ ہونی پر یہہ
دلیل لاتے تہے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے ہین اسلئے خدا کی بیٹے ہین الخ
(دیکہو حصہ دوم تنقیح البیان صفحہ ۶۶) اور یہان آپ فرماتی ہین کہ اونہین حضرت عیسی کے
ابن اللہ ہونے اور مرکے جی اوٹہنے پر سچا یقین نہین تہا اسمین اب فرمائیے کہ
یہہ مرکر جی اوٹہنے کا جملہ زبردستی آپ نے یہان داخل کیا ہے یا نہین اور تب
ہی دلمین کہٹکنے والا شبہہ آپکو اس کے لکہنے سے روک نسکا اسکے سوا آپ فرماتی

ہین کہ جب اونہون سے مباہلہ نکیا تو ثابت ہوگیا کہ خود علمار عیسائی کو حضرت عیسی کے ابن اللہ ہونے اور مرکے جی اوٹھنے پر سچا یقین نہین تہا الخ حالانکہ مباہلہ حضرت عیسیٰ کے مر کر جی اوٹھنے کے بحث پر تہا بلکہ حضرت رسول اللہ صلعم کو حضرت عیسیٰ کے زندہ آسمانپر جانیکا کامل یقین تہا پہر وہ کیون اسکے بحث اور اسپر مباہلہ کرتے چنانچہ آپ بہی صفحہ ۲۹ مین اقرار کر چکے ہین کہ حضرت عیسی کی آسمانپر جانیمین مسلمانون اور عیسائیون کے اعتقاد مین چندان تفاوت نہین ہے کیونکہ دونون حضرت عیسی کے زندہ آسمانپر چلے جانیکا اعتقاد رکہتے ہین اسہتے اور یہہ جو ارشاد ہوا ہے کہ عیسائی علما کی مباہلہ نکرنیکی سبب ثابت ہوگیا کہ خود علمار عیسائی کو حضرت عیسی کے ابن اللہ ہونے اور مرکر جی اوٹھنے پر سچا یقین نہین تہا اور مین کہہ سکتا ہون کہ اب بہی بجز ایسی یقین کے جو ہونا ہوتا ہے سچا یقین نہین ہے اسہتے چونکہ آپ کو قدیم سے سب سے زیادہ اعلی درجے کی سیہے ذہی علمون اور اونہین کی بہت بڑی فاضلون سے ملاقات اور گفتگو کا اتفاق ہوتا رہتا ہے اور لندن بہی جاکر آپ بڑے بڑے محقق اور علما اور عمائد کی صحبت مین رہ چکے ہین اسو جہہ سے آپکا یہہ قول کہ مین کہہ سکتا ہون کہ علمار عیسائی کو حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونی اور مرکر جی اوٹھنے پر اب بہی سچا یقین نہین ہے ہمین تسلیم نکرنیکی کوئی وجہہ نہین ہے اور کمال افسوس کا مقام ہے کہ باوجود اس بات کے کہ خود علمار عیسائی کو حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے اور مرکر جی اوٹھنے پر اب بہی سچا یقین نہین ہے تاہم یہہ پادری لوگ تمام ہندوستان مین حضرت عیسیٰ کے ابن اللہی اور اونکے موت پر جو کفارہ معصیت ہے سب کو ایمان لانیکی ترغیب دیتے پہرتے ہین یعنے جبکہ پادریون کو ان باتوں پر سچا یقین نہین ہے تو یہہ انجیل سنانا انکا محض اپنی تنخواہ وصول کرنے اور نوکری پوری کر دینے کیواسطے ہے فی الحقیقت انکا خدا پیٹ ہے (فلپیونکا ۳ باب ۱۹)

(صفحہ ۵۱) قولہ ہم اہل اسلام کو بہی ان باتون سے بری نہین سمجہتے ہزارون مسلمان اسوقت موجود ہین جو بہت سے مسئلون پر صرف اس وجہہ سے یقین رکہتے ہین کہ مذہبا اونپر یقین رکہنا چاہئے مگر وہ دلمین کہٹکنے والا شبہہ اونکے دلمین موجود ہے البتہ اسلام مین ایسی علما و اہل اللہ بہی گزرے ہین جنہون سے مذہب حقیقت مذہب

اسلام پر غور و فکر کی ہے اور حقیقتاً تمام شبہات اونکے دل سے دور ہوئی ہین اور حقیقتاً اونکے دلمین یقین آیا ہے ایسے محققین کو ہمیشہ لوگون نے کافر کہا ہے اور اب بہی کہتے ہین مگر کچہہ شبہ نہین کہ خدا کے سامنے اونکے کفر کے مقابلہ مین وسرفرنکا ایمان بہی ہم بنی آرزد الخ ج مطلب یہہ کہ علما و اہل اللہ جو اسلام مین محقق گزرے ہین انکی علامت یہی ہے کہ ہمیشہ لوگون نے اونہین کافر کہا ہے اور اب ہی کہتے ہین یعنی جنکی تحقیق امور دین مین کچہہ ایسی نادر ہو کہ ہمیشہ لوگ اونہین کافر کہین محقق و اہل اللہ وہی لوگ ہین اور اب ہی جنہین لوگ کافر کہتے ہین جیسے کہ خانصاحب بہادر کے کفر پر تمام علما اسلام نے فتویٰ لکہا ہے یہی علامت اونکے محقق اور اہل اللہ ہونیکی ہے

واضح ہو کہ یہی مضمون حضرت عیسیٰ کے بعد مصلوبی زندہ بچکر کسی گانو مین چہپے رہنے اور وہین وفات پاکر کہین پوشیدہ مدفون ہونیکا تہذیب الاخلاق مطبوعہ یکم جمادالاول سنہ ۹۲ ہجری جلد ہفتم نمبر ۵ مین بہی منشی چراغ علیصاحب کے نام سے چہاپا گیا تہا جسکا جواب اوسی عرصہ مین یہان سے چہاپا گیا تہا شلاق اوسکا نام ہے اوسے دیکہہ کر اپنے اوس مضمون کو ترمیم کرکے اب اس تفسیر القرآن مین شامل کیا ہے لیکن جو بات کہ سرتا پا بے اصل ہے اوسکے کہانتک ترمیم ہو سکتی ہے پس باوجود ترمیم بہی اوسکی تردید مین توقف واقع نہوا

اب یہان سے اس آیت تک کہ اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیہما وعلی اللہ فلیتوکل المومنون خانصاحب بہادر نے محض ترجمہ پر اکتفا کیا اور کہین کچہہ تفسیر نہین لکہی ہے

(صفحہ ۶۹) قولہ بڑا مسئلہ بحث طلب اس آیت مین فرشتون کا لڑائی مین دشمنون سے لڑنیکی لئے اوترنا ہے مین اس بات کا بالکل منکر ہون مجہے یقین ہے کہ کوئی فرشتہ لڑنیکو سپاہی بنکر یا گہوڑے پر چڑہ کر نہین آیا مجہکو یہہ بہی یقین ہے کہ قرآن مجید سے بہی ان جنگ جو فرشتونکا اوترنا ثابت نہین ہے مگر تمام مسلمانونکا اعتقاد اوسکے برخلاف ہے وہ یقین کرتے ہین کہ درحقیقت فرشتونکا رسالہ لڑنیکو اوترا تہا وہ نادانی سے یہہ بہی کہتے ہین کہ فرشتونکا لڑائی کے لئے اوترنا منصوص ہے اور اوس سے انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے مگر اونکا یہہ خیال محض غلط ہے الخ ج یہہ تفسیر خانصاحب

نے جس آیت کے لکھے ہے وہ آیت یہہ ہے اذ تقول للمؤمنین الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلثة آلاف من الملائکة منزلین ٥ بلیٰ ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورہم ھذا یمددکم ربکم بخمسة آلاف من الملئکة مسومین ٥ اور اسکا ترجمہ بھی آپہی نے یہہ لکھا ہے جبکہ تو مسلمانون سے کہتا تھا کہ کیا تمکو کافی نہوگا کہ تمہارا پروردگار تین ہزار بھیجے ہوئے فرشتون سے تمہارے مدد کرے بلکہ اگر تم صبر کرو اور بزدلی سے بچتے رہو اور اہی وہ تمپے آپہنچین اسی دم تمہاری مدد کریگا تمہارا پروردگار پانچ ہزار نشان دار فرشتون سے انتہے خان صاحب بہادر اس منصوص معجزہ کی بابت فرماتے ہین کہ مین اسبات کا بالکل منکر ہون مجھے یقین ہے کہ کوئی فرشتہ لڑنیکو سپاہی بنکر یا گھوڑے پر چڑہ کر نہین آیا الخ حالانکہ یہہ صریح کفر ہے جسمین مطلق کسیکو کلام نہین ہے اور فرشتون محافظ یا خدمتگزار روحون کا ثبوت سب الہامی کتابون مین موجود ہے کہان کہان خانصاحب بہادر اپنے انکار پر قایم رہ سکینگے توریت مین خدا نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ مین تیرے آگے ایک فرشتہ کو بھیجونگا اور مین کنعانیون اور اموریون اور حتیون اور فرزیون اور حویون اور یبوسیون کو نکال دونگا (خروج ۳۳ باب ۲) ۱۲ انے اس فرشتہ کے وسیلہ سے کنعانی قومون پر فتح حاصل ہوگئے اور حضرت یشوع علیہ السلام نے اسرائیلی لشکر سے جب شہر پناہ یریحو کا محاصرہ کیا تہا اوسوقت فرشتون کا لشکر اونکے مدد کیواسطے آیا تہا اور اوس لشکر کے سردار نے جو تیغ بکف ایک فرشتہ تہا حضرت یشوع سے باتین کی تہین چنانچہ کتاب یشوع ٥ باب ۱۳ — ۱۵ مین یہہ عبارت ہے جسوقت یشوع یریحو کے متصل کہڑا تہا تو اوسنے آنکھہ اوپر کی اور دیکھا کہ اوسکے مقابل ایک شخص تیغ ہاتہہ مین کہینچے ہوئے کہڑا ہے اور یشوع اوس پاس گیا اور اوسے کہا تو ہمارا ہے یا ہمارے دشمنونکا وہ بولا نہین بلکہ مین اب خداوند کے لشکر کا سردار ہوکر آیا ہون تب یشوع زمین پر اوندہا گرا اور سجدہ کیا اور اوسے کہا میرا مالک اپنے بندے کو کیا ارشاد فرماتا ہے خداوند کی لشکر کی سردار نے یشوع کو کہا کہ اپنے پانوسے جوتی اوتار کیونکہ یہہ مقام جہان تو کہڑا ہے مقدس ہے انتہے اور توریت مین دوسرے مقام پر لکہا ہے کہ خداوند نے بلعام کی آنکہین کہولین اور اوسنے خداوند کے فرشتے کو دیکہا کہ راہ مین کہڑا ہے اور اوسکے ہات مین

تلوار کہینچے ہوئی ہے استہانے (گنتی ۲۲ باب ۳۱) یہان سے یہہ ہی ثابت ہوا کہ
ایسا غیبی لشکر خدا کو جب دیکہلانا منظور ہوتا ہے وہی دیکہہ لیتا ہے اور حضرت عیسیٰ
نے فرمایا کہ مین ابہی اپنے باپ سے مانگ سکتا ہون اور وہ فرشتونکے بارہ ۱۲
تمن سے زیادہ میرے لئے حاضر کردیگا (متی ۲۶ باب ۵۳) الحاصل یہہ ہر طرح
سے ثابت ہے کہ خدا کی فرشتے ان لوگون کی مدد اور حفاظت کرتے ہین چنانچہ
انجیل مین حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ خبردار ان چہوٹون مین سے کسیکو ناچیز نجانو کیونکہ
مین تمسے کہتا ہون کہ آسمان پر اونکے فرشتگان میری آسمانی باپ کا مُنہہ ہمیشہ دیکہتے ہین
(متی ۱۸ باب ۱۰) علاوہ اسکے دنیا مین سیکڑون اتفاقات ایسے گزرتے ہین کہ
کوئی شخص بلند مکان سے گرا اور مطلق چوٹ نہ لگے چونکہ ہر گرنیوالی کو کم و بیش چوٹ
یا ہلاکت سے چارہ نہین ہوتا ہے لیکن باوجود نہونے کسیطرح کی ظاہری اسباب حفاظت
کے بہر بچ جانیکی وجہہ کیا ہوتی ہے سوا امداد ملائکہ محافظین کے اسکے بعد آپ بیدلیل
فرماتے ہین کہ مجہکو یہہ ہی یقین ہے کہ قرآن مجید سے ہی ان جنگ جو فرشتونکا اوترنا
ثابت نہین ہے الخ لیکن آپ کے نزدیک تو قرآن مجید سے اسلام کی کوئی بات
ہی ثابت نہین ہے یہہ دلیل تو نہ آپ کی لئے حجت ہے اور نہ اور ون کیلئے
(**صفحہ ایضا**) **قولہ** مجہکو فکر تہی کہ اور کسی مسلمان نے ہی اس سے انکار کیا ہے
یا نہین تو مجہکو ایک مسلمان ملا جسنے اس سے انکار کیا ہے تفسیر کبیر مین لکہا ہے
کہ ابوبکر اصم اس سے سخت منکر تہے اونہون نے اپنے انکار کے چار دلیلین بیان
کی ہین ایک یہہ کہ ایک فرشتہ ہی تمام دنیا کی غارت کر دینے کو کافی تہا پہر فرشتون
کی فوج بہیجنے سے کیا فائدہ تہا دوسرے یہہ کہ جو کفار کہ لڑے اونکو سب لوگ
جانتے تہے اور جو صحابہ اونکے مقابل ہوئے اونکو ہی لوگ جانتے تہے پہر یہہ
نہین کہا جا سکتا کہ کفار کو فرشتون نے مارا تہا تیسرے یہہ کہ اگر . . . .
فرشتے

- -

لڑے ہتے تو وہ لوگون کو دیکہائی دیتے تہے یا نہین اور اگر دیکہائی دیتے تہے
تو آدمیون کی صورت مین دیکہائی دیتے تہے یا اور کسی صورت مین اگر آدمیونکی
صورت مین دیکہائی دیتے تہے تو وہ آنحضرت صلعم کے لشکر مین شمار ہوتے

رکوع ۹ مین لکہاہے وانزل جنودا لم تروہا یعنے اوتارین فوجین جو تمنے نہین دیکہین تاکہ اونپر تکیہ کر کے مسلمان لڑائی مین سست ہوجائین لیکن کفار اون آسمانی فوجونکو دیکہتے تہے اور یہی ہیبت اونکے ہزیمت اور گریز کا باعث ہوئی اور یہہ جو آپ فرماتے ہین کہ اتنا لشکر کینے بیان نہین کیا اور قرآن کی بہی برخلاف ہے یعنے لشکر کے فراوانی آپ قرآن سکے برخلاف سمجہ کر اقرار نہین کر سکتے تاکہ مبادا ایسا قیاس کہین گناہ ہوجائے مگر یہہ لشکر ملائکہ کا انکار بہی کچہہ قرآن سکے برخلاف تہا یا نہین حالانکہ اقرار فراوانی لشکر کچہہ بہی قرآن سکے برخلاف نہین ہے کیونکہ شروع جنگ مین لشکر اسلام دشمنون کی آنکہو مین تہوڑا لشکر دکہائی دیتا تہا نہ یہہ کہ اوسوقت تک جب کفار سراسیمہ ہوکر بہاگے

چوتہے دلیل کا جواب یہہ ہے کہ اونکے اجسام لطیف تہی اور سب بہی گنتی ۲۲ باب اسو کی نظیر کے ہو جب جنکو خدا نے چاہا اونہون نے اوس لشکر ملائکہ کو دیکہا اور آپ جو فرماتے ہین کہ در صورت لطیف ہونیکی وہ گہوڑے پر سوار ہو کر نہین آسکتے تہے الخ یہہ صریح نادرست ہے کیونکہ وہ گہوڑے فرشتون کی سواری کی تہی کوئی ترکی اور تازی نہتے پس ممکن ہے کہ وہ گہوڑے فرشتون سے زیادہ یا اونکی مانند لطیف ہون . اور آپ جو فرماتے ہین کہ مجہکو ایک مسلمان ملا جسنے اس سے انکار کیا ہے یعنے نزول لشکر ملائکہ سے پس تعجب کہ تمام دنیا کی مسلمانون مین فقط ایک مسلمان آپکو ملا جسنے اس سے انکار کیا ہے اور وہ انکار بہی ایسا کہ جسکے کوئی دلیل بہی قابل اعتبار نہین آخر مین آپ نے امام فخر الدین رازی کا یہہ قول نقل کیا ہے کہ نص قرآن سے انکا ہونا پایا جاتا ہے اور ایسے حدیثون مین جو تواتر کے قریب ہین اونکا بیان ہے الخ لیکن جبکہ نص قرآن سے انکا ہونا پایا جاتا ہے تو اب اسکے لئے حدیث متواتر وغیر متواتر کے حاجت کیا رہی

(صفحہ ۱۷) **قولہ** امام صاحب نے آخر بات تو یقینی غلط کہی ہے کیونکہ تواتر تو درکنار کسی صحیح و قوی حدیث سے بہی ان باتونکا ثبوت نہین ہے تمام ضعیف اور موضوع حدیثین ہین جنمین ایسی باتین مذکور ہین علماء محققین ایسی حدیثون پر اعتبار نہین کرتے اور اصول حدیث سے بہی اونکے تقویت نہین ہوتی الخ

ج اسی

امام فخرالدین رازی نے کوئی حدیث نہین نقل کی جسے آپ اس تفسیر القرآن مین درج کرکے اوسکے ضعف وقوت مین امتیاز کرتے اونہون نے تو فقط حدیث کا نام لیا بغور اسکے اون حدیثون کا ضعیف اور موضوع ہونا آپ نے ظاہر کردیا یہہ محض تحکم ہے اور میری نزدیک تو جبکہ نص قرآن سے اونکا ہونا پایا جاتا ہے تو اب کسی حدیث کی حاجت کیا ہے

(صفحہ ایضاً) قولہ پہلے بات ہی امام صاحب کی صحیح نہین ہے کیونکہ قرآن مجید سے فی الواقع سپاہی بنکر فرشتونکا اوترنا پایا نہین جاتا بلکہ وہ صرف ایک بشارت تھی مسلمانون کے دلون کو مضبوط کرنے اور لڑائی مین ثابت قدم رہنے کے جیسا کہ خود خدا نے اس جگہہ اور سورہ انفال مین فرمایا ہے وما جعلہ اللہ الا بشریٰ لکم و لکم ولتطمئن قلوبکم بہ الخ ج مطلب یہہ کہ مسلمانونکا دل قوی کرنیکے لئے تاکہ لڑائی سے نہ ہارین یہہ جہوٹی خوشخبری امداد لشکر ملائکہ کے سنادی ورنہ درحقیقت نہ ملائکہ تہے اور نہ اونکا لشکر جیسے دنیا کے بادشاہ اپنی سپاہ کا دل بڑہانے کیواسطے یا اپنے مخالفونکو ڈرانیکی واسطے کوئی جہوٹی خبر یا شیخی کے بات مشتہر کردیتے ہین اسیطرح آنحضرت صلعم نے یہہ لشکر ملائکہ کے خبر مشہور کی تہی اور فی الواقع اسکی کچہہ اصل نہ تہی خانصاحب بہادر کے نزدیک قرآن سے اسیقدر ثابت ہوتا ہے نعوذ باللہ آیت جو آپ نے لشکر ملائکہ کے بے اصلی اور اس خبر کو محض ایک دل خوش کرنیواسطے بشارت کے ثبوت مین لکہی ہے اوسکا ترجمہ یہہ ہے اور نہین کیا اللہ نے اسکو یعنے نزول لشکر ملائکہ کو مگر بشارت واسطے تمہارے اور تاکہ اوس سے تمہاری دل مطئن ہوجاوین اور فتح نہین مگر اللہ کیطرف سے جو بڑا ہے حکمت والا اسکے چونکہ وہ لشکر اسلام کی امداد کیواسطے آئے تہے پس مسلمانون کا دل مطمئن کرنیکی وہ سب سامان تہے اور اگرچہ ہر حال مین فتح وشکست خدا کی اختیار مین ہوتے ہے مگر خدا کی بہیجے ہوئے لشکر ملائکہ کے وسیلہ سے فتح پانا بنظر خاص خدا کیطرف سے فتح تہی اسکے بعد ترجمہ آیات پر کتفا کرکے آیہ ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاساً یغشیٰ طائفۃ منکم الایہ کی تفسیر مین ایک طولانی بحث آپ نے لکہی ہے جسکا ماحصل آپہی کی عبارت کی انتخاب سے بطرح ذیل ہے

(صفحہ ۷۸) قولہ امنۃ نعاسا یہہ مضمون دو آیتون مین آیا ہے ایک اسے آیت مین اور دوسرے سورہ انفال کی آیت مین جہان فرمایا ہے اذیغشیکم النعاس امنۃ منہ پہلے آیت جنگ احد سے متعلق ہے اور دوسری جنگ بدر سے الخ

(صفحہ ۷۹) قولہ ان دونون آیتون مین جو نعاس کا لفظ ہے اوسپر لوگون نے روائتین گہڑنی شروع کین اور کہا کہ درحقیقت اس لڑائی مین وہ گروہ جسنے فتح حاصل کی اونگہہ گئے تہے ایک راوی نے ابوطلحہ کا قول نقل کیا کہ ہم ایسی اونگہہ گئے تہے کہ ہمارے ہات سے تلوار چہوٹ پڑتے تہی پہر ہم اوسکو اوٹہالتے تہے اور پہر اونگہہ کے مارے چہوٹ پڑتی تہی پہر ان بے اصل روائتون پر علماء نے طبع آزمائی شروع کی اور کہا کہ ایسے خوف کیحالت مین اونگہہ کا آجانا ایک معجزہ تہا یہہ ایسے بیہودہ خیالات ہین کہ جو کوئی اونکو پڑہتا ہے افسوس کرتا ہوگا ہمارے علماء مفسرین کی عادت ہے کہ ضعیف اور موضوع بے اصل روائتون کو اپنی تفسیر و نکا زیور سمجہتے ہین الخ اسکے بعد خانصاحب بہادر نے امنۃ نعاسا اور یغشیکم النعاس کے متعلق صفحہ ۸۰ مین فضول نحوی بحث کی ہے جسکا حاصل مطلب درج ذیل ہے

(صفحہ ۸۱) قولہ قرآن مجید کی دونون آیتون کی معنے نہایت صاف ہین کہ کوئی شخص لڑائی مین نہ سویا تہا نہ اونگہا تہا بلکہ امنۃ نعاسا سے کنایہ غایت امن اور کامل امن سے ہے انسان اوسیوقت سوتا ہے جبکہ اوسکو پورا امن ہو الخ

(صفحہ ایضاً) قولہ جو معنے کہ مفسرین نے سورہ انفال کی آیت کیلئے ہے اونکی غلطی اور بے ترتیبی ہمنے اوپر بیان کردی ہے اور وہ بے ترتیبی اسی لئے کی گئی تہی کہ جو غلط معنے سورہ ال عمران کی آیت کی قراردی تہے اوسیکے مطابق سورہ انفال کے آیت کی معنے ہوجاوین الخ

ج خانصاحب بہادر نے اس بحث مین یہہ خیال کیا کہ ان دونون معرکون یعنے جنگ احد اور جنگ بدر مین جو نعاس واقع ہوا یہہ تجربہ اور عقل کی سراسر خلاف ہے لیکن غلطی اسمین خانصاحب بہادر سے یہہ ہوئی کہ دونون معرکون مین بوقت جنگ نعاس واقع ہونا آپ سمجہے کیونکہ ایسا خواب جو انسانکا طبعی ہے مقام اضطراب مین معدوم ہوتا ہے

لیکن جو خواب کہ معجزانہ طور پر خدا کیطرف سے بہیجا گیا اوس سے کوئی حالت خواہ اضطراب خواہ عدم اضطراب مانع نہیں ہوسکتے ہے اور وہ نعاس تو محض رفع اضطراب ہی کیواسطے قرار پایا تہا پس عین معرکہ میں اوسکا وقوع بہر حال لازم ہوا جیسے ہر شخص پر یہہ حالت گزرتی ہے کہ کسی حالت کرب و تکلیف مین ایک چشم زدن کی غفلت تازہ دم کردیتے ہے پس عین معرکہ قتال مین ایسا واقع ہونا خلاف عادت طبعی انسان اور محض معجزانہ ظہور قدرت الہی تہا امنۃ نعاسا مین امن کی لفظ کو خانصاحب بہادر نے تمام جملے کا حاصل قرار دیا حالانکہ مقصود وہان محض نعاس ہے یعنے اوسوقت جو امن اور آرام حاصل ہوا وہ کیا تہا وہی خواب سبک یعنے نعاس تہا اور سورہ انفال رکوع ۲ مین جو یغشیکم النعاس امنۃ منہ ایک دوسرے ترکیب سے واقع ہوا ہے اوسکے آگے وینزل علیکم من السماء ماء لیطہرکم بہ بہی موجود ہے جس سے ثابت ہے کہ یہہ نعاس سورہ ال عمران کی نعاس کی مانند نہین ہے وہان نعاس عین حالت قتال مین تہا اور یہان پیش از وقوع قتال بسبب ریگستانی مقام لشکر اور نایابی آب جو دغدغہ و اضطراب مانع استقلال تہا اوسی تسکین اور امنی کے واسطے نعاس واقع ہوا اور ریت جم جانے اور سب کے نہانے دہونے اور سیراب ہونے کیواسطے آسمان سے پانی برسا اوسکے بعد لڑائی شروع ہوئی تہی پس یہان تو ہنوز لڑائی شروع ہی نہین ہوئی تہی ایسے حالت مین امن کی ضرورت کیا تہی جو نعاس کی صفت قرار دیا جائے اسکے بعد ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون کی تفسیر آپ نے لکہی ہے

(صفحہ ۸۶ و ۸۷) قولہ اس آیت (ولا تحسبن الذین) کی تفسیر مین امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین مفسرین کی تمام رطب و یابس اقوال نقل کی ہین اونمین سے صرف قول اصم بلخی کا صحیح و درست ہے جسکو ہم اس آیت کی تفسیر مین کافی سمجہتے ہین اور وہ یہہ ہے کہ مرے ہوئی شخص کا جب دین کے لحاظ سے بہت بڑا درجہ ہو اور قیامت مین اوسکو خوشی اور بزرگی اور سعادت نصیب ہونے والی ہو تو اوسکی نسبت یہہ کہنا کہ وہ زندہ ہے مرا نہین صحیح ہے

جیسیکہ ایک جاہل کی نسبت جس سے نہ اوسکی ذات کو نفع پہونچتا ہو نہ کسی دوسرے
کو یہہ کہنا صحیح ہے کہ وہ مردہ ہے زندہ نہین ہے اور جیسیکہ احمق آدمی کی نسبت کہا جاتا ہے
کہ وہ گدہا ہے اور مردے آدمی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے کہتے ہین کہ جب
عبدالملک بن مروان زہری سے ملے اور اونکی لیاقت اور تحقیق کو جانا تو اونکی باپ کی نسبت
جو مر چکے تہے کہا کہ وہ شخص نہین مرا جسنے ایسا بیٹا چہوڑا غرض اسمین کچہہ شک نہین کہ
انسان جبکہ مر جاوے اور کوئی اچہا کام اور اچہی یادگاری چہوڑ جاوے تو اوسکے
نسبت بطریق مجاز کہا جاتا ہے کہ وہ مرا نہین بلکہ زندہ ہے اسیطرح اس آیت
مین شہدا کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ مرے نہین بلکہ زندہ ہین الخ یہہ آپکا
بیان کئی وجہہ سے صریح نادرست ہے اول یہہ کہ آپ یہان شہدا کی تعریف
مین فرماتی ہین کہ مرے ہوئے شخص کا جب دین کی لحاظ سی بہت بڑا درجہ
ہو اور قیامت مین اوسکو خوشی اور بزرگی اور سعادت نصیب ہونیوالی ہو تو اوسکی
نسبت یہہ کہنا کہ وہ زندہ ہی مرا نہین صحیح ہے (دیکہو صفحہ ۸۶) چونکہ قتلوا فی سبیل اللہ
کے لفظ سے ظاہر ہے کہ اس آیت مین اون مجاہدین کا ذکر ہے جو خدا کی راہ مین
شہید ہو چکے تہے اور سورہ البقر کی تفسیر مطبوعہ ۱۸۸۰ع کی صفحہ ۲۳۴ مین و
قاتلوا فی سبیل اللہ کی تفسیر اسطرح آپ نے لکہی ہے کہ اسمین کچہہ شک نہین کہ
قرآن مجید مین جو احکام لڑائی کے نیک نیتی اور انصاف پر مبنی ہین اونکو مسلمانون
جو خلیفون یا بادشاہون کی نام سے مشہور ہوئے دینداری کے بہانہ سے اپنی
خواہش نفسانی کو پورا کرنے اور ملک گیری کے لئے نہایت بداخلاقی اور ناانصافی
سے برتا اور وحشی درندون سے بدتر کام کئے تہے اب مین آپ سی پوچہتا
ہون کہ یہہ شہدا جنکی آپ یہہ تعریف فرماتے ہین کہ دین کی لحاظ سے بہت بڑا
درجہ اور قیامت مین اونکو خوشی اور بزرگی اور سعادت نصیب ہوگی کیا اون مسلمانون
سوا تہے جو خلیفون یا بادشاہون کے نام سے مشہور ہوئی اور دینداری کے
بہانہ سے اپنی خواہش نفسانی کو پورا کرنے اور ملک گیری کیلئے نہایت بداخلاقی
اور ناانصافی سے برتا اور وحشی درندون سے بدتر کام کئے تہے یا وہی
تفسیر سورہ بقر کے صفحہ ۲۳۸ مین آپ فرماتے ہین کہ اسلام خود کسی پر ملک گیری

اور فتوحات حاصل کرنیکو فوج کشی اور خونریزی کی اجازت نہین دیتا اسلئے آنحضرت
رسول اللہ صلعم کی فتح خیبر یا فتح مکہ وطایف وغیرہ مین جو مسلمان کہ شہید ہوئے
اونہون نے تو دینداری کے بہانہ اپنے خواہش نفسانی کو پورا کرنے اور ملک گیری
کیلئے نہایت بداخلاقی اور ناانصافی سے برتا اور وحشی درندون سے بدتر کام
کئے تھے کیونکہ اسلام خود کسی پر ملک گیری اور فتوحات حاصل کرنیکو فوج کشی اور خونریزی
کی اجازت نہین دیتا ہے اب فرمائی کہ انسے بہتر وہ کونسے شہدا ہیں از روی قرآن مجید
ہین جنکا دین کی لحاظ سے بہت بڑا درجہ اور قیامت مین اونکو خوشی اور بزرگی اور
سعادت نصیب ہوگی اسکے سوا اوسی تفسیر سورہ بقری صفحہ ۱۹۸ ولا تقولوا لمن
یقتل کی تفسیر مین آپ فرماتے ہین کہ جو لوگ دین کی استقامت کے سبب مارے گئے
در حقیقت اونہون نے دین حق پہیلانے اور اپنے بعد اوس نیکی کو قایم رہنے اور
جاری رہنے کے لئے جان دی ہے پس اونہون نے اپنے بعد ایسی نیکی چھوڑی ہے جو
اوس سے بہتر نہین ہوسکتی اور اسی اعتبار سے اونکی نسبت کہا جاتا ہے کہ مری نہین بلکہ زندہ
ہین جنسے ایسی نیکی قایم وجاری ہی پس حیات سے اونکی حیات الدین مراد ہی اسلئے پس یہ شہدا
جنگ خیبر وطایف وغیرہ بلکہ عہد خلافت صحابہ کرام مین جو شام ومصر و
فارس وغیرہ کی معرکون مین مسلمان شہید ہوئے یہہ سب ہی دین کی استقامت کے
سبب مارے گئے تھے یا نہین اور وہ بہی اس فقرہ کی مصداق ہین یا نہین کہ در حقیقت
اونہون نے دین پہیلانے اور اپنے بعد اوس نیکی کو قایم رہنے اور جاری رہنے
کے لئے جان دی ہے پس اونہون نے اپنے بعد ایسی نیکی چھوڑی ہے جو اوس
سے بہتر نہین ہوسکتے اسلئے حالانکہ آپ فرماتے ہین کہ اسلام خود کسی پر ملک گیری
اور فتوحات حاصل کرنیکو فوج کشی اور خونریزی کی اجازت نہین دیتا ہے اب فرمائی
کہ یہ شہدا جنگ خیبر وطایف ومصر وشام وفارس وغیرہ کو اگر ایسا سمجہین کہ وہ
مری نہین بلکہ زندہ ہین جنسے ایسی نیکی قایم وجاری ہے تو آپکی طرف خطاب ہے
کہ دینداری کے بہانہ اپنے خواہش نفسانی کو پورا کرنے اور ملک گیری کے لئے
نہایت بداخلاقی اور ناانصافی سے برتا اور وحشی درندون سے بدتر کام کئے
کیونکہ اسلام خود کسی پر ملک گیری اور فتوحات حاصل کرنیکو فوج کشی اور خونریزی کی اجازت

نہین ویتا ہے اور اگر وہ وحشے و رندون سے بدتر ہی تو یہہ کونسی شہدا ہین جنکا ازروی قرآن دین کے لحاظ سے بہت بڑا درجہ اور قیامت مین اونکو خوشی اوربزرگی اور سعادت نصیب ہوگی ساری گروہ نیچریہ کو جمع کرکے ذرا اسپر غور تو کیجئے کہ یہان آپ کی وہ سب متانت اور فطانت کہان چلی گئی جوکوئی بات نہی ٹھیک نہین سیتے ہے

دوسرے یہہ کہ اگر بسبب اچھی کام اور اچھے یادگاری چھوڑ جانیکے شہدا اس خطاب کے مستحق ہین کہ وہ مری نہین بلکہ زندہ ہین تو انبیا و اولیا وسب کیون اس خطاب کے مستحق نہوی اور شہیدون سے کے لئے اسکے خصوصیت کیا وجہہ یہانتک کہ عاملین مین بہی جو دیندار اور راستباز ہین چاہی کہ خانصاحب بہادر کی رای کی بموجب مرنیکی بعد زندہ سمجھے جائین کہ نکہی بلکہ سب انبیا و اولیا کیواسطے بہی اونکے وفات کی بعد زندہ کا لقب قرآن مین نہین پایا جاتا سوا شہیدونکی کہ یہہ خصوصیت اونہین کیواسطے خدا کے کلام مین ہے اسوجہہ سے خانصاحب بہادر کا یہہ قیاس صحیح نہ نکلا کہ انسان جبکہ مرجاوے اور کوئی اچہا کام اور اچہی یادگاری چہوڑ جاوے تو اوسکی نسبت بطریق مجاز کہاجاتا ہے کہ وہ مرا نہین بلکہ زندہ ہے

تیسرے یہہ کہ تمام انبیا و اولیا اور دیندارون اور راستبازون کی موت خدا کی حکم سے واقع ہوتی ہے اور شہیدون کی موت خدا کیواسطے جیسے ایک خراج سالانہ اور دوسرا نذرانہ یہہ دونون طرح کا حاصل ایکہی وقعت نہین رکھتا ہے اسلئے شہدا اور اموات سے امتیاز پانیکی واسطے اسکے مستحق ہین کہ زندہ سمجھے جاوین اور سب لوگ مردہ ان سب باتون کی علاوہ مخصوص اونہین کے واسطے یرزقون کا لفظ اونکی حیات پر خواہ وہ کسی قسم کی ہو کافی دلیل ہے

(صفحہ ۸۸) **قولہ** تمام الفاظ جو اس آیت مین آئے ہین وہ اسی مطلب پر دلالت کرتے ہین جو اصم بلخی نے بیان کیا ہے مثلاً اس آیت مین ہے کہ بل احیاء عند ربہم یعنے بلکہ وہ زندہ ہین اپنے پروردگار کے نزدیک اس لفظ سے کہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہین ثابت ہوتا ہے کہ اونکے زندگی زندہ انسانون کی سی زندگی نہین ہے اور نہ اوس زندگیکو ابدان سے کچہہ تعلق ہے یرزقون

فرحین سے کے بعد آیا ہے بما آتاہم اللہ یعنے اونکا رزق دیا جانا اور خوش ہونا اون اشیا یا اسباب سے نہین ہے جس سے ایسی زندے جنکو تعلق ابدان سے ہوتا ہے رزق دیئے جاتے ہین اور خوش ہوتے ہین بلکہ اونکا رزق دیا جانا اور خوش ہونا اوس چیز سے ہے جو خدا نے اونکو دی ہے پہر آگے اسکا بیان کیا ہے کہ وہ چیز کیا ہے وہ اللہ کا فضل ہے پس معنے یہہ ہوئے کہ وہ اللہ کی فضل اور کرم اور رحمت سے رزق دی جاتی ہین اور خوش ہوتی ہین نہ مثل زندہ انسانون کے اشیاء خوردنی و نوشیدنی سے الخ ج کوئی لفظ بہی اس آیت کا اصلی معنی کا موید نہین ہے بل احیاء عند ربہم سے جو آپ یہہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ اونکی زندگی زندہ انسانون کی سے نہین ہے اور نہ اوس زندگیکو ابدان سے کچہہ تعلق ہے آپ نے احیاء عند ربہم پر خوب غور نہین فرمایا ہے اس سے نفی ابدان کہان ثابت ہوئی ہر ذی حیات کو ایک خاص جسم اختیار کرنے سے خواہ وہ کسی قسم کا ہو چارہ نہین ہے ورنہ مردہ اور زندہ مین پہر فرق کیا باقی رہے اور احیاء عند ربہم بیمعنی ہو جائے مگر آپ چاہتے ہین کہ اپنی آنکہون سے جیسے اور زندونکو دیکہتے ہین شہداء کو بہی دیکہہ لین تب یقین آئے اور خدا نے جو اپنے کلام مین اونہین احیاء فرمایا ہے اسکا آپکو یقین نہین ہے اہی لندن سے کیسی ہی عجیب کوئی خبر تار پر آئی تو اوسکے یقین کرنے مین آپکو ذرہ بہی تامل نہو مگر خدا کی کلام مین اونہین احیاء اور یرزقون سب کچہہ فرما دیا گیا تب بہی آپکو اسکا یقین نہین ہے بڑا افسوس کہ ابتک آپ کلام الہی کو لندن کی تار برقی کی برابر بہی معتبر نہین جانتے ہین پہر آپ فرماتی ہین کہ یرزقون فرحین کی بعد آیا ہے بما آتاہم اللہ الخ اس سے بہی نفی ابدان ثابت نہین ہی کیونکہ جسم ہی محتاج رزق کا ہوتا ہے نہ یہہ کہ روح پیش از زین نیست کہ وہ زمین کی پیداوار سے نہین بلکہ خدا کی فضل سے ہے پہر آپ فرماتی ہین کہ اونکا رزق دیا جانا اور خوش ہونا اوس چیز سے ہے جو خدا نے اونکو دی ہے پہر آگے اسکا بیان ہے کہ وہ چیز کیا ہے وہ خدا کا فضل ہے الخ یہہ بہی آپ کا اجتہاد خلاف منشاء کلام الہی ہے آیت مین من فضلہ کا لفظ موجود ہے جسکا مطلب یہہ کہ خدا اپنے فضل سے اونہین روزی دیتا ہے اور آپ بجائے روزی کی فضل کو قائم کرتے ہین یہہ خدا کے کلام

سے تسخیر ہے خدا کا فضل تو ساری باتون مین ہوتا ہے روزی پر کیا منحصر ہے مگر
یہان تو مخصوص رزق دنیاوی کا ذکر ہے نہ یہہ اور باتونکا جیسے آفتون سے بچانا ظاہری یا باطنی
کمالات عطا کرنا وغیرہ

(صفحہ ایضاً) قولہ تفسیر کبیر مین ایک حدیث نقل کی ہے کہ قال علیہ الصلوٰۃ
والسلام ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی یعنے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین ایک رات
خدا کی پاس مہمان رہا وہ مجھکو کہلاتا تہا اور مجھکو پلاتا تہا اوسپر امام رازی ارقام فرماتی
ہین کہ کچہہ شک نہین کہ اس کہانی اور پینے سے معرفت ومحبت الہی اور انوار عالم غیب
سے اکتساب نور مراد ہے الخ **ج** امام فخر الدین رازی آپ کو ہر محل پر خوب
سہارا اور آڑ ملجاتے ہین بہر حال معرفت اور محبت الہی اور اکتساب انوار عالم غیب
اسے دنیا مین انسان کے لئے ممکن ہے اور مرنیکی یا شہید ہونے کے بعد بہہ
اس اکتساب کا محل نہین رہتا ہے اور حدیث مین جو کہلانے اور پلانیکا ذکر ہے
وہ لفظ مہمان سے اپنی ہیئت کو ظاہر کرتا ہے اور فی الحقیقت یہہ کہلانا پلانا ایسا ہے
جیسے شہیدون کیواسطے لفظ یرزقون اور جیسے حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاسؑ
اور حضرت ادریسؑ خدا کے پاس کہلائے پلائے جاتے ہین اور آسمانپر زندہ
موجود مین کیونکہ زندہ کو رزق سے چارہ نہین ہے اور جو رزق سے بیعلاقہ ہے
اوسکے زندہ یا مردہ ہونےمین کوئی امتیاز نہین کر سکتا ہے

(صفحہ ۸۹) قولہ اب یہہ سوال باقی رہتا ہے کہ مرنے کے بعد کیا چیز باقی
رہتی ہے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ یرزقون فرحین من فضلہ اسکا جواب یہی
ہوسکتا ہے کہ وہ چیز باقی رہتی ہے جسکو روح کہتے ہین۔ اس بحث کو سورہ
بنی اسرائیل کی اس آیت کی تفسیر مین بیان کرینگے جسمین خدا فرماتا ہے قل الروح
من امر ربی الخ **ج** کاش آپکی اوس تفسیر سے ہم بہی مستفید ہون لیکن آپ تو اس تفسیر کو ایسا
چہپاتے ہین کہ سوا آپ کے مخصوصین کے اور کسیکو بہی میسر نہین آسکتی ہے
قطع نظر اسکے یہان آپ غلطی کر جانے سے بچ گئے جو فرماتے ہین کہ یرزقون فرحین
من فضلہ روح کی نسبت کہا جاتا ہے یہہ ہرگز صحیح نہین ہے بدحین تو جب کہ
جو مرتے ہین باقی رہتے ہین مگر شہیدون کیواسطے اور مردگان کے لئے یرزقون

فرحین من فضلہ کا اشارہ تک نہین ہے اسکے بعد یا تینا بالقربان تاکلہ النار کی تفسیر آپنے
لکھی ہے

(صفحہ ۹۲) قولہ یہودی جن جانورکی قربانی بنظر تقرب الی اللہ یا بطور کفارہ گناہ کرتے
تھے اوسکو ذبح کرنیکی بعد آگ مین جلادیتے تھے توریت سے معلوم ہوتاہے کہ یہہ رسم
حضرت آدم اور حضرت نوح کیوقت سے چلے آتے تھے تاریخ کی کتابون سے معلوم ہوتا
ہے کہ بت پرست لوگون اور یونانی بت پرستون مین بھی یہہ رسم تھی مذہب اسلام
اس قسم کی قربانیون کے بالکل برخلاف تھا الخ ج جبکہ آپ خود اقرار کرتے ہین
کہ یہہ رسم حضرت آدم اور حضرت نوح کیوقت سے چلی آتی تھی تو بت پرستون مین اس
رسم کا رواج کوئی بت پرستی کی علامت نہین ہے مگر اسوقت جبکہ بتون کی لیے قربانی
گزرانی جاسکے اور یہودیون کیطرف ایسی قربانیکا اس آیت مین اشارہ تک نہین ہے
اور جبکہ ناروا قربانیکا یہان ذکر نہین ہے تو مذہب اسلام اس قسم کی قربانیون کی
بالکل برخلاف ہونیکی وجہہ کیا ہے کیا وہ فعل پیغمبرونکا نتھا اب رہی یہہ بات کہ یہودی
آپ اوس قربانیکو جلادیتے تھے یا آسمانی آگ آیندہ تصریح ہوجائیگی

(صفحہ ایضاً) قولہ یہودیون نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ توریت مین حکم ہے
کہ کسی نبی پر جبتک وہ ایسی قربانی نکرے جسکو آگ جلادے ایمان نہ لاو خدانے اون پر
حجت الزامی قایم کی کہ آنحضرت صلعم سے پہلے تمہارے پاس انبیا صریح نشانیان لیکر
آئے اور جسطرح کہ تم کہتے ہو اوسیطرح کی قربانی بھی اور نہون نے کی پہر تمنے کیون انکو
مارڈالا اگر تم سچے ہو اس سے ثابت ہوا کہ تمہارا یہہ بیان کہ توریت مین ایسا حکم ہے
اور تمہارا یہہ کہنا کہ جونبی ایسی قربانی کرے اوسپر ایمان لاوگی یہہ دونون باتین
سچ نہین ہین الخ ج حجت الزامی کی آپکو خوب سوجہتی ہے کلام الٰہی مین کہین حجت
الزامی نہین ہوا کرتی ہے مگر یہہ کہ فی الحقیقت آسمانی آگ کا قربانی کو کہا جانا قرآن
مین تسلیم کیا گیا اور یہودیون کی فرمایش پوری نکرنے کی وجہہ یہہ ہے کہ خداکو معلوم
تہا کہ اگر یہہ معجزہ دیکھا یا جائیگا تب بھی یہودی ایمان نہ لاینگی کیونکہ سابق زمانہ مین بھی
وہ اس قسم کا معجزہ دیکھنیوالون کی معتقد نہوئے بلکہ اونکی مخالف ہوئی تھی ایسے نتیجہ
مباحثون مین انبیاء علیہم السلام نے معجزہ دیکھانیسے انکار کیا ہے تاکہ کھیل تماشے

کے کاموں کیطرح معجزے ہی نسمجھے جائیں دیکھو متی ۱۲ باب ۳۹ + و ۱۶ باب ۵۸ + لوقا ۲۳ باب ۸ و ۹ –

(صفحہ ایضاً) قولہ ہمارے علماء مفسرین نے اس مقام پر بڑی غلطی کی ہے انہوں نے یہودیوں کی بعض بیہودہ روایتوں سے یہہ سن لیا کہ جو قربانی آگ سے جلائی جاتی ہے اوسکے جلانیکو آسمان پر سے ایک سفید آگ بغیر دہوئیں کی ایک سن سناہٹ کیساتہہ اُترتی تہی اور قربانی کی ہوئی جانور کو جلاکر خاکستر کر جاتی تہی اوانہوں نے سمجھا کہ انبیاء بنی اسرائیل کا یہہ معجزہ تہا اور یہودیوں نے یہی معجزہ آنحضرت صلعم سے طلب کیا تہا

(صفحہ ۹۲) قولہ یہہ خیال مفسرین کا محض غلط ہے توریت میں کہیں یہہ حکم نہیں ہے کہ جبتک کوئی نبی آگ سے جلنے والی قربانی نکرے اوسپر ایمان مت لاؤ اور نہ توریت میں کہیں اسبات کا ذکر ہے کہ قربانی کی جلانیکو آسمان پر سے آگ اوترتی تہی الخ

ج

قاضیوں کی کتاب کے ۶ باب ۲۱ میں ہے تب خدا کی فرشتے نے اوس عصا کی نوک سے جو اوسکے ہات میں تہا گوشت اور روٹیوں کو چہوا اور اوس پتہر سے آگ نکلی اور گوشت اور فطیری روٹیاں کہا گئی انتہے اور احبار ۹ باب ۲۳ و ۲۴ میں ہے کہ موسے اور ہارون جماعت کے خیمہ میں داخل ہوئے اور باہر نکلے اور جماعت کیلئے برکت مانگی تب ساری جماعت پر خداوند کا جلال ظاہر ہوا اور خداوند کی حضور سے آگ نکلی اور مذبح پر چڑہاوا اور چربیاں کہا گئی اور ساری جماعت نے دیکہا اور للکاری اور منہہ کی بل گری انتہے اور اول سلاطین ۱۸ باب ۳۸ میں حضرت الیاسؑ کی قربانیکا ذکر ہے کہ خداوند کیطرف سے ایک آگ نازل ہوئی اور اوسنے اوس چڑہاوے اور لکڑیوں اور پتہر دں اور مٹی کو جلا دیا اور پانی کو جو گڑہے میں تہا چاٹ لیا انتہے اور اول تواریخ ۲۱ باب ۲۶ میں ہے اور داود نے وہاں خداوند کے لئے مذبح بنایا اور چڑہاوون اور سلامیوں کو گذرانا اور خداوند سے دعا کی جسنے آسمانپر سے چڑہاوے کی مذبح پر آگ بہیجکر اوسکے دعا قبول کی انتہے اور ۲ تواریخ ۷ باب ۱ میں ہے کہ جب سلیمان دعا مانگ چکا تہا تو آسمان سے آگ اوتری اور چڑہاوے کو اور ذبیحوں کو کہا گئی اور وہ گہر خداوند کی جلال سے بہر گیا انتہے لیس آپ جو فرماتے ہیں کہ توریت میں کہیں اسبات کا ذکر نہیں ہے کہ قربانی کی جلانیکو آسمانپر سے آگ اوترتی تہی الخ اب یہہ اتنے مقام جو توریت سے میں نے نقل کئے آپ کے دعوے

کی تکذیب کرتے ہین یا نہین

(صفحہ ایضاً) قولہ قربانی سوختنی کا ذکر بہت جگہہ توریت مین آیا ہے حضرت موسے نے اوسکے قواعد مقرر کئی ہین اور وہ سب قواعد جنکو پڑہ کر تعجب ہوتا ہے توریت سفر لویان مین مندرج ہین اور اوس سے ثابت ہے کہ قربانی سوختنی کو کاہن آگ جلا کر اوس مین جلا دیتا تہا چنانچہ باب اول سفر لویان ورس ۶ و ۷ مین لکہا ہے کہ قربانی سوختنی را پوست کندہ انرا پارہ پارہ نماید و پسران ہارون کاہن آتش بر مذبح بگذارند و ہیزم را بالاے آتش بچینند اسیطرح اور بہت سے مقام مین جنمین ذکر ہے کہ کاہن آگ جلا کر اوسمین قربانی سوختنی کو جلاتے تہے نہ یہہ کہ آسمان پر سے آگ اوترتی تہی الخ

ج یہہ معمولی قربانیون کا ذکر ہے جو روز روز اور عیدون وغیرہ مین گذرانے جاتی تہین اور آسمانی آگ جس قربانی کیواسطے نازل ہوتی تہے ایسی قربانی روز روز نہین گذرانی جاتی تہی کیا معجزے بھی روز روز دکہائے جاتے ہین آپ کو اتنا بہی تو نہین معلوم ہے کہ بحث کس قسم کی قربانی کی بابت ہے اور اوسکے واسطے نظیر کس قربانی کے آپ پیش کرتے ہین

(صفحہ ۹۴) قولہ انسان کی گناہون کے کفارہ مین قربانی کرنا اور انسان کی جرم کی سبب ایک جانور کی جان مارنا اور یہہ سمجہنا کہ انسان اس گناہ سے پاک ہوگیا ایک عجیب و غریب خیال ہے جو نہایت تاریکی اور جہالت کی زمانہ مین لوگونکو پیدا ہوا تہا عام جاہلون کے خیال کا بقیہ ہر ایک زمانہ مین چلا آتا ہے اور کیسا ہی بڑا مصلح ہو کچہہ نہ کچہہ اوسکا اثر اوسکے زمانہ مین بہی باقی رہتا ہے انبیا علیہم السلام ایسے امور کی جو خدا کی وحدانیت اور ایمان کی برخلاف تہے اور ایسے امور کی جنسے عام جاہلون کی خیال مین کسی قسم کا خیال تقدس و تقرب الی اللہ پیدا ہوتا تہا گو فی نفسہ وہ بے اصل ہے ہون کچہہ پروا نکرتی تہی اور اوسے حال پر چہوڑ دیتے تہے یہی سبب تہا کہ حضرت موسی نے اوس قدیم رسم کو جاری رہنے دیا لیکن نبی آخر الزمان کا یہہ کام تہا کہ اس قسم کی خیالات کو بہی توڑ دے کسی قربانی کا حکم بطور انسانی گناہ کے کفارہ کے قرآن مجید مین نہین آیا ہے حج کی قربانیان درحقیقت مذہبی قربانیان نہین ہین نہ اونکی فرضیت قرآن مجید سے یا نص صریح سے پائی جاتی ہے یہی سبب ہے کہ ہماری علما مجتہدین نے کتب فقہ مین کسی قسم یا نکو فرض نہین قرار دیا

ہے زیادہ سے زیادہ جو کوشش کی ہے تو واجب لکھا ہے اور ہمکو اسمین ہی کلام ہے الخ **ج** مطلب یہہ ہے کہ جانور کی تو جان مارتے ہین اور اوسے اپنے گناہ کا کفارہ سمجھتے ہین یہہ عجیب و غریب خیال ہے بلکہ یہہ ایسا خیال ہے جو نہایت تاریکی اور جہالت کے زمانہ مین یعنے جب انسان مطلق وحشی تھے تب لوگون مین یہہ خیال پیدا ہوا تہا یعنے قربانی کرنیکا اگرچہ پیشتر صفحہ ۹۲ مین آپ لکھہ چکے ہین کہ یہہ رسم حضرت آدم اور حضرت نوح کی وقت سے پہلے آئی ہتی لیکن چونکہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ ہی آپ کے نظر مین غیر مہذب اور وحشی تھے اسلیئے اس قربانی کی بنیاد نہایت تاریکی اور جہالت کے زمانہ سے ثابت رہے ہے کیونکہ وحشی سب درندے ہوتے ہین اور درندونکی غذا گوشت ہے اسلیئے وحشت کے زمانہ مین قربانی رایج ہوئی تہی اور اسیوجہہ سے آپنے قربانی ترک کرکے گلاگہونٹنی پر قناعت کی ہے لیکن اگر جانور کی جان مارنا کفارہ گناہ کیواسطے درست نہین ہے تو آپ کوئی ایسی نذر خدا کی حضور پیش کیجئے جو اپنی ذاتی ہو نہ یہہ کہ خدا کے دیے ہوئے آخر مین آپ فرماتے ہین کہ کتب فقہ مین کسی قربانیکو فرض نہین قرار دیا ہے زیادہ سے زیادہ جو کوشش کی ہے تو واجب لکھاہے اور ہمکو اوسمین ہی کلام ہے الخ مین نہین جانتا کہ آپکو کس وجہہ سے اسمین کلام ہے والبدن جعلنٰہا لکم من شعائر اللہ تو قرآن ہی مین موجود ہے اور جبکہ شعائر اللہ مین کلام ہوا اوسکے کفر مین پہر کیا کلام ہے

(**صفحہ ۹۵**) **قولہ** اسلام نے گناہون سے پاک ہونیکے لئے کسی بیگناہ جانور کے مارنے کے بدلے خود گنہگار کی دل کے قربانی مقرر کی ہے جسکو مذہبی اصطلاح مین توبہ و استغفار سے تعبیر کیا ہے الخ **ج** لیکن اگر بیگناہ جانور کی قربانی کو آپ پسند نہین کرتے تو یہہ سیکڑون بہیڑ بکریان مطبخ کے صرف مین کیونکر گوارا ہو جاتی ہین کیا یہان وہی انجیلی مثل صادق نہین آتی کہ مچہر کو چہانتے اور اونٹ کو نگلتے ہو

تحریری تفسیر سورۃ النساء

اسکے بعد سورہ نساء کی آیہ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع الایہ سے آپ نے تفسیر شروع کی ہے اور صفحہ ۱۰۲ اسے ۱۰۴ تک یہہ بحث لکہی ہے اور صفحہ ۱۰۵ کے آخر مین یہہ عبارت ہی موجود ہے کہ اگر یہہ قاعدہ قرار پاتا

کہ جبتک ایک عورت سے قطع تعلق نہو جاے تو دوسرے عورت ممنوع رہے تو اوس
مین اُن عورات پر اکثر حالات مین نہایت بیرحمی کا برتاو جایز رکہا جاتا اور اگر اوس قطع
تعلق کو اوسکے موت پر یا کسی خاص فعل کی سرزد ہونی پر منحصر رکہا جاتا تو مرد کو بعض صورتون
مین منہیات پر رغبت دلانے ہوتی اور بعض صورتون مین اوسکے ضرورت تمدن کو
روکنا ہوتا پس مرد کو حالات خاص مین تعدد ازواج کا مجاز رکہنا فطرت انسانی کے
مطابق عمدہ فواید پر مبنی تہا اسنے اور صفحہ ۱۰۷ سے ۱۰۹ تک لفظ عدل پر بحث
کی ہے اسطرح پر کہ علماء اسلام نے عدل کو صرف رہنے مین باری باندہنے اور
نان نفقہ دینے مین مخصوص کیا ہے اور میل قلبی یعنے محبت و موانست مین اور اوس امر
مین جو خاص زوجیت سے متعلق ہے عدل کو متعلق نہین کیا اونہون نے ایک حدیث
سے اسکا استنباط کیا ہے جسکی یہہ لفظ ہین ان النبی صلعم کان یقسم بین نسایہ فیعدل و یقول اللہم
ہذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک یعنی آنحضرت صلعم باری باندہتے تہے اپنی بیویون
مین اور عدل کرتے تہے اور فرماتے تہے کہ اے خدا یہہ میری تقسیم ہے جسمین مین مالک
ہون پس تو مجھکو ملامت مت کر اوسمین جسمین تو مالک ہے اور مین مالک نہین ہون ترمذی
نے لکہا ہے کہ بعض علما نے بیان کیا ہے کہ ان اخیر لفظون سے محبت و مودت مراد ہے
اور لمعات مین اوس امر کو بہی جو خاص زوجیت سے متعلق ہے اسمین داخل کیا ہے الخ
اسکے بعد خانصاحب بہادر نے اس حدیث کی صحت مین کلام کیا ہے پہر فرمایا ہے کہ کیا
یہہ انبیاء کی شان سے ہے جو وہ یہہ کہین کہ اے خدا جسپر میرا دل آجاوے تو اوسمین
تو مجھکو معاف کر یا جسکے ساتہہ مین وہ امر نکرسکون جو خاص زوجیت سے متعلق ہے تو تو
مجھکو ملامت مت کر افسوس ہے کہ بعض دفعہ اکابر بہی قدر و منزلت نفوس قدسیہ انبیاء
کو بہول جاتے ہین اور اپنے نفوس پر قیاس کرکے وہی خفیف و نازیبا باتین جو اونکی
نفوس مین ہین نفوس قدسیہ انبیاء کیطرف منسوب کرتے ہین الخ اور صفحہ ۱۰۸ امین
خانصاحب بہادر فرماتے ہین کہ عدل کی لفظ مین میل قلبی کو داخل سمجہنا ایک بڑی غلطی
ہے بلکہ جو تعلقات کہ باہم زن و شوہر کے ہین اونمین میل قلبی سب سے مقدم امر ہے اور
اسلیئے لفظ عدل بدرجہ اولے اوسی امر مقدم سے متعلق ہوتا ہے الخ اور آخر مین
خانصاحب بہادر نے صاف فرمایا کہ قرآنمجید سے جو حکم پایا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ ایک

جورو ہونی چاہیے تعدد ازواج کی اجازت اوسی وقت ہے کہ جب بمقتضائی فطرت انسانی و ضروریات تمدنی کی عقل و اخلاق و تمدن اوسکی اجازت دے اور خوف عدم عدل باقی نرہے (صفحہ ۱۰۹) اور چونکہ خانصاحب بہادر کی رای مین عدل سے مراد میل قلبی ہے یعنے علاوہ اخلاق ظاہری کے محبت دلی بہی سب ازواج کیساتھہ برابر ہونی چاہیے اور نفوس قدسیہ انبیار مین قابلیت اس عدل کی ہوتی ہے نہ یہہ کہ اور کسی مین بہی کیونکہ اگر کسی مین بہی اُسکی قابلیت ممکن ہو تو قرآن مین سے مثنی و ثلث و رباع کی کچہہ اور تاویل نہین ہوسکتی تہی اور بعض انبیار سلف جیسے حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام وغیرہم کی کثرت ازدواجی کا ابطال نہین ہوسکتا تہا اور مسلمان اپنی اوپر اعتراض کرنیوالون کی مقابل مثنی و ثلث و رباع کے ثبوت مین کثرت ازدواجی انبیار سلف کی اکثر نظیر پیش کیا کرتی ہین پس یہی تدبیر مناسب حال ہوئی کہ شرط عدل مین وہ باتین جو امکان بشر سے خارج ہین جیسے باوجود باری باندہنے اور مساوات نان و نفقہ وغیرہ کی سب کے ساتھہ برابر میل قلبی رکہنا بہی داخل کرکے نفوس قدسیہ انبیار مین اسکی قابلیت مخصوص کیجائے تا ثابت ہو کہ انبیار کی سوا کوئی انسان شرط عدل کو پورا نہین کرسکتا ہے اسوجہہ سے تعدد ازواج بہی جایز نہین ہے یعنے چونکہ اورون کے نفوس انبیار علیہم السلام کی نفوس کی مانند نہین ہوتی ہین اسوجہہ سے وہ انبیار کیطرح اپنے ازواج مین ہرگز عدل نکرسکینگے پس تعدد ازواج بہی جایز نہوگا اور ایک جورو کرنے مین جیسے نصرانی ویسیہی مسلمان کسیکو اختلاف باقی نرہیگا خانصاحب بہادر کی عاقلانہ بات کی تہہ کو پہونچنا آسان نہین ہے اب جواب بہی سُن لیجیے کہ اگر عدل سے مراد وہی باتین خارج امکان بشر مین جنکی قابلیت آپ نفوس قدسیہ انبیار مین مخصوص قرار دیتے ہین تو یہہ آیت مثنی و ثلاث و رباع جمہور امت کیواسطے نہوئی حالانکہ کسیکو اس مین اختلاف نہین ہے کہ یہہ حکم سب کے واسطے عام ہے اور جبکہ سب کی واسطی یہہ حکم ہے تو عدل کی وہ صفت نہ قرار پائی جسکی قابلیت آپ نفوس قدسیہ انبیار مین مخصوص فرماتے ہین بلکہ عدل کی وہی صفت باقی رہی جو علمار اسلام نے قرار دی ہے اور جو اوس حدیث سے ثابت ہوتی ہے یعنی فقط باری باندہنا اور مساوات نان و نفقہ نہ یہہ کہ میل قلبی وغیرہ کیونکہ یہہ بات کسیکے اختیار کی نہین ہے خواہ نبی ہو خواہ غیر نبی

حضرت داؤد کو اپنے سب ازواج مین سے والدہ سلیمان کیطرف زیادہ میل قلبی تہا
اور اوسی بی بی کیخاطر سے حضرت سلیمان کی ولیعہدی قرار پائی تہی مجموعہ توریت مین فرض کیجیے
تو اور حضرت سلیمان کو اپنی سب ازواج مین سے دختر فرعون کیطرف زیادہ میل قلبی
تہا اوسیکے واسطے غزال الغزلات کی تصنیف کا شغل جاری رہتے تہے
اسکے بعد صفحہ ۱۱۶ سے ۱۲۱ تک خانصاحب بہادر نے ان تبتغوا باموالکم محصنین
غیر مسافحین فما استمتعتم بہ الخ کی تفسیر مین متعہ کی بحث پر توجہہ کی ہے

(صفحہ ۱۱۶ و ۱۱۷) قولہ تمام مفسرین اس آیت ان تبتغوا باموالکم کو آیت
متعہ کہتے ہین یعنے اس آیت مین متعہ کی جایز ہونیکا حکم ہے متعہ کی یہہ معنے ہین کہ ایک
مرد ایک عورت سے میعاد معین کی لیے مثلاً ایک شب کیلیے بعوض مال معین کے
مثلاً دس روپیہ کی اُجرت ٹہرا لے اور اوس سے اوس میعاد تک مباشرت کرے جیسا کہ
اس زمانہ مین بیحیا عورتون سے بیحیا مردونکا عام دستور ہے علماء کا اتفاق ہے کہ ابتداء
اسلام مین متعہ جایز تہا اور اس باب مین کہ وہ بدستور جایز ہے یا ممنوع یا منسوخ
ہوگیا ہے اختلاف ہے گروہ کثیر امت کا یہہ قول ہے کہ اس آیت مین تو بلاشبہہ
جواز متعہ کا حکم ہے لیکن یہہ حکم منسوخ ہوگیا ہے مگر جن آیتون سے اسکے نسخ کا استدلال
کرتے ہین وہ استدلال میری دانست مین نہایت ضعیف ہے الخ

(صفحہ ۱۱۸) قولہ اور گروہ قلیل امت کا یہہ قول ہے کہ حکم جواز متعہ بدستور
بحال و غیر منسوخ ہے ابن عباس سے اسمین مختلف روایتین ہین ایک روایت تو
جواز متعہ کی نسبت ہے بلا کسی قید کے اور ایک روایت مین اوسکا جواز بحالت اضطرار بیان
ہوا ہے جیسکہ مردار و سور کا گوشت حالت اضطرار مین کہا لینا جایز ہے اور ایک روایت
مین بیان ہوا ہے کہ ابن عباس نے تسلیم کیا کہ حکم جواز متعہ منسوخ ہوگیا ہے عمران بن حصین
اوسکے جواز کے قایل رہتے اور کہتے تہے کہ جواز متعہ کی آیت قرآن مین موجود ہے
اور اوسکے بعد کوئی ایسی آیت جس سے حکم جواز متعہ منسوخ ہوا ہو نازل نہین ہوئے
اور شیعہ حضرت علی مرتضی سے جواز متعہ کی بہت سے روایتین بیان کرتے ہین مگر
اہل سنت و جماعت کے ہان حضرت علی مرتضیٰ سے کوئی معتبر روایت جواز متعہ بر

اگر عمر لوگونکو متعہ کرنیسے منع نکرتے تو بجز کسی بدبخت کے کوئے زنا نکرتا اور محمد بن الحنفیہ سے جو حضرت علی کے بیٹے ہین یہہ روایت ہے کہ حضرت علی مرتضی ابن عباس پاس گئے جو جواز متعہ کا فتوی دیتے تہے اور فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے متعہ سے منع کیا ہے میرے نزدیک علمار مفسرین کا اس آیت سے حکم جواز متعہ پر استدلال کرنا محض غلط ہے بلکہ اس آیت سے علانیہ متعہ کی امتناع کا حکم پایا جاتا ہے الخ

(**صفحہ ۱۱۹**) **قولہ** متعہ اور تزوّج مین جو حقیقتاً فرق تہا وہ یہی تہا کہ تزوّج سے مقصود دراصل احصان یعنے پاک دامنی اور نیکی تہی اور متعہ سے صرف مستی جہاڑنی کیونکہ اوس سے اوسکے مرتکب کو بجز سفح منی کی اور کوئی مقصود نہین ہوتا پس اسیکو خدا تعالے نے منع کیا جہان فرمایا کہ ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین یعنی تم بعوض اپنے مال کے آزاد عورتونکو نکاح کرنیکے لئے تلاش کرو اور اونسے نکاح کرنا پاک دامنی رکہنی کی غرض سے ہو نہ مستی جہاڑنے کی غرض سے مطلب آیت کا صرف محصنین کے لفظ پر ختم ہوگیا تہا غیر مسافحین کا لفظ صرف اوسی طریقہ متعہ کے منع کرنے کو کہا گیا ہے جو نہایت بیحیائی اور بداخلاقی سے رائج تہا اوسکا ن فاحشۃ و مقتا و وساء سبیلا پس اس آیت سے متعہ کا امتناع پایا جاتا ہے نہ اوسکا جواز جیسکہ غلطی سے علمار اسلام نے خیال کیا ہے باقی رہین روایتین جنمین سے بعض سے بجز اسکے اور کچہہ نہین پایا جاتا کہ مکہ کے عورتین بن سنور کر بیٹہتی تہین جیسے اب بہی اس قسم کی عورتین میلون اور مجمعون مین بناو سنگار کر کر بیٹہتی ہین اور اونسے متعہ کرنیکی آنحضرت صلعم نے اجازت دی تہی وہ سب روایتین محض بیہودہ اور لغو ہین جسقدر حدیثین جواز متعہ پر بیان ہوئے ہین اور جسقدر کہ اوسکے منسوخی یا بحالی کی نسبت منقول ہین اونمین سے ایک بہی لائق التفات اور قابل تسلیم نہین ہے کیونکہ اونمین سے کوئی بہی صحیح نہین ہے متعہ پر جو بحث شروع ہوئی ہے وہ اسی آیت کے بنا پر ہوئی ہے کہ علما و مفسرین نے غلطی سے سمجہا کہ اس آیت سے جواز متعہ نکلتا ہے الخ

(**صفحہ ۱۲۰**) **قولہ** پہر ایک گروہ اسکا مخالف ہوا اور اوسنے اوسکی منسوخی ثابت کرنے پر توجہ کی اور اوسکی تائید پر ناسخ حدیثین موجود ہوگئین اور اوسکے موید ین نے اوسکے جواز کی حدیثین بلکہ بلا ہیتین شیعہ کی پشت پناہ تو جناب علی مرتضی مین ہی

اتحاد و دوستی قایم رکھتے ہین اور ہر مسلمان کا دعوی کرتے ہین امید کہ سب اہل اسلام
ہر اس ایک اتفاق ایسا کرین کہ جس سے یہہ نیچریہ بیدین اور فرقہ رنادقہ خارج قوم اہل اسلام
ہو جاوے تا دوسرون کا ایمان ہاتھہ سے جانے نپاوے فقط۔

تمت

قطعہ تاریخ من تصنیف برخوردار سید محمد نصیر علی متعہ متخلص بہ قیصر مالک نصیر المطابع دہلی

چو رد نیچری تفسیر شد ختم	بسالش عطف شد لازم در آغاز
رقم فکر قیصر این تاریخ آنست	دوم حصہ تنقیح البیان است
	عدد حرف واو ۱۲ ۹۳
	۱۲ ھ ۹۹

ایضاً

از نتایج طبع جمیل ناظم بے عدیل حافظ انعام اللہ صاحب دہلوی سلمہ اللہ القوی

ہین میرے مخدوم مہر صاحب زاہدانہ ذکی بھی دلی ہی	کہ نام نامی جہان میں مشہور مولوی نصرت علی ہے
گیا جو مطبع مین اونکے دیکھا کتاب ہان ایک چہپ رہی ہے	کتاب کیا آفتاب ہے کہ سارے مطبع مین روشنی ہے
جو سید احمد علیگڈہی ہین و نہون نے تفسیر ایک گڑہی ہے	امام فن مناظرہ نے جواب مین اوسکے یہہ لکہی ہے
نئی نئی باتین ہو رہی جاتی ہین دیکھتی ہو خدا بچائے	ظہور دجال ہونیوالا ہی ہو منو تیرہوین صدی ہے
قدم جو رکہو سنبہل کی رکہنا کتاب ایسی بغل مین رکہنا	کہ جلد اول تو چہپ چکی ہی جو چہپ رہی ہی یہ دوسری ہے
خیال تاریخ کا جو آیا تو ہاتف غیب نے بتایا	کہ سوچنا کیا ہی لکھہ یہہ ونیکر جواب تفسیر نیچری ہے
	۱۲ ھ ۹۹

بعد ختم اس حصہ دوم تنقیح البیان جواب تفسیر القران کی جسمین سورہ آل عمران اور نساء کی تفسیر ہی بھی اعتنا فرمائے
مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری مصنف رسالہ اشاعۃ السنۃ کا بہی شکریہ ادا کرنے سے چارہ نہین ہے کہ انہون نے
کوشش بلیغ اور ہمت بلند سے یہہ جلد تفسیر القران سر سید کی بہم پہنچائی کیونکہ جس قدر کتاب چہپ چکی ہی ہمین ادسکے بہم پہنچ
سے بوجہ کمال حجت کے مایوس ہو گیا تہا فی الحقیقت صاحب اشاعۃ السنۃ کی غایت دین و صادق خلوص ملقین کا یہہ
کافی نشان ہی اگرچہ رد برد کے بیان سے اکابر ثقات و مقدسین حرفاً حرفاً تفسیر مذکور ملاحظہ ہو کر تین ہفتہ سی پارہ بھی
اس کا جواب لکھنے مین نہین گذرے مگر دو کا چہپا جانا بسبب نا بابی مصارف انطباع ایک عرصہ تک ملتوی رہا بالآخر امداد خیر